www.poetrymania.com©

تفسیر القرآن

سر سیّد احمد خاں

دوست ایسوسی ایٹس
پرنٹرز۔ پبلشرز۔ سپلائرز
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

www.poetrymania.com©

تعارف

سر سید احمد خان صاحب ہندوستان کے مسلمانوں کے عظیم لیڈر تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو ایک زندہ قوم بنانے کے لئے ان کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اپنے اس پروگرام کے ایک حصے کے طور پر انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی۔ اگرچہ اس وقت کے علماء نے آپ کے خیالات کی سخت مخالفت کی لیکن رفتہ رفتہ ان کی تفسیر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ اسے انہی تحقیق کے طور پر پیش کرنے لگے۔ اس کی کچھ جھلکیاں ہم ان کی تفسیر کے پہلے چھ حصوں کے تعارف میں سامنے لا چکے تھے۔

عام طور پر ان کی تفسیر کے چھ حصے ہی بیان کئے جاتے تھے۔ جو تقریباً" ایک صدی پہلے لاہور سے شائع ہوئے تھے دوست ایسوسی ایٹس نے جب ان حصوں کو دوبارہ شائع کیا تو معلوم ہوا کہ بعد میں تفسیر کا ساتواں حصہ بھی علی گڑھ سے شائع ہوا تھا لیکن ہماری نظر سے نہیں گزرا تھا۔

میرے محترم دوست ملتان کے علامہ رحمت اللہ طارق صاحب نے مجھے یہ حصہ عنایت فرمایا جسے اب قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس طرح سے اب قارئین کے ہاتھوں میں سر سید احمد خان صاحب کی تفسیر کے سات حصے دوبارہ پہنچ چکے ہیں۔ ان سات حصوں میں قرآن مجید کے تقریباً اہم مباحث آ گئے ہیں۔ اس لئے اگر ان کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو قرآن مجید کی تعلیمات کو ان کی روشنی میں اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

رفیع اللہ شہاب

14 ستمبر 1995

اچھرہ لاہور

www.poetrymania.com©

فہرست مضامین تفسیر القرآن جلد ہفتم

سورۂ الکہف	صفحہ
قصہ اصحاب کہف کے متعلق لوگون کا اختلاف - - - - -	۲-۷
اصحاب کہف ورقیم دو مختلف گروہ تھے یا ایک - - - - - -	۷-۹
اصحاب کہف کی تعداد اور انکے نامونکا اختلاف - - - - -	۹-۱۰
شہر جس مین اصحاب کہف رہتے تھے	۱۱
اصحاب کہف کس زمانہ اور کس بادشاہ کے عہد مین تھے - - - -	۱۱-۱۳
اصحاب کہف کا مذہب - - -	۱۳-۱۴
اصحاب کہف کا اصلی تاریخی قصہ	۱۴-۲۱
اصحاب کہف کا قصہ قرآن مجید مین کسقدر اور کسطرح بیان ہوا ہے - -	۲۱-۲۹
شان نزول قصہ اصحاب کہف کے متعلق مفسرین کی غلطی - - - -	۲۹-۳۳
قصہ اصحاب کہف کی غلط بنا پر مختلف مقامات پر انکی زیارت گاہین - - -	۳۳-۴۲
کراماً کاتبین سے کیا مراد ہے اس مسئلہ کی تحقیق مختلف آیات قرآنی سے	۴۲-۴۵

سورۂ الکہف	صفحہ
کتابت اور وزن اعمال سے کیا مطلب ہے	۴۵-۴۷
کتابت اعمال کے متعلق حکماے اسلام کی رائے - - - -	۴۸-۴۹
اعمال نامون کا داہنے یا بائین ہاتھ یا پیٹھ کے پیچھے دیا جانا۔ اسکی تحقیق مختلف آیتون سے - - - -	۴۹-۵۶
حضرت موسیٰ کے تاریخی حالات -	۵۶-۵۹
مجمع البحرین کی تحقیق - - - -	۵۹-۶۰
مچھلی کے زندہ ہونیکی روایت اور اسکی اصلیت - - - -	۶۰-۶۱
ذالک ما کنا نبغ کی تفسیر -	۶۲
مجمع البحرین پر حضرت موسیٰ کی خضر سے ملنے کی غلط روایت - - -	۶۲-۶۳
بخاری کی چار بڑی حدیثین جن مین قصہ حضرت موسیٰ کا بیان ہوا ہے اور انمین اختلافات - - - -	۶۴-۷۰
آب حیات کے چشمے کی روایت اور اسکی تحقیق - - - - -	۷۲
اختلاف روایات دربارہ اس امر کے کہ	

www.poetrymania.com©

سورۃ الکہف	صفحہ
خضر کون تھے اور کس کے بیٹے تھے	۷۴-۷۳
بیان کشتی کے چیرنے اور دیوار کے درست کرنے اور غلام کے مار ڈالنے کا - -	۷۸-۷۶
یاجوج اور ماجوج کے قصہ کی ابتدا -	۷۸
ذوالقرنین کا بیان - - - - - -	۸۵-۷۹
یاجوج اور ماجوج کی تحقیق - - - - -	۸۸-۸۵
سد یا بڑی دیوار - - - - - - -	۸۸
حال سلطنت چی وانگ ٹی - - - - -	۹۹-۸۹
تاریخ چین مصنفہ جبس کارکرن اور دیوار کا بیان - - - - -	۱۰۳-۹۹
ذکر بنا ے دیوار - - - - - - -	۱۰۶-۱۰۳
سورہ مریم	
حضرت زکریا کو حضرت یحییٰ کی ولادت کی بشارت دینے والا فرشتہ تھا یا کوئی اور	۱۱۰
حضرت یحییٰ کے اس نام سے موسوم ہونے کی وجہ - - - - - -	۱۱۲-۱۱۱
حضرت زکریا کے تین دن تک نہ بولنے کی روایت - - - - - -	۱۱۳-۱۱۲

سورۃ مریم	صفحہ
حضرت یحییٰ کس عمر مین نبی ہوے اور آپ کو بچپن مین جو حکمت عطا ہوئی اسکا کیا مطلب ہے - -	۱۱۴
حضرت مریم کے ایک شرقی مکان مین علیحدہ ہو جانیکی وجہ اور آپکا فرشتہ سے ہم کلام ہونا - - - - - -	۱۱۶-۱۱۵
حضرت عیسیٰ کی پیدایش کی جگہہ -	۱۱۷-۱۱۶
حضرت مریم کو حالت اضطراب مین پکارنیوالا کون تھا - - - - -	۱۲۱-۱۱۷
حضرت ادریس کون تھے اور آپ کی زندہ آسمان پر اوٹھا لیئے جانیکی تحقیق	۱۲۴-۱۲۲
جناب رسول کا انشاءاللہ نہ فرمانا اور اسلئے نزول وحی کا بند رہنا - اسکی تحقیق	۱۲۶-۱۲۴
تحقیق اس امر کی کہ آیا کچھہ عرصہ کے لئے ہر انسان جہنم مین جائیگا یا نہین -	۱۳۰-۱۲۷
شفاعت کا مبسوط بیان - آیا قیامت کے دن کوئی انسان بھی کسی گنہگار کی شفاعت کرسکتا ہے - - -	۱۴۳-۱۳۰

تمت بالخیر

www.poetrymania.com©

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتب ولم یجعل لہ عوجا ۱
قیما لینذر باسا شدیدا من لدنہ ویبشر المؤمنین الذین
یعملون الصلحت ان لہم اجرا حسنا ۲ ماکثین فیہ ابدا ۳
وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا ۴ ما لہم بہ من علم
ولا لابائہم کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون
الا کذبا ۵ فلعلک باخع نفسک علی اثارہم ان لم یؤمنوا
بہذا الحدیث اسفا ۶ انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا
لنبلوہم ایہم احسن عملا ۷ وانا لجاعلون ما علیہا
صعیدا جرزا ۸ ام حسبت ان اصحب الکہف والرقیم
کانوا من ایتنا عجبا ۹ اذ اوی الفتیۃ الی الکہف

(۷) لوگون نے اصحاب کہف کے قصہ کو ایک عجیب قصہ خدا کی نشانیون کا بنا رکھا تھا حالانکہ وہ کوئی عجیب قصہ نہیں تھا بلکہ ایسا قصہ تھا جو دنیا میں واقع ہوا کرتے ہیں۔ اسلئے خدا نے پیغمبر سے فرمایا کہ کیا تو نے بھی اسکو ایک عجیب قصہ سمجھا ہے" ام حسبت" کا لفظ بطور استفہام انکاری کے ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ قصہ کوئی عجیب قصہ نہیں ہے۔

ان آیتون میں خدا نے اُن باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اصحٰب کہف کے قصہ کی نسبت لوگون

www.poetrymania.com©

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان

(۱) تمام تعریفیں اُس خدا کے لئے ہیں جسنے بھیجی اپنے بندہ پر کتاب اور نہ رکھی اُس میں کچھ نادرستی
(بلکہ کیا اُسکو بالکل درست تاکہ ڈراوے اُسکے (یعنی اللہ کے) پاس کی سخت عذاب سے اور خوشخبری
دیوے ایمان والوں کو جو کام کرتے ہیں اچھے کہ اُنکے لئے ہے جزا اچھی جسمیں رہیں گے
(۳) ہمیشہ (۲) اور ڈراوے اون لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ بنالیا ہے خدا نے ایک بیٹا
نہیں اُنکو اُسکی کچھ خبر اور نہ اُنکے باپ دادوں کو سخت ہی یہ بات کہ نکلتی ہے اُنکے موہنوں
سے نہیں کہتے مگر جھوٹ (۴) پھر شاید کہ تو کھودینے والا ہے اپنی جان کو اُنکے پیچھے غم سے
اگر وہ نہ ایمان لاوی اس بات پر (۵) بیشک ہم نے بنایا ہے جو کچھ کہ زمین پر ہے سنگار اوسکے
لئیے تاکہ ہم امتحان کریں اُنکا کہ کون اُنمیں زیادہ نیک کام کرتا ہے (۶) اور بیشک ہم کرنی
والے ہیں ہر چیز کو جو اُس پر ہے تہس نہس (۷) (اے محمد) کیا گمان کیا ہے تو نے کہ اصحاب کہف
اور رقیم تھے ہماری نشانیوں میں سے عجیب (۸) جب کہ وہ جوان پہاڑ کی
کھوہ میں آکر ٹھیرے

میں مشہور تھیں۔ اور اُن میں کچھ سچ اور کچھ غلط باتیں مل گئیں تھیں اور اُسکے بعد صحیح قصہ بیان کیا ہے جو بارھویں آیت سے شروع ہوتا ہے۔

ان آیتوں میں اُن باتوں کے طرف اشارہ ہے جو اصحاب کہف کے قصہ کی نسبت لوگوں میں مشہور تھیں وہ باتیں مختلف تھیں اسلئے ضرور تھا کہ ان آیتوں میں ایسے لفظ لائے جائیں جو اُن تمام باتوں پر حاوی ہوں

اذ اوی (ای الفتیۃ الی الکھف) دخل غلمۃ فی غار الکھف (تفسیر ابن عباس)

www.poetrymania.com©

فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿٩﴾
فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿١٠﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ

مثلاً بعض لوگ کہتے تھے کہ جب وہ لوگ کہف (یعنی کھوہ میں) اگئے سو رہے تھے اور بعض کہتے تھے کہ اُنپر غشی چھا گئی تھی۔ کوئی کہتا تھا کہ وہ مر گئے تھے اسلئے خدا تعالیٰ کو ایسا لفظ لانا تھا جو ان تمام مشہور قولوں پر حاوی ہو۔ اور اسلیئے فرمایا "فضربنا علیٰ اذانهم" یعنی اُنکے کانوں کو ایسا کر دیا جس سے وہ سُن نہ سکیں اور کانوں کی ایسی حالت سو جانے میں، غش آنے میں، مر جانے میں ہر حالت میں ہوتی ہے۔ پس اُن لوگوں کے خیالات پر جامع ہونے کو اس سے بہتر کوئی لفظ نہ تھا اور یہ سبت بڑی بلاغت قرآن مجید کی ہے۔

یا مثلاً لوگوں میں اختلاف تھا بعض لوگ کہتے تھے کہ اُنکی یہ حالت تین سو برس تک رہی اور بعض کہتے تھے تین سو نو برس تک اور بعض تاریخوں سے پایا جاتا ہے کہ دو سو یا دو سو چالیس برس تک لیسا لفظ جو ان تمام اختلافات پر حاوی ہو "سنین عددا" سے بہتر کوئی نہیں تھا اور یہی لفظ قرآن مجید میں لایا گیا جو نہایت بلیغ ہے۔

یا مثلاً جو لوگ اُنکو سوتا سمجھتے تھے یا غش آجانا سمجھتے تھے یا مرا ہوا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس حالت کے بعد وہ اُٹھے تو ان تمام خیالات پر جامع "بعثنا" کے لفظ سے بہتر کوئی لفظ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہ سونے کی بعد اُٹھنے پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے اور غش کے بعد افاقہ ہونے پر بھی اور مر کر زندہ ہونے پر بھی۔

اسپر ایک شبہہ ہو سکتا ہے کہ ضرب علی الآذان اور بعث کو خدا نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے "فضربنا علیٰ اذانهم" "ثم بعثنٰهم" اس کا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اس قصہ کو عجیب بنایا تھا اور وہی روایتیں جنمیں چلی آتی تھیں وہ بھی اُنکا سُلانا یا غش میں ڈالنا یا مردہ کر دینا اور پھر اُٹھانا خدا ہی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اس لئے اُنھی کے خیال کے موافق اس مقام پر بھی خدا نے ان سب باتوں کو نقلاً اپنی طرف منسوب کیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ وہ لوگ ان تمام باتوں کو خدا کی طرف منسوب کرتے تھے۔

پس جو عجیب چیز اس قصہ میں بنائی گئی تھی وہ اصحاب کہف کا اسقدر مدت دراز تک سوتے رہنا یا غش

www.poetrymania.com©

تو اُنھوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت دے اور تیار کر ہمارے لئے ہمارے کام میں

کامیابی (۹) پھر تھپکا ہم نے اُنکے کانوں کو اُس پہاڑ کی کھوہ میں گنتی ہوئے برسوں تک (۱۰) پھر ہم نے اُنکو اُٹھایا تاکہ

ہم جان لیں کہ

میں پڑا رہنا یا مردہ ہو کر زندہ ہونا تھا جبکہ خدا تعالیٰ نے پہلی آیت میں اس قصہ کے عجیب ہونے کی نفی کی تو اُنکے اسقدر مدت تک سوتے رہنے یا غش میں پڑے رہنے یا مُردہ رہکر پھر زندہ ہونے کی نفی لازم آتی ہے۔

اِسکی تائید خود قرآن مجید کی اگلی آیتوں سے ہوتی ہے جہاں سے خدا تعالیٰ نے خود اُن کا واقعی اور سچا قصہ بیان کرنا شروع کیا ہے اور جس میں اُنکے اسقدر زمانہ دراز تک سوتے رہنے یا غش میں پڑے رہنے یا مردہ رہنے کا مطلق ذکر نہیں ہے۔ نتیجہ اس بحث کا صرف اسقدر ہے کہ جو قصہ لوگوں میں مشہور تھا کہ اصحاب کہف اسقدر مدت دراز تک سوکر یا غش میں پڑے رہکر اُٹھے یا مُردہ رہکر پھر زندہ ہوئے صحیح نہیں تھا۔

اس میں کچھ شبہہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم نے کافروں سے یہ قصہ جسطرح کہ اُنمیں مشہور تھا سُنا اور اُسپر نہایت متعجب ہوئے تھے خدا تعالیٰ نے اُس تعجب کے دور کرنیکو فرمایا" کہ اے محمد کیا تونے سمجھا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم میری عجیب نشانیوں میں تھے" یعنی وہ کچھ عجیب نہ تھے۔

علمائے مفسرین نے بھی یہ معنی اختیار کئے ہیں۔ مگر باوجود عجیب ہونے کے نفی کرنیکے اُسکا عجیب ہونا قایم رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلئے عجیب نہیں ہے کہ خدا کی تمام نشانیاں عجیب ہیں یا یہ کہ خدا کی مخلوقات مثلاً آسمان اور زمین وغیرہ اس قصہ سے بھی اعجب یعنی عجیب تر ہیں۔

مگر ان دونوں دلیلوں میں غلطی ہے بیشک خدا کی تمام مخلوقات اور اُسکے تمام کام فی نفسہٖ عجیب ہیں مگر جو روزمرہ دیکھنے وبرتنے میں آتے ہیں اُنکا عجیب ہونا نہیں سمجھا جاتا بلکہ اُسی کا عجیب ہونا سمجھا جاتا ہے جو معمولی باتوں سے بڑھکر ہو پس یہ کہنا کہ قصہ اصحاب کہف عجیب تو ہے مگر چونکہ تمام کام خدا کے عجیب ہی ہیں اسلئے اِس قصہ کو بالتخصیص عجیب مت سمجھو بالکل غلط اور خلاف مقصود آیت کے ہے کیونکہ آیت میں اُسکے عجیب ہونیکی نفی سے یہ مراد ہے کہ وہ ایک معمولی واقعہ ہے جانسا تو نے سمجھا گذرا ہے اُس میں تعجب کرنیکی کوئی بات نہیں۔

www.poetrymania.com©

أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ﴿١١﴾ نَّحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ
نَبَأَهُم بِالْحَقِّ ۚ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ﴿١٢﴾
وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ

دوسرا استدلال کہ اور کلام خدا کے اُس سے بھی زیادہ تر عجیب ہیں اس لئے گو کہ وہ قصہ عجیب ہے مگر اُسکو عجیب نہ سمجھو اور بھی زیادہ مہمل اور بے معنی ہے آیت میں اُسکے عجیب ہونے کی نفی کی گئی ہے اُس میں لفظ "عجبا" ہے اگر "اعجبا" کا لفظ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ نفی زیادہ تر عجیب ہونے سے متعلق ہوتی اور قصہ کا فی نفسہ عجیب ہونا باقی رہتا مگر جبکہ عجیب ہونیکی ہی نفی ہے تو بجز اسکے کہ وہ ایک عام واقعہ ہو جو دنیا میں ہوتے ہیں اور کوئی صفت تعجب اُس میں باقی نہیں رہتی۔ بلاشبہ خدا تعالیٰ کی تمام نشانیاں اور اُسکی تمام مخلوقات آسمان و زمین انسان و حیوان چیونٹیاں اور جھینگے سب عجیب ہیں لیکن باعتبار نفس خلقت کے فی نفسہ عجیب ہونا دوسری چیز ہے جو اُمور کہ موافق عادت کے ہوتے ہیں گو وہ فی نفسہ عجیب ہوں مگر عادت کے موافق ہونے سے اُن پر کوئی متعجب نہیں ہوتا تعجب جب ہی ہوتا ہے جب کوئی چیز خلاف عادت وقوع میں آوے۔ پس یہ آیت جو تعجب کی نفی پر دلالت کرتی ہے وہ اُسی تعجب کی نفی کرتی ہے جو کسی امر کے خلاف عادت ظہور میں آنے سے ہوتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اصحاب کہف میں کوئی بات تعجب کرنیکے لائق نہیں ہے اون پر کوئی واقعہ خلاف عادت جس سے تعجب ہو جیسا کہ لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے نہیں گذرا۔ وہ مثل اور انسانوں کے انسان تھے اور جیسے واقعات انسانوں پر گذرتے ہیں ویسے ہی اُنپر بھی گذرے تھے کوئی امر خلاف عادت جو تعجب انگیز ہو نہیں ہوا۔

(۱۲) بارہویں آیت سے صحیح اور واقعی قصہ اصحاب کہف کا شروع ہوتا ہے۔ تفسیر کبیر میں یہ لکھا ہے کہ پہلی آیتوں میں اس قصہ کا ایک ٹکڑا بیان کیا ہے اور اُسکی بعد کی آیتوں میں پورا قصہ ہے مگر کوئی وجہ نہیں بیان کی ہے کہ کیوں ان دونوں مقاموں میں اسطرح پر تفریق کی ہے کہ پہلے تو اُسکی وحی ہونے کی بابت کچھ ذکر نہیں کیا اور یہاں سے وہ قصہ شروع ہوا ہے وہاں فرمایا ہے

www.poetrymania.com©

کہ کونسا گروہ دو گروہوں میں سے (جو انکے رہنے کی مدت میں مختلف ہیں) یاد رکھنے والا ہی
انکے رہنے کی مدت کو (۱۱) ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر انکا قصہ بالکل ٹھیک بیشک وہ چند جوان
تھے کہ ایمان لائے تھے اپنے پروردگار پر اور زیادہ کی تھی ہمنے انکو ہدایت (یعنی استقلال مذہب
حق پر) (۱۲) اور باندھ دیا ہے ہمنے انکے دلوں پر (یعنی اُنکے دلوں کو مضبوط کر دیا)

"نحن نقص علیک نبأھم بالحق" یعنی ہم انکا سچا قصہ تجھ پر بیان کرتے ہیں۔ اور کوئی وجہ بیان نہیں کی گئی کہ اس اخیر جملہ میں "بالحق" کے لفظ سے کیوں تاکید کی گئی پس صاف ظاہر ہے کہ پہلی آیتوں میں وہ بیان ہے جو لوگوں نے اس قصہ میں عجائبات ملا دیے تھے اور اُسکی نفی کی "ام حسبت" سے اور پھر کہا کہ صحیح اور سچا قصہ ہم بیان کرتے ہیں۔ جو صاف دلیل اس بات کی ہے کہ سچا اور صحیح قصہ اس آیت سے شروع ہوا ہے نہ پہلی آیتوں سے۔

قبل اسکے کہ ہم اصحاب کہف کی قصہ کی آیتوں کی تفسیر شروع کریں ہمکو ضرور ہے کہ اصحاب کہف کے کچھ حالات بیان کریں اور اُنکے مذہب کا بھی کچھ ذکر کریں کیونکہ خدا نے فرمایا ہے "انھم فتیۃ امنوا بربھم وزدناھم ھدی" یعنی وہ چند جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہمنے انکو زیادہ ہدایت کی تھی زیادہ ہدایت کرنے سے یہ اشارہ ہے کہ جب وہ بادشاہ ظالم کے سامنے پکڑے گئے تو وہ اپنے سچے مذہب پر قایم رہے جیسا کہ اُنکے قصہ میں بیان ہوا پس اس استقامت کو زیادتی ہدایت سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان خدا پرست تھے اور اسلئے اُنکے مذہب کی تحقیق کرنی بہت ضروری ہے۔

اصحاب الکہف والرقیم

سب سے اول اس امر کا تصفیہ کرنا چاہیئے کہ اصحاب کہف و رقیم کا ایک ہی گروہ پر اطلاق ہوا ہے یا دو مختلف گروہوں پر یعنی جن لوگوں پر اصحاب کہف کا اطلاق ہوا ہے انہیں پر رقیم یعنی اصحاب رقیم کا اطلاق ہوا ہے یا اصحاب کہف ایک جدا گروہ تھا اور اصحاب رقیم جدا گروہ۔

جو کچھ بحث ہو سکتی ہے وہ رقیم کے لفظ پر ہو سکتی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے جیسا کہ تفسیر بیضاوی اور اور کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ اصحاب الرقیم ایک جدا گروہ تھے اور وہ تین شخص تھے کہیں

www.poetrymania.com©

اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا

جاتے تھے رستہ میں مینہ آیا ایک پہاڑ کے غار میں ہو بیٹھے اوپر سے پہاڑ گرا اور غار کا منہ بند ہوگیا ان لوگوں نے خدا کے سامنے عاجزی کی اور اس مصیبت سے نکلنے کی دعا مانگی کچھ عرصہ کے بعد جو پتھر پہاڑ کا اوپر سے پھسل گرا تھا اور جس نے غار کا منہ بند کر دیا تھا وہ اور نیچے کو پھسل گیا اور غار کا منہ کھل گیا۔

یہ قصہ امام محمد اسمٰعیل بخاری نے بھی اپنی کتاب صحیح بخاری میں بیان کیا ہے۔ مگر کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ اس مقام پر لفظ رقیم سے اُن لوگوں کے قصہ کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ اول تو اس لئے کہ اُس گروہ پر اصحاب الرقیم کا اطلاق نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ نے اس مقام پر دو گروہ کے قصے نہیں بیان کئے بلکہ صرف ایک گروہ کا قصہ بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم ایک ہی گروہ کا لقب تھا۔

ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ جہاں خدا نے اصحاب کہف کی تعداد میں لوگوں کا اختلاف بیان کیا ہے کہ کوئی تو کہتا ہے کہ وہ تین شخص تھے کوئی کہتا ہے کہ پانچ تھے کوئی کہتا ہے سات تھے پس بعض لوگوں نے تین کی تعداد پر خیال کر کے رقیم کے لفظ سے اُس گروہ کا اشارہ سمجھا جنکی تعداد تین تھی اور وہ بھی پہاڑ کے غار میں اوپر سے پتھر گرنیکے سبب بند ہوگئے تھے۔ مگر جیسا کہ ہمنے بیان کیا نہ کوئی وجہ پائی جاتی ہے اور نہ اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ ان لوگوں پر اصحاب الرقیم کا اطلاق ہوا ہو البتہ قسطلانی شرح صحیح بخاری میں شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب نے اصحاب الغار کا انپر اطلاق کیا ہے مگر اصحاب الرقیم کا کسی نے اطلاق نہیں کیا۔

پس اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی گروہ کا لقب ہے۔ اصحاب کہف تو انکو اسلئے کہتے ہیں کہ وہ ایک ظالم بت پرست بادشاہ کے ظلم سے ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا چھپے تھے عربی زبان میں پہاڑ کی کھوہ کو کہف کہتے ہیں اسلئے اُنکا لقب اصحاب کہف ہوگیا ہے۔

بیضاوی اور نیز اور مورخوں اور مفسروں نے رقیم کے معنوں میں اختلاف کیا ہے بعض

www.poetrymania.com©

جسوقت کہ وہ کھڑی ہوئی (ایک جابریت پرست پادشاہ کے سامنے) پھر اُنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار

لوگون کا خیال ہے کہ رقیم اُس شہر کا نام ہے جس مین اصحاب کہف رہتے تھے بعضون کا قول ہے کہ پہاڑ کی کھوہ کا نام ہے جس مین اصحاب کہف چھپے تھے۔ بعضون نے کہا کہ جس جنگل مین وہ پہاڑ تھا اُس جنگل کا نام ہے بعضے کہتے ہیں کہ اُنکے کُتے کا نام ہے جو اُنکے ساتھ تھا اسلئے اُنکو اصحاب الرقیم کہنے لگے اور اُسکی سند میں امیہ بن ابی الصلت شاعر جاہلی کا شعر لایا جاتا ہے جس میں اُس نے کہا ہے "ولیس بہا الا الرقیم مجاورًا" مگر اُن میں سے کوئی بات اعتبار کے قابل نہیں ہے' عربی کتابون مین اُنکے کُتے کا نام قطمیر لکھا ہے اور انگریزی کتابون میں کراٹیم یا کراٹیر اور یہ نام ملتے جلتے ہیں صرف ایک زبان سے دوسری زبان مین منتقل ہونے میں جو فرق لہجہ اور تلفظ میں ہو جاتا ہے وہی کراٹیر اور قطمیر میں ہوگیا ہے۔

رقیم کے معنی از روے لغت کے لکھے ہوئے کے ہیں محمد اسمٰعیل بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں رقیم کی تفسیر میں لکھا ہے الرقیم الکتاب مرقوم مکتوب من الرقم اور اُسمین سعید ابن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ اُنھون نے ابن عباس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ اصحاب کہف کا حال اور نام ایک زمانہ میں جست کے پترے پر کندہ کر کر اور بعض روایتون کے مطابق پتھر پر کھود کر رکھا گیا تھا اور اس سبب سے اُنھی لوگون کا لقب اصحاب الرقیم بھی ہوگیا ہے۔ پانچوین صدی کے اخیر میں یا چھٹی صدی عیسوی کے شروع میں یعنی آنحضرت صلعم سے پیشتر الیشیا مائنر کے بشپ نے اس قصہ کو بطور عیسائی مذہب کے متبرک قصہ کے تحریر کیا تھا پس ہر صورت سے اصحاب کہف پر اصحاب الرقیم کا اطلاق صحیح اور درست ہوتا ہے اور رقیم عطف تفسیری ہے اصحاب کہف کی وہو الصحیح عندنا۔

اس بات میں نہایت اختلاف ہے اور آج تک تحقیق نہیں ہوا کہ یہ لوگ تعداد میں کے تھے غالب راے یہ ہے کہ وہ سات تھے اور آٹھوان اونکا کُتا تھا جو اُنکے ساتھ تھا۔

اُنکے نامونمیں بھی بہت اختلاف ہے مگر وہ اختلاف زیادہ تر ایک زبان سے دوسری زبان مین منتقل ہونے اور الفاظ کے تلفظ کے اختلاف سے علاقہ رکھتا ہے اور کاتبون نے زیادہ تر تحریف کر دیا ہے بہرحال ہم اس مقام پر اُنکے نامون کو جسطرح کہ مختلف کتابوں میں لکھے ہیں لکھتے ہیں۔

www.poetrymania.com©

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تفسیر معالم التنزیل اور اُس میں اُنکی تعداد ۹ لکھی ہے

مَکْسَلْمِیْنَا مَخْسَلْمِیْنَا یَمْلِیْخَا مَرْطُوْنُسْ کَشْطُوْنُسْ دِیْرُوْنُسْ بَطِیُوْسْ۔ دِیْمُوْسْ
قَالُوْسْ کَلْبُھُمْ قِطْمِیْرُ۔

تفسیر بیضاوی وکشاف وتفسیر کبیر وتفسیر مدارک

یَمْلِیْخَا مَکْشَلِیْنِیَا مَشْلِیْنِیَا مَرْنُوْشْ دَبَرْنُوْشْ شَاذُنُوْشْ وَالراعے
کَلْبُھُمْ قِطْمِیْرُ۔

تاریخ کامل لابن اثیر

مَکْسَلْمِیْنَا تَمْلِیْخَا مَرْطُوْسْ نَیْرُوْنُسْ کَسْطُوْمُسْ دَنِیْمُوْسْ رَیْطُوْفَسْ
قَالُوْسْ مَخْسَلْمِیْنَا کلبھم قطمیر۔

معجم البلدان یاقوت حموی

یَمْلِیْخَا مَکْسَمْلِیْنَا مَشْلِیْنِیَا مَرْطُوْنُسْ دَبَرْنُوْسْ سَرَابِیُوْنْ اِفْسَتِیْطِیُوْسْ
کَلْبُھُمْ قِطْمِیْرُ۔

تاریخ طبری

مَکْسَمْلِیْنَا مَخْسَمْلِیْنَا یَمْنِیْخُ یَایَمْلِیْخَا مَرْطُوْسْ کَسُوْطُوْنُسْ بَیْرُوْنُسْ دَنِیْمُوْسْ
بَطُوْنُسْ قَالُوْسْ۔

تاریخ احمد بن ابی یعقوب المعروف بالیعقوبی

مَکْسَلْمِیْنَا مَرَاطُوْسْ شَاذُنُوْنِیُوْشْ بَطْرُنُوْشْ ذُوْنُسْ یُوَانِسْ کَیْنُفْرطُوْنِیُوْطُوْ
مَلِیْخَا الراعی کَلْبُھُمْ قِطْمِیْرُ۔

کیورس متھس مؤلفہٗ بارنگ گولڈ

مَیْکِیْ مِیْنُ مَالکسْ مَارْشِیْنُ ڈَائِیُوْنِی سَسْ جَان سِیْرَا پِیْنُ
کَانِسْتِیْنُ ٹَائِنُ کلبھم کراٹیم یا کراٹیم ✦

www.poetrymania.com©

پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا

شہر جسمیں اصحاب کہف رہتے تھے

اکثر مورخین و مفسرین کا قول ہے جو ہر طرح پر صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جس شہر میں اصحاب کہف رہتے تھے اُسکا نام اُفسُوس تھا یاقوت حموی نے اپنی کتاب معجم البلدان میں اُسکے اعراب کو بھی ضبط کیا ہے۔ مسٹر بارنگ گولڈ نے اپنی کتاب کیورس متھیس میں اُس شہر کا نام ایفی سس لکھا ہے اور یقین ہوتا ہے کہ عربی تاریخوں میں یہی نام متغیر ہو کر اُفسُوس ہو گیا ہے۔

لانگ مین گرین کمپنی نے ۱۸۵۳ء میں بمقام لندن قدیم رومیوں کے زمانہ کا نقشہ جغرافیہ چھاپا ہے جس میں شہروں کے وہی قدیم نام ہیں جو اُس زمانہ میں تھے اُس میں جو نقشہ ایشا مینیر کا ہے اُس میں ایفی سس شہر کا نام، ۲۰ درجہ ۵ دقیقہ عرض شمالی اور ۲۷ درجہ ۱۲ دقیقہ طول شرقی پر مین دریاے ایجین کے کنارہ پر ثبت ہے اُسکے قریب پہاڑ بھی واقع ہیں اور کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اُسی جگہ ایفی سس شہر تھا جس میں اصحاب کہف رہتے تھے۔

بعضوں نے کہا ہے کہ اصحاب کہف کے شہر کا نام رقیم تھا اور بعضوں نے کہا کہ اُس پہاڑ کی کھوہ کا نام تھا جس میں اصحاب کہف جا کر رہے تھے مگر یہ صحیح نہیں یاقوت حموی نے بھی لکھا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ اہل روم کی سلطنت میں جو شہر اُفسوس تھا وہی شہر اصحاب کہف کا تھا محمد بن محمود القزوینی نے اپنی کتاب آثار البلاد و اخبار العباد میں اُفسوس ہی کو اصحاب کہف کا شہر قرار دیا ہے۔ شاید لوگوں نے اِس خیال سے کہ اصحاب کہف کے نام جست کی تختی پر کھود کر شہر میں رکھے گئے تھے اُس شہر کو اور بعضوں نے اِس خیال سے کہ اُس پہاڑ پر جسمیں وہ کھوہ تھی انکے نام کندہ ہوئے تھے اُس پہاڑ کو یا اُس کھوہ کو رقیم کے نام سے موسوم کر دیا ہو۔

اصحاب کہف کس زمانہ اور کس بادشاہ کی عہد میں تھے

ابو الفرج الطیتیا سے عیسائی مورخ نے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ آخر کو مسلمان ہو گیا تھا اپنی کتاب مختصر الدول میں لکھا ہے کہ اصحاب کہف ذوقیوس قیصر کے عہد میں تھے جو عیسائیوں کا نہایت دشمن تھا اور اُنکو قتل کرتا تھا۔ تاریخ طبری میں اُس بادشاہ کا نام دقینوس لکھا ہے۔

www.poetrymania.com©

لَن نَّدْعُوَا۟ مِن دُونِهِۦٓ إِلَـٰهًا

تاریخ کامل ابن اثیر میں اسکا نام دقیوس لکھا ہے اور یہی لکھا ہے کہ بعض آدمی اسکا نام دقیانوس کہتے ہیں۔

ابوالفدا اسمٰعیل نے اپنی تاریخ میں یہی نام بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ وہ ۵۴۹ سنہ اسکندری میں بادشاہ ہوا تھا اور ۵۵۰ سنہ میں مرگیا ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب آثار الباقیہ عن قرون الخالیہ میں اس بادشاہ کا نام داقیاوس لکھا ہے اور مسٹر بارنگ گولڈ نے اپنی کتاب کیورس متھس میں اس بادشاہ کا نام دی سس لکھا ہے۔

اسی مصنف نے لکھا ہے کہ روم میں وکٹورم کے عجائب خانہ میں گچ سے اصحاب کہف کی تصویریں بنی ہوئی ہیں اُن تصویروں سے بعضوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ ۲۵۰ سنہ عیسوی میں دی سس بادشاہ کے عہد میں مارے گئے تھے۔

عموماً مسلمان مورخ اور مفسرین اُس بادشاہ کا نام جسکے عہد میں اصحاب کہف تھے دقیانوس لکھتے ہیں اور ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ تمام اختلافات ایک زبان کے ناموں کو دوسری زبان میں تلفظ کرنے سے پیدا ہوئے ہیں اور سب کے ملانے سے یقین ہوتا ہے کہ وہ رومی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔

جو زمانہ کہ اصحاب کہف کا ابوالفدا نے بیان کیا ہے وہ قریباً صحیح و درست معلوم ہوتا ہے اسکندر تین سو چھتیس برس قبل حضرت مسیح کے تخت پر بیٹھا تھا اور اصحاب کہف پانسو چالیس سنہ سکندری میں تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سنہ ۲۰۴ عیسوی میں تھے مسٹر بارنگ گولڈ نے انکا تخمینیہ اندازے سے ۲۵۰ سنہ قرار دیا ہے معہذا جو بادشاہ کہ زمانہ سکندر سے دقیوس تک گذرے انکے زمانہ سلطنت میں بھی کسی قدر اختلاف ہے اور یہی ایک سبب ہے کہ اصحاب کہف کے زمانہ میں کسی قدر اختلاف پیدا ہوتا ہے مگر عام طور پر خیال کرنے سے جو زمانہ قرار دیا گیا ہے قریباً صحیح معلوم ہوتا ہے۔

بعض روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ اصحاب کہف حضرت عیسٰی کے زمانہ سے بہت پیشتر تھے اور حضرت عیسٰی نے انکی خبر دی تھی اور بعد حضرت عیسٰی کے زمانہ فترت میں یعنی جبکہ

www.poetrymania.com©

ہم نہیں پکارینگے اُسکے سوا کسی کو معبود

کوئی پیغمبر نہ تہا وہ زندہ ہوئے تھے یا اپنی نیند سے جو اخ الموت تہی اُٹھے تھے مگر اُسکی صحت کا انجیلوں یا حواریوں کے ناموں یا کسی معتبر یا مظنون طریقے سے کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا۔

اصحاب کہف کا مذہب

کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اصحاب کہف عیسائی اور حضرت عیسٰی کی اُمت میں تھے تمام کتابوں اور مختلف روایتوں سے یہی امر ثابت ہوتا ہے اور خود اُنکا واقعہ کہ ایک ظالم اور بت پرست بادشاہ کے خوف سے جو عیسائیوں کو قتل کرتا تھا جان اور ایمان بچا کر بھاگے تھے اُنکے عیسائی ہونیکا کافی ثبوت ہے۔

البتہ جیسا اُنکا تقدس اور خدا پرستی تاریخوں اور تفسیروں میں لکھی ہے اور جسکی نسبت قرآن مجید سے بھی اشارہ پایا جاتا ہے اُسکی نسبت شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر وہ صلیب کو اور حضرت عیسٰی کی تصویر کو پوجتے تھے اور کم سے کم یہ کہ تثلیث کے قائل تھے تو کیونکر اُنکو خدا پرست اور موحد مسلمان یا مومن خیال کیا جا سکتا ہے مگر انمیں سے کسی بات کا ثبوت نہیں ہے اُس زمانہ کے عیسائیوں میں عقائد مذہبی بہت کم قرار پائے تھے اور مجھکو عیسائی مذہب کی اکلزیاسٹیکل ہسٹری پر غور کرنے سے نہایت شبہ ہے کہ جو عقائد بعد عیسائی ہوجانے قسطنطین کے رومی اور یونانی چرچ میں قایم ہو گئے وہی عقائد عام طور پر اُس زمانہ کے تمام عیسائیوں کے تھے۔

دقیوس ہی کے زمانہ کے قریب جس زمانہ میں اصحاب کہف کا ہونا تسلیم کیا گیا ہے ایک فرقہ تہا جسکا ابوالفرج عیسائی مالطیائی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ وہ اقانیم ثلاثہ باپ اور بیٹے اور روح القدس کو نہیں تسلیم کرتا تہا بلکہ وجود اور کلمہ اور حیات کو اقانیم ثلاثہ جانتا تھا اور کہتا تہا کہ ان اقانیم سے کوئی زیادتی ذات باری پر نہیں ہوتی بلکہ یہ صفات اعتباری ہیں کوئی شے اُنکا مسمی موجود فی الخارج نہیں ہے اور کہتا تہا کہ ذات باری موجود ہے لا بوجود و حکیم ہے لا بحکمۃ اور حی ہے لا بحیٰوۃ اور نبید دقلس کا بھی یہی مذہب تہا اسکے بعد مصنف مذکور لکھتا ہے کہ اِسی مذہب کو ایک گروہ مسلمانوں نے جو صفات کے نفی کرنیوالے ہیں (یعنی صفات باری سے کچھ زیادتی ذات باری پر نہیں سمجھتے) اختیار کیا ہے۔

www.poetrymania.com©

لَقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾

اِسی زمانہ کے قریب ایک فرقہ خولی الشمیشاطی کا پیرو تھا جو کہتا تھا کہ تمام معلولات باری تعالیٰ کے ارادے ہیں اور اُسکا کوئی معلول ذاتی نہیں ہے اور اِسی لیئے وہ لم یلد ولم یولد ہے اور اِس لیئے مسیح نہ کلمۃ اللہ ہے اور نہ جسطرح کہ ظاہر مذہب عیسائی میں ہے وہ کواری سے پیدا ہوا ہے۔

پس جبکہ اُس زمانہ کے عقائد و مذہب کا یہ حال تھا تو ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ اصحاب کہف تثلیث کے قائل تھے بلکہ مسلمانوں کو جو قرآن مجید کو برحق سمجھتے ہیں اِس بات کے یقین کرنیکے لیئے کہ اصحاب کہف عیسائی اور موحد خدا کو واحد اور حضرت عیسیٰ کو پیغمبر برحق مانتے تھے ثبوت کافی ہے۔ فھم کانوا مومنین مسلمین موحدین قائلین بان لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ رسول اللہ۔

اسقدر بیان کرنے کے بعد ہمکو ضرور ہے کہ قرآن مجید کی اُن آیتوں کی جو اصحاب کہف کے قصہ سے متعلق ہیں تفسیر لکھیں مگر مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم اصحاب کہف کا قصہ صحیح صحیح بلا تعرض آیات کے لکھدیں اور پھر آیات کی تفسیر بیان کریں۔ اِس طریقہ کے اختیار کرتے سے اُمید ہے کہ آیات کی تفسیر بخوبی لوگوں کی سمجھ میں آئیگی۔

اصحاب کہف کا قصہ یعنی وہ واقعات جو اُن پر گزرے۔

مذکورہ بالا حالات سے ظاہر ہے کہ اصحاب کہف تاریخی اشخاص ہیں فرضی قرار دیئے ہوئے نہیں ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ جو سید ہے سادے واقعی حالات اُنپر گذرے تھے اُنمیں بہت لغو اور بیہودہ اور خلاف قیاس باتیں اور عجائبات شامل کرلیئے گئے ہیں اور یہ ایک معمولی بات ہے کہ نیک اور بزرگ لوگوں پر جو ظلم اور سختی ظالموں کے ہاتھ سے گزرجاتی ہے بعد کو اُنکی نسبت بہت سی زائد اور عجیب باتیں بڑھا دیجاتی ہیں اِسی طرح اصحاب کہف پر جو حالات اور واقعات گذرے اُنکو بطور تعجب انگیز کہانی کے بنالیا ہے اور بے سروپا اور محض بیہودہ روایتیں مشہور ہوگئی ہیں ہمارا کام یہ ہے کہ اُن روایتوں میں سے جو قابل ظاہر ثقاہت ہیں اُنپر لحاظ کرکے صحیح قصہ اصحاب کہف کا اول بیان کریں اور پھر قرآن مجید کی آیتوں سے تطبیق دیکر دکھلادیں کہ کس قدر قصہ اُس میں کا قرآن مجید میں بیان ہوا ہے اور مفسرین کو جو اُس قصہ کے بیان میں اور آیتوں کی تفسیر میں دہوکا ہوا ہے حتی المقدور اُسکو ظاہر کریں۔

www.poetrymania.com©

(۱۳) اگر ہم ایسا کہیں تو بیشک اُسوقت جھوٹ کہیں گے

ابوالفرج مسیحی نے اپنی تاریخ مختصر دول میں اور اسمٰعیل ابوالفدا نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ تھوڑ ذیاتوس رومی قیصر عیسائی ہو گیا تھا اور عیسائیوں پر مہربانی کرتا تھا اُسپر دقیوس نے جسکو دقیانوس بھی کہتے ہیں اور جو بت پرست اور عیسائیون کا دشمن تھا چڑھائی کی اور ۵۳۹ء سکندری میں اُسکو مار ڈالا اور خود بادشاہ ہوا اور عیسائیون کو قتل کرنا یا بت پرستی پر مجبور کرنا شروع کیا۔

اُسی کے عہد میں اصحاب کہف عیسوی مذہب پر تھے اُنکے عیسائی ہو جانیکی مختلف کہانیاں مشہور ہیں جنکی نسبت ہمکو بحث کرنا محض فضول معلوم ہوتا ہے وہ کسی طرح عیسائی ہوئے ہوں اس امر کا مسلم ہونا کہ وہ عیسائی تھے اُنکے اصلی واقعات کے بتانیکو کافی ہے۔

تمام روایتیں اور تاریخیں اس بات پر متفق ہیں کہ اُس ظالم بادشاہ نے اُن لوگون کو جو تعداد میں اُسوقت چھہ تھے بلایا اور مذہب عیسوی چھوڑنے اور بت پرستی کرنیکو کہا مگر اُن سب نے انکار کیا۔ پھر بادشاہ نے اُنکو مہلت دی اور اُس مہلت میں وہ شہر سے بھاگ گئے اور ایک چرواہا معہ کتّے کے اُنکے ساتھ ہولیا اور وہ سب ایک پہاڑ کی کھوہ میں جو شہر افسوس سے کچھ فاصلہ پر تھے جا کر چھپ رہے۔

یہانتک روایتوں میں چنداں اختلاف نہیں ہے لیکن اسکے بعد کے واقعات میں اختلاف شروع ہوتا ہے یعنی پہاڑ کی کھوہ میں چھپنے کے بعد اُنھون نے اپنے ساتھیون میں سے ایک شخص کو شہر بھیجا کہ چپکے سے کھانا خرید لادے اکثر مورخین اور اہل تفاسیر نے لکھا ہے کہ وہ لوگ پہاڑ کی کھوہ میں جا کر سو رہے اور زمانہ دراز تین سو یا تین سو نو برس سونے کے بعد جب اُٹھے تو اُنھون نے ایک شخص کو کھانا خریدنے کو شہر میں بھیجا بعض مورخین نے پہلی دفعہ اُسی دن جب وہ کھوہ میں گئے ایک شخص کو کھانا خریدنیکو بھیجنا اور پھر دوسری دفعہ کئی سو برس سو کر اُٹھنے کے بعد ایک شخص کا بھیجنا لکھا ہے جو محض غلط ہے اور صرف بنایا ہوا قصہ ہے اُنپر پہاڑ کی کھوہ میں سوتے ہونیکے خیال سے یہ قصہ گڑھ لیا گیا ہے مگر اصلیت اسکی جیسے کہ محققانہ نظر سے پائی جاتی ہے صرف اسقدر ہے۔

کہ وہ لوگ رات کے وقت شہر سے بھاگ گئے تھے جیسے کہ قزوینی نے لکھا ہے کہ "اُنھون نے رات کو بھاگ گئے کا قصد کیا جب رات کا اندھیرا ہو گیا تو ہر ایک شخص اپنے گھر سے کچھ مال لیکر چل کھڑا ہوا"

www.poetrymania.com©

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً

صبح ہوتے وقت وہ لوگ پہاڑ کی کھوہ پر پہونچے جیساکہ قزوینی نے بھی لکھا ہے پس وہ کھوہ میں گئے رات کے جاگے رستہ چلے تھکے ہوئے تھے کھوہ میں جہان بالکل اندھیرا تھا سو رہے کچھ شبہہ نہین ہوسکتا کہ دو تین پہر سونیکے بعد وہ اُٹھے اور آپس میں پوچھنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے کسی ذکماد(؟) کسی نے کہا کچھ کم کیونکہ کھوہ کی اندھیری میں وہ دن کا اندازہ ٹھیک نہین کر سکتے تھے۔

جب وہ اُٹھے تو اُنھوں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو کھانا لانے کو بھیجا قزوینی نے صاف لکھا ہے کہ جسدن وہ کھوہ میں گئے اُسی دن اُنھوں نے کھانا لینے کو بھیجا تھا تفسیر معالم التنزیل مین بھی محمد بن اسحاق کی روایت سے لکھا ہے کہ جب وہ کھوہ میں گئے تو تملیخا اُنکے لئے شہر سے کھانا خرید لایا کرتا تھا اور چند روز تک جسکی تعداد نہیں بیان کی مگر معلوم ہوتا ہے کہ دو تین روز تک یعنی دقیانوس کے دوبارہ شہر میں آنے تک اسی طرح خرید کر لاتا رہا۔

جب وہ بادشاہ جو انکو مہلت دیکر شہر سے باہر چلا گیا تھا پھر شہر میں آیا جیسا کہ قزوینی نے بالتصریح بیان کیا ہے تو اُسکو معلوم ہوا کہ وہ لوگ شہر سے بھاگ گئے ہیں اُسنے اُنکی تلاش شروع کی اور پہاڑ کھوہ میں اُنکا پتا لگا اور اُس نے پہاڑ کی کھوہ کا مُنہہ بند کروا دیا تاکہ اُسی میں بھوکے پیاسے مر رہیں تفسیر معالم التنزیل میں محمد بن اسحاق کی روایت میں بھی بالتصریح یہ امر مذکور ہے۔

اس میں کچھ شک نہین ہے کہ پہاڑ کی کھوہ کا مونہہ بند ہونیکے بعد وہ وہیں بند ہوگئے اور وہیں مر رہ گئے اگرچہ بعض مورخون اور مفسرون نے لکھا ہے کہ کھوہ میں پڑے سوتے ہیں یعنی مرے نہیں ہیں اور معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ خدا نے اُنکی روحون کو وفات دی جسطرح سونے میں روحوں کو وفات دیتا ہے مگر اگلے بیان سے اور ان روایتون سے جو بیان ہونگی صاف ثابت ہوگا کہ درحقیقت وہ مر گئے تھے۔

اکثر مورخین اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس واقعہ پر ایک زمانہ گذرنیکے بعد اُس کھوہ کا مُنہہ کھولا گیا اور اصحاب کہف کا اُس کھوہ میں ہونا معلوم ہوا اور شہر میں اُسکا چرچا ہوگیا اور بادشاہ اور شہر کے تمام لوگ اُس کھوہ میں اُنکے دیکھنے کو گئے۔

www.poetrymania.com©

ہماری اِس قوم نے اختیار کئی ہیں اُسکے (یعنی خدا کے) سوا اور معبود

ابوالفرج مسیحی کی تاریخ کے بموجب یہ زمانہ ساوذوسیوس قیصر الصغیر کی سلطنت کا تھا اور اصحاب کہف کے کھوہ میں جا چھپنے کے دو سو چالیس برس بعد وہ ظاہر ہوئے تھے۔

ابوالفدا اسمٰعیل بھی اسی بادشاہ کے زمانہ میں اصحاب کہف کا متنبہ ہونا لکھتا ہے۔ یہ بادشاہ ۳۵ سنہ سکندری میں بادشاہ ہوا تھا اور ۵۵ سنہ سکندری میں فوت ہوا۔ اِس سبب سے کہ بموجب ابوالفدا کے دقیوس جسکے زمانہ میں اصحاب کہف تھے ۵۴۰ سنہ سکندری میں تھے زمانہ ظاہر ہونے اصحاب کہف کا دو سو برس کے قریب ہوتا ہے نہ دو سو پچاس برس جیسا کہ ابوالفرج نے بیان کیا ہے۔

تاریخ یعقوبی میں اُس بادشاہ کا نام وسیوس لکھا ہے اور صاف لکھا ہے کہ اُسکے زمانہ میں اصحاب کہف جو مر گئے تھے زمانہ طویل کے بعد ظاہر ہوئے۔ اُس میں مطلق اس بات کا اشارہ نہیں ہے کہ وہ سوتے تھے اور اُسکے زمانہ میں جاگے یا مرے ہوئے تھے اور زندہ ہوئے بلکہ صاف لکھا ہے کہ ظاہر ہوئے یعنی اُس کھوہ میں اُنکا ہونا معلوم ہوا۔

علاوہ اِسکے جتنی روایتیں ہیں سب سے یہی امر ماخوذ ہوتا ہے کہ درحقیقت اصحاب کہف جب معلوم ہوئے تو وہ مرے ہوئے تھے اور مرے ہوئے رہے۔

بعض تفسیر کی کتابوں میں جیسے تفسیر کبیر و مدارک و بیضاوی ہیں یہہ لکھا ہے کہ جب بادشاہ اور لوگ اُنکو دیکھنے اور اُن سے ملنے کو گئے تو وہ زندہ ملے بادشاہ کو دعا بھی دی اور پھر فی الفور مر گئے۔

اِس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُنکا زندہ ملنا اور بادشاہ کو دعا دینا سب ایک کہانی ہے ورنہ درحقیقت وہ مرے ہوئے تھے اور طبری اور کامل ابن اثیر اگرچہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ زندہ ہوئے مگر جو روایتیں بیان کی ہیں اُن سے صاف پایا جاتا ہے کہ کسی شخص نے جو اُنکے دیکھنے کو گئے تھے اُنکو زندہ نہیں دیکھا۔

طبری کی ایک روایت میں ہے کہ وہ زندہ ہو گئے تھے مگر جب لوگ اُنکے دیکھنے کو کہف کے قریب پہونچے تو خدا نے اُنکو پھر مردہ کر دیا یا پھر سُلا دیا اور لوگ اندر جانے سے ڈر گئے اور اندر نہ جا سکے دوسری روایت میں طبری نے لکھا ہے کہ بادشاہ اور لوگ کھوہ میں گئے تو دیکھا کہ صرف اُنکے جسم ہیں

www.poetrymania.com©

لَوۡلَا يَاۡتُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِسُلۡطٰنٍۢ بَيِّنٍ

جو کسی طرح بگڑے نہ تھے مگر اُنمیں ارواح نہ تھی۔
کامل ابن اثیر مین ایک اور بات زیادہ لکھی ہے کہ وہ زندہ تو ہو گئے تھے مگر انھون نے دعا مانگی کہ خدا انکو مار ڈالے اور جو لوگ اُنکو دیکھنے آئے ہیں اُنمیں سے کوئی اُنکو نہ دیکھے پس وہ فی الفور مر گئے اور یہ تمام روایتین اِس بات کی مثبت ہیں کہ وہ زندہ نہ تھے اور نہ کسی نے اُنکو زندہ دیکھا اصل یہ ہے کہ جب لاشین ایسے مقام پر ہوتی ہیں جہان ہوا کا صدمہ نہیں پہونچتا اور لاشین اُسی طرح رکھے رکھے راکھ ہو جاتی ہیں تو وہ سوراخ میں سے ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں کہ گویا پورے مجسم اجسام بلا کسی نقص کے رکھے ہوئے ہیں۔ اِسی طرح لوگون نے اُنکو دیکھا اور جانا کہ پوری مجسم بلا کسی نقصان کے لاشین رکھی ہیں یا وہ لوگ سو رہے ہیں۔

سنہ ۱۸۴۴ء یا سنہ ۱۸۴۵ء میں دہلی میں اِسی قسم کا ایک واقعہ گذرا تھا جہان حضرت نظام الدین کی درگاہ ہے وہان بہت پرانا قبرستان ہی۔ ایک اونچی جگہہ پر ایک چبوترہ تہا اور اُسکے اوپر تین قبرون کے نشان تھے۔ اتفاق سے اُس چبوترہ کی ایک طرف کی دیوار میں سے کچھ پتھر گر پڑے اور چھید ہو گیا کہ اندر سے قبر دکھائی دینے لگی لوگون نے اُس چھید میں سے جہانکا تو اُنکو معلوم ہوا کہ قبر بہت بڑی مثل ایک مربع کوٹھری کے ہے اور تین لاشین بالکل سفید کفن پہنے ہوئے مجسم بلا کسی نقصان کے اُسمیں رکھی ہوئی ہیں۔ اسکا چرچا ہوا اور بہت آدمی اُنکے دیکھنے کو گئے اور سب نے یہی بات بیان کی۔ میرے مخدوم دوست مولوی امام بخش صاحب صہبائی مرحوم کو اِس قسم کی باتون کے دریافت کا بہت شوق تہا وہ خود اُن لاشون کے دیکھنے کو گئے۔ اول انہون نے جھانک کر دیکھا تو اُنکو بھی اسی طرح مجسم اور مسلم لاشیں معلوم ہوئین۔ اُنکو تعجب ہوا۔ اُنہون نے دیوار کے دو ایک پتھر اور نکال ڈالے اور اندر گھسے۔ ایک عجیب بات تو یہ دیکھی کہ قبر ایک مربع کوٹھری کے برابر بنی ہوئی تھی اور تین لاشین اُس میں رکھی ہوئی تہیں۔ مگر سب بوسیدہ اور راکھ کے طور پر ہو گئی تہیں۔ لیکن چونکہ ہوا کا صدمہ کچھ نہ تھا تو جہان اُنکے ہاتھ رکھے ہوئے تھے وہیں اُنکے ہاتھ کی راکھ تھی اور جہان سر رکھا تہا وہیں سر کی راکھ تھی۔ جہان پاؤن رکھا ہوا تھا وہیں پاؤن کی راکھ تھی۔ اور سب کے نشان معلوم ہوتے تھے

www.poetrymania.com©

کیوں نہیں لاتے اُسپر کوئی دلیل کُھلی ہوئی

وہ لاشیں کاٹھ کے تخت پر رکھی گئی تھیں وہ تخت بھی بوسیدہ ہوکر اور گل کر زمین کے برابر ہوگیا تھا مگر اُسکے نشان بھی راکھ میں جدا محسوس ہوتے تھے۔ اُنہوں نے اُنگلی سے چھوا تو معلوم ہوا کہ بالکل راکھ ہے اور ہڈیوں اور راکھ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ مگر جب سوراخ میں سے دیکھا جاتا تھا تو وہ تمام نقش جو راکھ میں قایم تھے بالکل مجسم اور مسلم لاشیں معلوم ہوتی تھیں۔ تم خیال کرو کہ اگر ہم ایک تصویر کو ایک صندوق میں رکھ دیں اور ایسی حکمت کریں کہ کسی قدر شعاع آفتاب کی اُسمیں پہونچے اور اُسکے پہلو میں ایک چھید کر کے اُسکو دیکھیں تو وہ تصویر بالکل مجسم معلوم ہوگی۔ پس اِس طرح سے اِس قسم کی پُرانی لاشیں جو کسی پہاڑ کے نل میں سے دیکھی جاتی ہیں تو وہ مسلم معلوم ہوتی ہیں اسیطرح اصحاب کہف کی لاشوں کے دیکھنے والوں کو وہ لاشیں مجسم معلوم ہوئی ہونگی کیوبش متھس کے مصنف نے لکھا ہے کہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ایک بڑے پتھر کے بکس میں بند کر کے مارسلیس کو بھیجی گئیں جواب بھی سائنٹ ویکٹر کے گرجا میں دکھائی جاتی ہیں۔ اِسکی تصدیق تاریخ طبری سے بھی ہوتی ہے۔ اُس میں لکھا ہے کہ قتادہ نے روایت کی ہے کہ جب ابن عباس حبیب بن مسلمہ کے ساتھ جہاد پر گئے تو وہ کہف پر گذرے اور اُس میں کچھ ہڈیاں تھیں۔ ایک شخص نے کہا کہ یہہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ہیں۔ ابن عباس نے کہا کہ انکی ہڈیاں تو تین سو برس سے زیادہ ہوا کہ یہاں نہیں رہیں۔

بہرحال جب اُس ظالم بادشاہ نے اُس کھوہ کا مُنہہ بند کرا دیا تو یہ بیچارے اُس میں بند ہو گئے اور مر گئے ایک زمانۂ دراز کے بعد خواہ وہ زمانہ دو سو برس کا ہو یا ڈھائی سو برس کا یا تین سو برس کا یا تین سو نو برس کا کسی شخص نے اُس کھوہ کے مُنہہ کو کھولا جیسا کہ اکثر روایتوں میں بیان ہوا ہے۔ اِس میں بھی کچھ شک نہیں ہوسکتا کہ اُن لوگوں کے پاس جو کھوہ میں گئے تھے اُس زمانہ کے سکہ کے روپیے موجود تھے اور جس شخص نے اُس کا مونہہ کھولا تھا اُس نے وہ روپیے پائے ہونگے اور جب بازار میں لیگیا لوگوں نے چرچا کیا ہوگا کہ اُسنے خزانہ پایا ہے حاکم تک اُسکو پکڑ کر لے گئے ہونگے اور اُسنے تمام قصہ پہاڑ کی کھوہ میں لاشوں کے ہونیکا اور وہاں سے روپیہ ملنے کا بیان کیا ہوگا اور پھر وہاں کے حاکم

www.poetrymania.com©

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿١٥﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا
يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ
لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿١٦﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ
ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ذٰلِكَ
مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ
وَلِيًّا

اور شہر کے لوگ اُنکے دیکھنے کو آئے اور جانا کہ یہ اُن لوگوں کی لاشیں ہیں جو دقیوس قیصر کے ظلم سے بھاگ گئے تھے راویوں اور لوگوں نے اِس اصلی واقعہ کو اسطرح پر بنالیا کہ اصحاب کہف کئی سو برس بعد سونے سے اُٹھے یا مردہ سے زندہ ہوگئے اور انہیں میں کا ایک شخص روپیہ لیکر بازار میں آیا اور چرچا ہوا اور سب لوگ پہاڑ کی کھوہ پر گئے۔ پھر کسی نے کہا وہ زندہ تھے ایک آدہ بات کہہ کر مرگئے کسی نے کہا کہ مسلم بغیر کسی نقصان کے لاشیں تھیں مگر اُس میں ارواح نہ تھی۔ ایسے واقعات میں اِس قسم کی افواہیں اُڑا کرتی ہیں اور رفتہ رفتہ روایتیں بنجاتی ہیں اور کتابوں میں لکھی جاتی ہیں اور مذہبی لگاؤ سے لوگ اُسکو مقدس سمجھتے ہیں اور معجزہ اور کرامات قرار دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں جسقدر اِس قصہ کا بیان آیا ہے وہ بالکل سیدہا اور صاف ہے بلکہ خدا نے اُس قصہ کو اسی مقصد سے بیان کیا ہے کہ جو غلط باتیں اور عجائبات اُس قصہ کے ساتھ مشہور تھے اُنکی غلطی ظاہر ہو یا اُنکی تکذیب کیجاوے اور بتادیا جاوے کہ اصل واقعہ کیا ہے۔

مگر افسوس ہے کہ مفسرین نے جنکے کان اِنہی پُرانی افواہی روایتوں سے بھرے ہوئے تھے اور عیسائی بھی اور اُنکے سوا عرب اور ایشیا کے لوگ بھی اُس قصہ کو عجائبات یا کرامت اور معجزات کے طور پر بیان کرتے تھے قرآن مجید کی آیتوں کی بھی وہی تفسیر کی جس سے خود خدا انکار کرتا تھا۔ فمثلهم کمثل الذی فسّر

www.poetrymania.com©

پھر کون ہے زیادہ ظالم اُس شخص سے کہ بہتان باندھ لے اللہ پر جھوٹا ⑭ اور جب تم
اُنسے الگ ہو جاؤ اور اُن سے جنکی سوای خدا کو وہ عبادت کرتے ہیں تو چل رہو پہاڑ کی کھوہ میں
تاکہ پھیلا دے تمہارے لئے تمہارا پروردگار اپنی رحمت کو اور مہیا کرے تمہارے لئے تمہارے
کاموں میں آسانی کو ⑮ اور تو دیکھے آفتاب کو جبکہ وہ طلوع کرے جھکتا ہے اُنکے کہف سے
داہنی طرف اور جب غروب کرے تو اُن سے کترا جاتا ہے بائیں طرف اور وہ کشادہ جگہ میں ہیں
کہف کی یہ ہے اللہ کی نشانیوں میں سے جسکو ہدایت کرے اللہ پھر وہی ہے ہدایت پانیوالا اور جسکو
گمراہ کرے اللہ پھر ہرگز نہ پاویگا تو اُسکے لئے دوست

القول بما لا یرضی قائلہ۔

تمام مفسرین کی سوائے معتزلہ کے یہ عادت ہے کہ اپنی تفسیروں میں محض بے سند اور واہی روایتوں کو بلا تحقیق لکھتے چلے جاتے ہیں اور ذرا بھی تحقیق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ علاوہ اِس کے اونہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہر ایک سیدھی سادی بات کو بھی ایک حیرت انگیز طریقہ پر اور عجائبات و کرامات کے نمونہ پر بیان کریں۔ اُسی عادت کے موافق اصحاب کہف کے قصہ میں بھی عجیب و غریب باتیں ملا دی ہیں مگر قرآن مجید اُن سب کو غلط بتاتا ہے۔

اب ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی اُن آیتوں کی جو اصحاب کہف کے قصہ سے متعلق ہیں تفسیر لکھیں اور یہ دکھلائیں کہ قرآن مجید میں اُنکا قصہ کسقدر اور کسطرح بیان ہوا ہے اور مفسرین اُن آیتوں کی تفسیر میں کیسے دھوکہ میں پڑ گئے ہیں واللہ المستعان۔

یہ آیتیں جنکی ہم تفسیر لکھنی چاہتے ہیں نہایت صاف ہیں اول تو خدائے تعالیٰ نے اصحاب کہف کے باایمان ہونیکا ذکر کیا ہے اور اِن لفظوں سے کہ ہم نے اُنکو زیادہ ہدایت کی تھی اور مضبوط کر دیا تھا اُنکے دلوں کو اُنمیں اس واقعہ کا بیان ہے جبکہ ایک جابر اور بت پرست بادشاہ نے اُنکو بلایا اور وہ اُسکے سامنے کھڑے ہوئے اور اُس نے بت پرستی پر مجبور کیا اور وہ اپنے مذہب پر مستقل رہے اور اُنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ہم نہیں پکارنے اُسکے سوا کسی کو معبود۔ اسکے بعد

www.poetrymania.com©

مُّرْشِدًا ﴿۱۶﴾ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ وَنُقَلِّبُهُمْ
ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ
لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۷﴾
وَكَذَٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ

اس بات کا ذکر ہے کہ وہ اُن مشرکین سے الگ ہوکر ایک پہاڑ کی کھو میں جا چھپے۔

(۱۶) اِس آیت میں خدائے تعالیٰ نے اُس کھوہ یعنی کہف کا حال بتایا ہے جس میں اصحاب کہف جاکر چھپے تھے کہ جب آفتاب طلوع کرتا ہے تو کھوہ کی واہنی طرف مائل ہوتا ہے اور جب غروب کرتا ہے تو اُسکو کاٹتا ہوا بائیں طرف جاتا ہے اور اُس کھوہ یعنی کہف کی چوڑی جگہ میں اصحاب کہف جاکر رہے۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کہف یعنی پہاڑ کی کھو میں بالکل اندھیارہتا تھا اور اُس کہف کا مونہہ شمال کی جانب تھا۔ اور لوگون نے بھی اُسکے مونہہ کو جانب بنات النعش کہا ہے جو آسمان پر جانب شمال چند کواکب ہیں پس اگر کوئی شخص اپنا منھہ شمال کی جانب کر کے کھڑا ہو تو مشرق واہنی ہاتھ کی طرف ہوگی اور مغرب بائیں ہاتھ کی طرف اور سورج جو مشرق سے نکلے گا اُسکو کاٹتا ہوا بائیں ہاتھ کی طرف غروب ہو جاویگا۔

پہاڑیں جو اِس قسم کی کھوہ ہوتی ہے وہ دور تک لمبی اور تنگ چلی جاتی ہے اور کسی مقام پر چوڑی ہو جاتی ہے اُسی چوڑی جگہہ پر خدا نے فرمایا ہے کہ "وهم فی فجوة منه یعنی اصحاب کہف اُس کھوہ کی چوڑی جگہہ میں تھے۔

اُسکے بعد خدا فرماتا ہے کہ یہ ہیں اللہ کی نشانیوں میں سے جسکو خدا ہدایت کرے وہی ہدایت پانیوالا ہے اور جسکو گمراہ کرے پھر تو اُسکا کوئی دوست راہ بتانیوالا نہیں پاویگا۔

اگر کوئی یہ سمجھے کہ خدا تعالیٰ نے اصحاب کہف کو یا اُس پہاڑ کی کھوہ کو یا اصحاب کہف کے وہان جاکر رہنے کو اللہ کی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے تو یہ محض غلطی ہوگی کیونکہ اُسکے آگے جو الفاظ ہیں کہ من یهد الله فهو المهتد ومن یضلل فلن تجد له ولیا مرشدا۔ وہ صاف بتلاتے ہیں کہ اصحاب کہف جو اپنے ایمان پر اور خدا

www.poetrymania.com©

راہ بتانیوالا (۱۶) اور تو گمان کرے اُنکو جاگتا ہوا اور وہ سوتے ہیں اور ہم اُنکو بدل دیتے ہیں داہنی کروٹ اور بائیں کروٹ پر اور اُنکا کُتا اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے کھوہ کے دہانہ پر اگر تو جھانک کر اُنکو دیکھتا تو اُلٹا پھر کر اُنسے بھاگتا البتہ چھا جاتا تجھپر اُنسے رعب (۱۷)

اور اسی طرح ہمنے اُنکو اُٹھایا (یعنی جگایا)

پرستی پر مستحکم رہے اور خدا نے نہایت سختی اور جبر میں بھی جو بت پرست بادشاہ کی طرف سے بتون کے پوجنے پر ہوتے تھے اُنکے دلونکو مضبوط رکھا اُسکی نسبت خدا نے فرمایا ذٰلك من اٰيات الله۔

(۱۷) اِس آیت میں خدا تعالیٰ اصحاب کہف کی حالت بیان کرتا ہے کہ تو اُنکو (یعنی اگر دیکھے تو) گمان کرے کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم اُنکو دائیں کروٹ اور بائیں کروٹ پر بدل دیتے ہیں اور اُنکا کُتا کھوہ کے دہانہ پر ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اِس سے پہلے اصحاب کہف کا پہاڑ کی کھوہ میں جانا بیان کیا ہے اُسکے بعد اُس کھوہ کی حالت بیان کی ہے اور اب اصحاب کہف کی حالت بیان فرمائی ہے پس یہ حالت اُسی وقت کی ہے جبکہ اصحاب کہف کھوہ میں گئے تھے نہ زمانہ موجودہ کی یا اُسکے کسی زمانہ ممتد کے بعد کی تحسبهم ايقاظا کی نسبت مفسروں نے بہت سی بے اصل باتیں لکھی ہیں اِلّا قرآن مجید سے جو اُسکی وجہ پائی جاتی ہے وہ صرف خدا کا یہ فرمانا ہے کہ نقلبهم ذات اليمين وذات الشمال اور یہی بات سچ ہے وہ پتھریلی کھوہ میں جا کر سوئے تھے اور اُس کے سبب سے گھڑی گھڑی کروٹیں بدلتے ہونگے اور اُنکی اِس تکلیف کو خدا نے اسطرح پر ظاہر فرمایا ہے۔

اُس کے بعد خدا تعالیٰ اُس وحشت اور خوفناک حالت کو جس میں اصحاب کہف پہاڑ کی کھوہ میں جا کر چھپنے سے مبتلا ہوئے تھے بتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر تو اُنکو دیکھتا تو اُنسے اُلٹا بھاگتا اور تجھپر اُنسے رعب چھا جاتا مفسرین نے اِس آیت کی نسبت بھی بہت سی افواہی اور بے سند روایتیں لکھی ہیں اور اُنکی اِس حالت کو زمانہ ممتد ما بعد کی حالت قرار دیا ہے حالانکہ جسطرح خدا تعالیٰ نے اصحاب کہف کی اُسوقت کی حالت کو جب وہ پہاڑ کی کھوہ میں گئے تھے بیان کیا ہے اِسی طرح اُسی وقت کی اُنکی

www.poetrymania.com©

لِيَتَسَآءَلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ
بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوٓا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ
هَٰذِهِۦٓ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنظُرْ أَيُّهَآ أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ
وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ⑱ إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ
يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَن تُفْلِحُوٓا إِذًا أَبَدًا ⑲ وَكَذَٰلِكَ

وحشت انگیز حالت کو ظاہر فرمایا ہے۔

قرآن مجید کا سیاق کلام یہی ہے کہ جب کسی گذشتہ واقعہ پر متنبہ کرنا یا توجہ دلانا چاہتا ہے تو گذشتہ واقعہ کو موجود قرار دیکر خطاب کے لفظوں سے مخاطب کرتا ہے جیسے کہ "الم تر کیف فعل ربک باصحب الفیل"۔

پہاڑ کی کھوہ فی نفسہ ایک وحشت ناک جگہ ہوتی ہے ۱۸۷۰ء میں جبکہ میں لندن میں تھا تو ایک دوست سے ملنے برسٹل میں گیا جو ایک خوبصورت شہر ہے اُسکے قریب سمندر کی کھاڑی کے کنارے پر ایک چھوٹا سا پہاڑ کا ٹیبہ ہے اُسمیں ایک کھوہ ہے جس میں کسی اگلے زمانہ میں کوئی ہرمٹ یعنی عیسائی درویش رہتا تھا میں اُس کھوہ کو دیکھنے گیا غالباً وہ کچھ بہت بڑی نہ تھی کئی سو فٹ کی لنبی ہوگی مگر ایسی تنگ و تاریک تھی کہ کوئی چیز یہانتک کہ پاس کا آدمی بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جو شخص اُسکے دکھانیکو ہمارے ساتھ تھا مہربانی سے روشنی لایا کہ ہم روشنی کے ذریعہ سے اُسمیں جاویں۔ قریباً نصف راستہ ہمنے طے کیا ہوگا کہ اِس زور سے اور عجیب نفرت انگیز آواز سے ہوا آنی شروع ہوئی جسنے ہمکو پریشان کر دیا اور جو روشنی ہمارے ساتھ تھی وہ گل ہوگئی ہم آگے نہ گئے اور واپس چلے آئے معلوم ہوا کہ اُس کھوہ میں سمندر کی جانب کوئی سوراخ یا موکھا ہے اُسمیں سے یہ شدید ہوا آتی ہے جو شخص ہمارے ساتھ تھا اُسنے بیان کیا کہ تھوڑی دور آگے قریباً دو ڈھائی گز چوڑی ایک جگہ ہے اُسمیں ہرمٹ رہتا تھا میں سمجھتا ہوں کہ اِسی قسم کی جگہ پر سورہ کہف میں خدا تعالیٰ نے "وھم فی فجوۃ منہ" کا اطلاق کیا ہے

www.poetrymania.com©

تاکہ وہ آپس میں پوچھیں اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کتنی دیر تک رہے
(یعنی سوتے رہے) اُنہوں نے کہا کہ ہم رہے (یعنی سوتے ہوئے) ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم اُنہوں نے
کہا کہ تمہارا خدا خوب جانتا ہے جتنی دیر تم رہے (یعنی سوتے ہوئے) پھر بھیجو اپنے میں سے ایک کو اپنے
پاس سے چاندی کا یہ سکہ دیکر شہر کو تاکہ دیکھے کونسا اچھا کھانا ملتا ہے پھر تمکو لادے کھانا اُسمیں سے
اور جلد چلا آوے اور نہ خبر کرے تمہاری کسیکو (۱۸) بیشک وہ اگر چڑھ آوینگے تم پر تو پتھر مار کر
مار ڈالیں گے تمکو یا پھیر لیں گے تمکو اپنے مذہب میں اور پھر ہرگز نہ فلاح پاؤگے تم اُسوقت کبھی (۱۹) اور اسیطرح

(۱۸) و (۱۹) یہانتک صرف اسقدر بات قرآن مجید سے پائی گئی کہ اصحاب کہف اُس بت پرست بادشاہ کے خوف سے بھاگے اور پریشانی کی حالت میں ایک وحشت انگیز جگہہ میں جو پہاڑ کی تنگ وتاریک کھوہ تھی جاکر چھپے اور وہاں سو رہے پھر خدا نے اُنکو جگایا یعنی وہ جاگے جیسا کہ خداوند تعالی فرماتا ہے ""اور اسی طرح ہمنے اُنکو اُٹھایا تاکہ وہ آپس میں پوچھیں۔ اُنمیں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کتنا سوئے اُنہوں نے کہا ایک دن سوئے یا ایک دن سے کچھ کم وہ بولے کہ تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم کتنا سوئے""

پہاڑ کی کھوہ جس میں وہ جاکر چھپے تھے نہایت اندھیری تھی سورج کی روشنی اُس میں نہیں پہونچتی تھی یہ ایک معمولی بات تھی کہ جب وہ سوکر اُٹھے تو پوچھا کہ کسقدر سوئے اُس اندھیری کھوہ میں کسی نے کہا دن بھر یا کچھ کم سوئے جو کہ وہ لوگ بسبب اندھیری کے ٹھیک انداز نہیں کرسکتے تھے اُنہوں نے کہا خدا معلوم کتنا سوئے۔

یہ اُنکا سونا اور جاگنا پہاڑ کی کھوہ میں جا چھپنے کے بعد ایک معمولی زمانہ تک سوکر جاگنا تھا اور کوئی عجیب بات اسمیں نہ تھی اور نہ قرآن میں اس مقام پر یعنی اس قصہ میں جسکی نسبت خدا نے کہا ""نحن نقص علیک نباٴھم بالحق"" کوئی اشارہ اس بات کا ہے کہ اُنکا سوتے رہنا زمانہ طویل غیر عادی اور غیر قیاسی اور غیر طبعی تک ہوتا بلکہ تمام سیاق سے پایا جاتا ہے کہ وہ کھوہ میں چھپے وہاں سو رہے اور معمولی قاعدہ پر اُٹھے آپس میں پوچھنے لگے

www.poetrymania.com©

اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا
اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ
قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱ سَيَقُوْلُوْنَ

کہ کتنا سوئے۔

بعض مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ ہرگاہ اُنکے اوٹھنے کی علت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ آپس میں سوال کریں کہ کتنا سوئے تو زمانہ نوم میں ضرور کوئی ندرت ہوگی اور اُس ندرت کو نوم زمانہ طویل قرار دیا ہے۔ مگر یہ اُنکی محض غلطی ہے ایک امر کے بعد دوسرے امر کو جو اُسکے متصل واقع ہوا ہو۔ لام کے ساتھ بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا امر اُسکی علت ہو قرآن مجید کا سیاق کلام ایسا ہی ہے کہ ایک واقعہ کے بعد جو دوسرا واقعہ ہوتا ہے اُسکو لام کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے جس سے محض تعقیب مراد ہے نہ علت چنانچہ قرآن مجید میں بہت جگہہ جسپر لام آیا ہے وہ ہرگز اپنے ماقبل کی علت نہیں ہے اسی سورہ میں خدا نے فرمایا ہے" ثم بعثناھم لنعلم ای الحزبین احصٰی لما لبثوا" پس خدا کا علم اُنکے زمانہ نوم کی نسبت اُنکے اُٹھنے کا معلول نہ تھا۔ اِسکے سوا اور بہت سے مقام قرآن مجید میں اس سے زیادہ صاف طور پر آئے ہیں جہاں خدا نے فرمایا ہے" وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول" اور جہان فرمایا ہے" وما کان لہ علیھم من سلطان الا لنعلم من یؤمن بالاخرۃ" اور جہان فرمایا ہے" فالتقطہ ال فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا" پس جبکہ اُنکے جگانیکی علت اُنکا باہم سوال کرنا نہ تھا جو دلیل ندرت زمانہ نوم کی اُن مفسرین نے سمجھی تھی گو وہ کیسی ہی لغو اور مہمل تھی مگر وہ باطل ہو جاتی ہے۔ یہ امر بھی انسانوں میں بہت واقع ہوتا ہے کہ سو کر اُٹھنے کے بعد پوچھتے ہیں کہ کتنا سوئے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اُنکے جاگنے کی علت سونے کی مدت کا سوال کرنا تھی۔

اصل یہ ہے کہ مفسرین اور روایت گڑھنے والوں کو اس وجہ سے غلطی پڑی ہے کہ ابتدا میں یعنی جس مقام پر خدا نے لوگوں کی غلط افواہ اور غلط تعجب کا ذکر کرتے وقت اُنکا قول نقل کیا تھا کہ" فضربنا علٰی اذانھم فی الکھف سنین عددا ثم بعثناھم" اور سنین عددا سے زمانہ ممتد مقصود تھا اُسی پر اُنھوں نے سمجھ لیا کہ کئی سو برس سونیکے بعد اُٹھے ہونگے حالانکہ اِس واقعی اور صحیح قصہ میں خدا تعالٰی نے اونکا سونا اور پھر جاگنا مسلسل

www.poetrymania.com©

خبردار کردیا ہمنے اُن پر لوگونکو تاکہ وہ (یعنی اصحاب کہف) جانیں کہ بیشک وعدہ للہ کا حق ہے اور قیامت آنیوالی ہے نہیں کچھ شک اُسمیں جبکہ وہ لوگ جھگڑتے تھے آپس میں اپنے کام میں تو اُنہوں نے کہا کہ بنادیں ہم اُنپر کوئی مکان (یعنی مقبرہ) اُنکا خدا اُنکے حال کو بخوبی جانتا ہے کہا اُن لوگوں نے جو غالب تھے اپنے کام پر البتہ بنادینگے ہم اُنپر ایک مسجد (۲۰) ایک گروہ کہیگا کہ (اصحاب کہف)

طور پر کھوہ میں جانیکے بعد بیان کیا ہے۔

شروع قصہ میں خود خدا تعالی نے قصہ کے عجیب ہونیکی نفی کردی تھی اور اُسکا عجیب ہونا صرف مدت دراز تک سوئے رہنے سے تھا اِس صحیح اور واقعی قصہ میں خدا تعالی نے انکا زمانہ دراز تک سوئے رہنے کا ذکر نہیں فرمایا پس اس مقام پر بھی اُس غلط شہرت کو داخل کرنا صریح غلطی ہے۔

جب وہ اُٹھے تو اُنھوں نے کہا کہ بھیجو اپنے میں سے ایک کو اپنے پاس سے چاندی کا یہ سکہ دیکر شہر کو تاکہ دیکھے کہ کونسا اچھا کھانا ملتا ہے اور اُسمیں سے تمہارے لیئے کھانا لاوے اور جلدی آدے اور کسی کو تمہاری خبر نکرے بیشک اگر وہ تمپر چڑھ آوینگے تو تمہر مارکر مارڈالیں گے یا تمکو اپنے مذہب میں پھیر لیں گے اور اُسوقت تم کبھی فلاح نہیں پانے کے۔

اِسکی تصریح قرآن مجید میں نہیں کہ وہ صرف ایک ہی دفعہ کھانا لینے گیا یا اِسی طرح متعدد دنوں تک کھانا لایا کرتا تھا مگر تفسیر معالم التنزیل میں محمد بن اسحق کی روایت لکھی ہے کہ "فلبثوا بذلك ما لبثوا" یعنی وہ اِسی طرح کرتے تھے جب تک کہ وہ کرتے رہے اور اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرصہ تک وہ اسیطرح اپنا کھانا شہر سے منگاتے رہے۔

(۲۰) اسکے بعد خدا فرماتا ہے کہ اسطرح ہمنے لوگون کو انکی خبر کردی مگر اسکے بعد خدا نے یہ نہ بتایا کہ ان لوگوں نے انکی خبر پاکر اُنکے ساتھ کیا کیا مگر یہ فرمایا تاکہ وہ جان لیں کہ بیشک وعدہ اللہ کا سچا ہے اور بیشک قیامت آنیوالی ہے اس میں کچھ شک نہیں۔

اِس مقام پر جو بحث ہے وہ یہ ہے کہ "لیعلموا" میں جو ضمیر ہے اُسکا مرجع کون ہیں عموماً مفسرین عام لوگوں کی طرف جنکو انکی خبر ہوگئی تھی اُسکا مرجع بیان کرتے ہیں مگر لوگوں کو انکی خبر ہوجانے سے کہ وہ پہاڑ کی کھوہ میں چھپے ہوئے ہیں اور "ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لا ریب فیہا" سے کیا تعلق ہے۔

www.poetrymania.com©

ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ
وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ
بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ
فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢١﴾ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿٢٢﴾ إِلَّا
أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي
لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ﴿٢٣﴾ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ

اگر کہا جاوے کہ انکی خبر ملنے کا واقعہ اسوقت کا ہے جبکہ وہ ایک مدت دراز تک سو کر اٹھے تھے تو اول تو انکے مدت دراز تک سوتے رہنے کی نفی ہو چکی اور اگر بالفرض تسلیم کیا جاوے تو بھی ایک مدت تک گو کہ وہ کتنی ہی دراز ہو سو کر اٹھنے سے اس بات کا کہ "وعد اللہ حق وان الساعۃ لاریب فیھا" کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

اور اگر بالفرض وہ اُس کھوہ میں مر گئے ہوں جیسے کہ بعض مورخین کا قول ہے اور تین سو برس بعد پھر زندہ ہوئے ہوں اور اُنکے دوبارہ زندہ ہونیکے بعد لوگوں کو خبر ہوئی ہو تو بھی انکا دوبارہ زندہ ہونا کسی نے نہیں دیکھا تو پھر کیونکر اُن لوگوں کو جنہوں نے انکی خبر سنی تھی قیامت اپنی حشر اجساد پر یقین ہو سکتا تھا۔
کچھ شبہ نہیں ہے کہ ضمیر لیعلموا کی خود اصحاب کہف کی طرف راجع ہے کہ جب انکو معلوم ہوا کہ لوگوں کو انکی خبر ہو گئی تو انکو یقین ہوا کہ اب وہ مارے جاوینگے پس خدا کا یہ فرمانا کہ لیعلموا ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لاریب فیھا اشارہ اس بات کا ہے کہ وہ مارے گئے کیونکہ اس بات کا جاننا کہ وعد اللہ حق جیسا کہ موت سے ہوتا ہے اور طرح نہیں ہو سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ "والذین امنوا وعملوا الصلحت سندخلھم جنات تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا ابدا وعد اللہ حقا ومن اصدق من اللہ قیلا"

پس تین مورخین کا یہ قول ہے کہ جب اُس بت پرست بادشاہ کو اُنکے پہاڑ کی کھوہ میں چھپے ہونیکی خبر ہوئی تو اُسنے اُس کھوہ کا مونہہ بند کروا دیا تاکہ وہ بھوکے اور پیاسے اُسمیں مر جاویں اور وہ کھوہ اُنکے لئے بمنزلہ قبر کے ہو جاوے چنانچہ وہیں مر گئے بہت صحیح و درست معلوم ہوتا ہے اور قرآن مجید سے اُسکی تائید ہوتی ہے۔
مذکورہ بالا واقعہ کئی سو برس بعد پہاڑ کی کھوہ کا مونہہ جو بند کر دیا گیا تھا کھل گیا اور اُس کھوہ میں انکی لاشیں جو صرف ہڈیاں باقی تھیں معلوم ہوئیں اور ضرور کھوہ کے اندر بموجب قاعدہ علم مناظر کے پوری لاشیں دکھائی دیتی ہونگی اُحسن

www.poetrymania.com©

تین شخص ہیں اور انمیں چوتھا اُنکا کتا ہے اور ایک گروہ کہیگا کہ وہ پانچ ہیں اور اُنمیں چھٹا اُنکا کتا ہے تیر مارنا بن دیکھے یعنی بغیر جانے اٹکل پچو بات کہنا اور ایک گروہ کہیگا کہ سات ہیں اور اُنمیں آٹھوان اُنکا کتا ہے کہدے اے پیغمبر کہ میرا پروردگار خوب جانتا ہے اُنکی تعداد کو نہیں جانتے اُنکو مگر تھوڑے سے ⑳ پھر تو جھگڑا مت کر اُنکے باب میں سوائے ظاہری بات چیت کے اور نہ پوچھ اُنکے باب میں اُنمیں سے کسی ایک سے کچھ ㉒ اور تو ہرگز مت کہہ کسی چیز کیلئے کہ البتہ میں اُسکو کرونگا کل بغیر ان شاء اللہ کہے اور یاد کر اپنے پروردگار کو جب تو بھول جاوے کہہ توقع ہے کہ ہدایت کرے مجھکو میرا پروردگار اِس سے بھی قریب ٹھیک بات کی ㉓ اور رہیں گے وہ لوگ کہ وہ رہے اپنے کہف میں

وقت لوگوں نے انکی زیارت کی اور جیسے کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ اُسوقت آپس میں اُنکے باب میں جھگڑا کرنے لگے۔ پھر اُنہوں نے کہا کہ اُنکے اوپر کوئی مکان یعنی مقبرہ بنادو کیونکہ خدا اُنکے حال کو بخوبی جانتا ہے۔

اُن لوگوں نے جو اُن کہنے والوں کے کام پر غالب رہتے تھے یعنی حاکم یا پادری اُنہوں نے کہا کہ اُنکو قرار دینگے مسجد یعنی عبادت گاہ۔ چنانچہ بعض انگریزی کتابوں میں جنمیں یہ قصہ بیان ہوا ہے لکھا ہے کہ اُنکی ہڈیاں ایک بڑے پتھر کے صندوق میں بند کرکے مارسیلیس کو بھیج گئی تھیں اور سینٹ وکٹر کے گرجا میں موجود ہیں۔

(۲۱-۲۲) اس بات میں کہ اصحاب کہف کے کے آدمی تھے لوگ مختلف تھے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ کہیں گے (یعنی جب اُنسے پوچھو) کہ تین تھے اُنمیں چوتھا اُنکا کتا تھا اور کہیں گے پانچ تھے اور اُنمیں چھٹا اُنکا کتا تھا بن نشانہ دیکھے پتھر مارتے ہیں اور کہیں گے سات تھے اور اُنمیں آٹھواں اُنکا کتا تھا تو کہدے اے پیغمبر میرا پروردگار خوب جانتا ہے اُنکی تعداد کو اُنکو نہیں جانتے مگر تھوڑے۔ پھر تو اُنسے اُنکے باب میں جھگڑا مت کر سوائے ظاہری بات چیت کے اور نہ اُنکے باب میں اُنمیں سے کسی ایک سے کچھ پوچھ۔

(۲۳) اس آیت میں خدا نے اپنے پیغمبر سے کہا ہے کہ تو کبھی نہ کہنا کسی چیز کے لئے کہ میں اُسکو کل کرونگا بغیر خدا چاہے کہے اور یاد کر اپنے پروردگار کو جب تو بھول جاوے اور کہدے کہ شاید ہدایت کرے مجھکو میرا پروردگار اِس سے بھی قریب زیادہ ٹھیک بات کی۔

تمام مفسرین نے اس آیت کے معنی بیان کرنے میں غلطی کی ہے اور اُسکا سبب یہ ہے کہ جو غلط

www.poetrymania.com©

ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ

شان نزول قصہ اصحاب کہف کی بیان کی ہے اسکے سبب سے اِس آیت کی تفسیر میں بھی غلطی واقع ہوئی ہے۔

تمام مفسرین قصہ اصحاب کہف کی شان نزول میں لکھتے ہیں کہ نضر بن الحارث اور عقبہ بن ابی معیط مدینہ کے یہودیوں کے احبار یعنی علماء کے پاس گئے اور آنحضرتؐ کے حالات اُنسے کہے اُن لوگوں نے کہا کہ تم اُنسے تین سوال کرو اگر وہ جواب دیں تو نبی ہیں اور نہیں تو نہیں۔

ایک یہ کہ چند جوان جو اگلے زمانہ میں گذرے اُنکا کیا حال ہے۔

ایک یہ کہ اُس شخص کی جو بڑا پھرنے والا تھا اور زمین کے مشرق اور مغرب تک پہونچا تھا اُسکے حالات کیا ہیں۔

ایک یہ کہ روح کیا ہے۔

پہلے سوال کے جواب میں اصحاب کہف کا قصہ نازل ہوا۔ مگر ہمارے نزدیک نہ اِس تمہید کی جو مولانا کر نیکے باب میں بیان ہوئی ہے کوئی سند ہے اور نہ اِس بات کی طرف کہ اصحاب کہف کے قصہ کی نسبت کسی نے سوال کیا تھا کوئی اشارہ ہے۔ ذوالقرنین کا حال اور روح کی ماہیت بلاشبہ لوگون نے آنحضرت صلعم سے پوچھی تھی۔ اور قرآن مجید میں اُسکی طرف اشارہ ہے جہان فرمایا ہے" یسئلونک عن ذی القرنین یسئلونک عن الروح" مگر اصحاب کہف کے قصہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے پایا جاوے کہ وہ قصہ آنحضرت صلعم سے کسی نے پوچھا تھا۔ معہذا نبی ہونے کی شناخت اِن سوالون کے جواب پر منحصر کرنا کیسی ایک لغو اور بیہودہ بات ہے۔

اس روایت میں ایک صریح غلطی یہ ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ یہودیوں کا یا یہودی مذہب کا قصہ نہیں ہے بلکہ عیسائی مذہب کے لوگون کا قصہ ہے پس اُسکی نسبت علماے یہود سے پوچھنا یا علماے یہود کا اُسکی نسبت سوال بتانا اور اُسکے جواب پر آنحضرت صلعم کا نبی ہونا منحصر کرنا کیسا غلط ہے۔

علاوہ اِسکے یہ قصہ کچھ بہت پرانا قصہ نہیں آنحضرت صلعم کے زمانہ سے تھوڑے زمانہ پہلے کا ہے جیسے کہ آئندہ معلوم ہوگا۔ معہذا یہ قصہ عرب جاہلیت کو بھی معلوم تھا جیسے کہ امیہ بن ابی الصلت جاہلی

www.poetrymania.com©

تین سو برس

شعر سے پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے ؎

ولیس بہا الا الرقیم مجاورا	وصیدھم والقوم فی الکھف ھمّد

پس ایسے قصہ کو پوچھنا اور اسپر نبی ہونیکو منحصر کرنا کسی طرح سمجھنے کے قابل نہیں ہے۔

علاوہ اسکے خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہے کہ قبل اسکے کہ خدا تعالیٰ اس قصہ کی حقیقت بتلاوے آنحضرت صلعم اس قصہ کو مع اُن عجائبات کے جو لوگون نے اُسمیں شامل کر دیے تھے سُن چکے تھے اور متعجب ہوئے تھے خدا نے کہا اے محمدؐ کیا تو نے سمجھا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم میری عجیب نشانیوں میں سے تھے اور جب تک کہ آنحضرت نے وہ قصہ مع اُن عجائبات کے جو لوگون نے اُسمیں شامل کر لیے تھے۔ نہ سُن لیا ہو تو خدا کا یہ فرمانا کہ کیا تو نے اسکو عجیب سمجھا ہے صحیح نہیں ہو سکتا بے جانی ہوئی چیز پر نہیں کہا جا سکتا کہ کیا تو نے اسکو عجیب جانا ہے۔

یہ کہانی کہ قریش نے احبار یہود کے کہنے سے آنحضرت صلعم سے تین سوال کیے تھے اور آپ نے فرمایا کہ میں کل اسکا جواب دونگا مگر انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہا اور پندرہ روز تک نہ جبرئیل آئے نہ وحی لائے اور قریش الیسی ویسی باتیں بنانے لگے اور آنحضرت ملول و متفکر ہوئے محض غلط اور ساختہ کہانی ہے اور حدیث کی کسی معتبر کتاب میں یہ روایت نہیں ہے۔

لوگون کی عادت ہے کہ جہاں قرآن مجید کی کسی آیت میں اس قسم کا کوئی لفظ دیکھا جسپر کوئی قصہ مبنی ہو سکتا ہے اُسکی مناسبت سے ایک قصہ روایت کرنے لگے اور ہمارے مفسرین نے اُن روایتون کو اپنی تفسیروں میں نقل کرنا شروع کیا۔ اسی سورۃ میں جو یہ آیت ہے کہ "اور تو کبھی نہ کہنا کسی چیز کے لئے کہ میں اسکو کل کرونگا بغیر انشاء اللہ کہے اور یاد کر اپنے پروردگار کو جب تو بھول جاوے" اس آیت سے لوگوں نے یہ قصہ بنایا کہ قریش نے یہ قصہ پوچھا تھا اور آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میں کل جواب دونگا مگر انشاء اللہ نہیں کہا تھا اسپر خدا ناراض ہو گیا اور دو ہفتہ تک وحی نہیں بھیجی نعوذ باللہ من ہذہ الشطحیات۔

اول تو غدًا کے معنی کل کے یعنی دوسرے دن کے قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ غدًا اور غدًا کا استعمال

www.poetrymania.com©

وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۴﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ
حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۵﴾ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ

زمانۂ مستقبل غیر معین وغیر محدود پر ہوتا ہے خدا نے سورۂ لقمان میں فرمایا ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کریگا پس غد کے لفظ سے جسکا ترجمہ کل (اور فردا) ہے دوسرا دن مراد نہیں ہے بلکہ اُس سے زمانۂ مستقبل یعنی آنیوالا زمانہ مراد ہے مطلب یہ ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ آیندہ وہ کیا کریگا۔

زمانۂ جاہلیت میں بھی غد کے لفظ کا اس معنی میں استعمال ہوتا تھا جیسے کہ زیاد ابن معاویہ المعروف بالنابغۃ الذبیانی جاہلی شاعر نے کہا ہے ؎

	ان کان تفریق الاحبۃ فی غدٍ		لا مرحبًا بغدٍ ولا اھلا بہ	

پس اس آیت میں جو لفظ غداً کا ہے اُسکے معنی دوسرے دن کے نہیں ہیں خدا نے فرمایا کہ جب تم آیندہ زمانہ میں کسی کام کے کرنیکو کہو تو اُسکے ساتھ انشاء اللہ کہہ لیا کرو۔ لوگوں نے اس خیال سے کہ یہ آیت سورۂ کہف کی آیتوں میں شامل ہے اور غداً کا لفظ اُسمیں آیا ہے اور لوگوں کا ذوالقرنین کی نسبت اور روح کی نسبت بھی سوال کرنا قرآن میں مذکور ہے ایک روایت جسکی کوئی سند نہیں ہے بنا گھڑی کی اور ہمارے مفسروں نے اپنی تفسیروں میں نقل کرنا شروع کر دیا۔

خدا تعالیٰ نے اس مقام پر اصحاب کہف کے قصہ کو اخیر تک بیان نہیں کیا بلکہ صرف اُسی قدر بیان کیا ہے جہانتک اُس بات سے علاقہ رکھتا ہے جس سے اس قصہ کا عجیب وغریب اور مافوق الطبیعت ہونا لوگوں نے بیان کیا ہے باقی قصہ کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ اُسکے بیان کی ضرورت نہ تھی اس لئے جس مقام پر اُس قصہ کو چھوڑا اپنے پیغمبر کو نصیحت کی نسبت کہ جو کام آیندہ کو کرنا ہو بغیر انشاء اللہ کہے مت کہو کہ میں کرونگا اور اگر انشاء اللہ کہنا بھول جاوے تو اُسکو یاد کر لے یعنی یاد آنے پر کہہ لے۔ یہ جملہ اس مقام پر اسلئے فرمایا کہ خدا نے قصہ کو نا تمام چھوڑکر اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ یہ کہدے کہ ہدایت کرے مجکو میرا پروردگار اس سے بھی قریب زیادہ ٹھیک بات کی یعنی جو قصہ باقی رہ گیا ہے اُسکو بھی تحقیق طور پر بتا دینے کی اور اِسی کے بعد فرما دیا کہ

www.poetrymania.com©

اور اُنھوں نے زیادہ کئے نو برس ﴿۲۴﴾ کہدے کہ اللہ خوب جانتا ہی کہ کتنی مدت رہے، اُسی کیلئے ہے علم غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔ خوب دیکھنے والا ہی اُنکو اور سننے والا نہیں ہی اُنکے لئے اُسکے سوا کوئی دوست اور وہ نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسیکو ﴿۲۵﴾ اور پڑھ سُنا جو کچھ کہ ہمنے وحی بھیجی ہے

خدا کو معلوم ہے کہ وہ کہف میں کتنی مدت رہے۔ غرضکہ جو شان نزول مفسرین نے بتائی ہے وہ صحیح نہیں ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ قاضی عبدالجبار معتزلی نے بھی اس شان نزول پر اعتراض کیا ہے کہ یہہ شان نزول صحیح نہیں ہے۔

﴿۲۴﴾ ﴿۲۵﴾ چوبیسویں آیت میں جو لفظ "ولبثوا" کا ہے اُسکا عطف "یقولون" پر ہے جو اسکی پہلی آیت میں ہے یعنی کہیں گے کہ وہ رہے پہاڑ کی کھوہ میں تین سو برس اور اُنھوں نے زیادہ کئے (یعنی اُس پر) نو برس تو کہدے کہ خدا خوب جانتا ہے کہ کتنی مدت وہ رہے اُسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی باتوں کا جاننا خوب دیکھنے والا ہے اُسکا یعنی غیب کا اور خوب سننے والا اُسکے سوا اُنکے لئے کوئی دوست نہیں ہے اور وہ شریک نہیں کرتا اپنے حکم میں کسی کو۔

اِس آیت سے ظاہر ہے کہ اصحاب کہف کسی مدت تک پہاڑ کی کھوہ میں رہے اور اِس کہنے سے لازم آتا ہے کہ وہ کسی مدت کے بعد پہاڑ کی کھوہ میں سے نکلے مگر کوئی مورخ اِس بات کو نہیں کہتا کہ وہ کسی زمانہ میں پہاڑ کی کھوہ میں سے زندہ نکل کر کہیں رہے ہوں اور نہ کسی روایت میں ایسا بیان ہوا ہے پس جس مدت کا اِس آیت میں ذکر ہے اُس سے وہی مدت مراد ہے جو اُنکے پہاڑ کی کھوہ میں جانے اور اُنکی ہڈیوں کو اُس میں سے نکالنے میں گذرا بیشک اِس زمانہ کی مدت ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں ہے لیکن جہانتک کہ تاریخ سے معلوم ہو سکتا تھا اُسکو ہم بیان کر چکے ہیں۔

یہ ہے صحیح قصہ اصحاب کہف کا بعض لوگوں کو جہاں کہیں پرانی لاشیں برآمد ہوئی ہیں شبہ پڑا ہے کہ یہ لاشیں اصحاب کہف کی ہیں معجم البلدان میں یاقوت حموی نے ایک قصہ لکھا ہے کہ واثق باللہ نے محمد بن موسیٰ نجومی کو روم میں بھیجا کہ وہ اصحاب کہف کو دیکھے اور وہ روم کے ایک شہر میں گیا وہاں ایک چھوٹا سا پہاڑ تھا کہ اُسکا گھیر نیچے سے ہزار گز سے کچھ کم تھا اور زمین سے ملی ہوئی اُس میں ایک سُرنگ

www.poetrymania.com©

اِلَیۡكَ مِنۡ كِتَابِ رَبِّكَ

تھی وہ اُسمیں گیا اور وہ تین سو قدم نیچے چلے گئے وہاں پہونچکر اُسکو ایک مکان ملا جو ستونوں پر بنایا ہوا تھا اور ستون بھی پہاڑ ہی میں سے کھودے ہوئے تھے اور اُسمیں کئی کوٹھریاں تھیں ایک کوٹھری کی کرسی آدمی کے قد کے برابر اونچی تھی اور اُسپر ایک پتھر کا دروازہ تھا وہاں ایک آدمی متعین تھا وہ ان لاشوں کے دیکھنے اور تلاش کرنیکو منع کرتا تھا اور ڈرتا تھا کہ کچھ آفت لگ جائیگی منجم نے اُسکے منع کرنیکو نہ مانا اور نہایت مشکل اور دقت سے اُسکے اوپر چڑھا وہاں اُسنے لاشیں دیکھیں جو صبر اور مُر اور کافور سے لیپ کئے ہوئے رکھی تھیں۔

ایک اور قصہ ہے کہ بلقا رمیں بطراف دمشق ایک جگہہ عمان کے قریب ہے لوگ کہتے ہیں کہ وہ جگہہ اصحاب کہف والرقیم کی ہے۔

اور ایک یہ قصہ ہے کہ اندلس کے جنگل میں ایک جگہہ ہے جسکو جنان الورد کہتے ہیں اور اُسی کو اصحاب الکہف والرقیم کی جگہہ بتاتے ہیں اور وہاں لاشیں ہیں کہ وہ بگڑتی نہیں۔

ایک اور قصہ ہے کہ علی بن یحیٰی اُملی کے ملک میں ایک جگہہ گیا اُسنے غار دیکھا اور اُسکے اندر تیرہ لاشیں تھیں اور یہ خیال کیا کہ سات لاشیں تو اصحاب کہف کی ہیں اور باقی لاشیں اہل روم نے اپنے بزرگوں کی صبر اور اَدْوِیا میں مل کر رکھدیں ہیں۔

عبادہ بن صلت سے ایک روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اپنے پہلے سال خلافت میں اُسکو روم میں بھیجا قریب قسطنطنیہ کے اُسنے ایک سُرخ رنگ کا پہاڑ دیکھا اور لوگوں نے کہا کہ اُس میں اصحاب الکہف ہیں وہاں ایک گرجا تھا گرجا کے لوگوں نے ایک سُرنگ بتائی جو پہاڑ میں تھی وہ مجھکو وہاں لے گئے اور وہاں ایک لوہے کا دروازہ لگا ہوا تھا وہ کھولا تو ہم ایک بڑے مکان میں پہونچے اُسمیں تیرہ لاشیں چت رکھی ہوئی تھیں گویا کہ وہ سوتے ہیں ہمنے اُنکا مونہہ کھول کر دیکھا تو وہ بالکل تر و تازہ تھا جیسا کہ زندہ آدمیوں کا۔ ایک شخص کے مونہہ پر تلوار کا زخم تھا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی زخم لگا ہے۔ میںنے اُن لوگوں سے اُنکا حال پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں کہ یہہ لاشیں حضرت عیسٰی کے مبعوث ہونے سے چار سو برس پہلے سے ہیں اور یہ سب ایک وقت میں انبیا

www.poetrymania.com©

تیرے پاس تیرے پروردگار کی کتاب

مبعوث ہوئے تھے اسکے سوا اور کچھ ہم نہیں جانتے۔

سنہ ۱۸۸۶ء میں جب ایک انگریزی کمیشن افغانی اور روسی حد مقرر کرنیکو ترکمانون کے ملک میں گیا تو اسوقت ایک شخص نے ایک پہاڑ کا جسکا نام اُسنے کوہ رقیم لیا ہے اس طرح حال لکھا ہے۔

کوہ رقیم جس میں سات شخص خوابیدہ ہیں یہ زیارت مسلمانون کی ہے اور ہمارے کیمپ سے چار میل جنوب و غرب کو وادی حراق میں ہے کیمپ کے مسلمان اُسکی طرف چلے اور میں بھی گھوڑے پر سوار معہ صوبیدار محمد حسین خان صاحب دوسری پلٹن سکھ کے گیا۔ اہل اسلام اس مقام کو اس لئے متبرک مانتے ہیں کہ اصحاب کہف کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اس پہاڑ کو جسمیں یہ زیارت واقع ہے یہان کے باشندے چہار شنبہ بھی بولتے ہیں اور اُسکے نواح میں پہلے کسی زمانہ میں ایک آبادی قشلان نام کی تھی جس میں ۹ ہزار باشندے بستے تھے شاید کسی مقام پر شہر فسوس بھی ہوگا جسکا ذکر قصۂ اصحاب کہف میں کیا جاتا ہے کہ ایک شخص منجملہ ان سات شخصون کے شہر فسوس میں گیا تاکہ روٹی خرید لاوے لیکن اسکا صحیح پتہ مشکل ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ مقام (التیمور) میں تھا جو جنوبی جانب پہاڑ و نمیں ہے اور جہان اب تک ایک قطعہ موجود ہے فی الحال اس قطعہ کی سیر ممکن نہیں کیونکہ برف بہت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مقام مچکو میں تھا جو چہار شنبہ سے مشرق کیطرف سات میل کے فاصلہ پر ہے واقعی مچکو ایک آباد جگہ تھی اور بڑا موضع تھا جسکو ترکمانون نے غارت کر کے اُجاڑ دیا ہے۔ یہ مقام درمیان مرو چک اور اندخوی کے ہے۔ کوہ رقیم پر اسوقت بیس خاندان سیدون کے آباد ہیں اور ایک موضع خاص سادات کا غار کے مونہہ پر واقع ہے آگے بڑھکر ایک اور موضع ڈہائی سو خاندان کی آبادی کا ہے۔ یہ پہاڑ ایک تنگ وادی میں ہے اور جس میں مجاورین تردد کرتے ہیں وہ اُنکو معاف ہے۔ علاوہ اسکے جو لوگ زائرین یہان آتے ہیں وہ مجاورین کی خدمت کرتے ہیں یہان ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور غار کے مونہہ پر ایک محراب دار دروازہ بیس فٹ بلند بنا ہوا ہے اور اُسپر ایک چوب بطور نشان ایستادہ ہو کر ایک کپڑا اسمین لگا ہوا اُڑتا ہے۔ اس غار کے چارونطرف ایک وسیع قبرستان ہے جو شخص مرتا ہے یہیں لا کر دفن ہوتا ہے اسی وجہ سے کہ یہ پہاڑ متبرک ہے۔ غار کے مونہہ سے دس بارہ گز کے فاصلہ پر ایک طرف

www.poetrymania.com©

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ
مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ
وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ
اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۷﴾
وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ

تہ خانہ ہے تہ خانہ میں دور چلکر ایک دروازہ مٹی سے چھپا ہوا ہے سیدون نے کہا کہ یہ سیدھا راستہ مکہ کا ہے مگر قدرت اسکو کہولنی نہیں دیتی جب مٹی ہٹاتے ہیں اور مٹی یہاں گرجاتی ہے دہنی طرف ایک تاریک حجرہ میں ایک زینہ لگا ہے اور اسمیں تختے بچھے ہیں اور یہاں سے راستہ خفتگان کا بند کر دیا ہے۔ سیدون نے بہت کچھ کرامات اصحاب کہف کی بیان کی اور کہا اصحاب موصوفین اب بھی غار کے اندر سوتے ہیں۔ اور کچھ تبرکات بھی دکھلائے اور سب سے بڑا مشاہدہ یہ ہوا کہ اُنہوں نے شمع اندر بڑھا کر کہا دیکھو یہ سوتے ہیں لیک چادر سفید گوٹ کی نظر آئی۔

نامہ نگار کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ ہمکو یہ بھی دکھلا دو کہ اس چادر کے نیچے کیا ہے اُنہوں نے کہا یہ نہ ہوگا کیونکہ ہم خود واقف نہیں کہ اسکے نیچے کیا ہے اور کہنے لگے کہ زمانہ ماسبق ایک شخص نے کپڑا اُٹھا کر دیکھنا چاہا تھا فوراً اندھا ہوگیا تھا۔ اور کہا کہ اگر تمہیں شک ہے تو ادہر دیکھو اور یہ کہکر شمع ایک طرف پہیر دی دیوار کے ساتھ کتے کی ٹانگیں نظر آئیں گمان تھا کہ کتا سوتا ہے۔ واللہ اعلم کیا اسرار ہے۔

بہر قسم کی لاشوں کا برآمد ہونا اگر وہ درحقیقت اور فی الواقع برآمد ہوں تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے مصر میں ہزاروں برس کا دستور تھا کہ لاشوں کو ممی بنا کر رکھتے تھے چنانچہ بہت سی میوزیم میں وہ لاشین جو برآمد ہوئی ہیں موجود ہیں۔

ایشیا میں بھی قدیم زمانہ میں ممی بنانیکا کسی قدر رواج ہوا تھا اور اس سبب سے بعض ایشیا کے مقاموں سے ایسی لاشین برآمد ہوئی ہیں۔ علاوہ اسکے بعض ملکوں اور پہاڑوں میں بسبب

www.poetrymania.com©

سے کوئی بدلنے والا نہیں ہے اُسکے حکموں کو اور ہرگز نہ پاویگا تو اُسکے سوا کوئی جگہ پناہ کی ۞۲۷ اور صبر سے رکھ اپنے آپ کو اُن لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو صبح کو اور شام کو اور چاہتے ہیں اُسکے مونہہ (یعنی اُسکی رضامندی) کو اور نہ پھر جاویں تیری آنکھیں اُنسے چاہتا ہے تو بناؤ زندگانی دنیا کا اور نہ اطاعت کر اُسکی جسکے دل کو ہمنے غافل کر دیا اپنے ذکر سے اور اُسنے پیروی کی اپنی خواہش کی اور ہے اُسکا کام حد سے بڑھا ہوا ۞۲۸ اور کہدے کہ یہ سچ بات ہے تمہارے پروردگار کیطرف سے جو کوئی چاہے تو ایمان لاوے اور جو کوئی چاہے تو کافر ہووے

تاثیرات ملکی اور برف کے اسی طرح کی افتادہ لاشیں بھی نکل آتی ہیں اور لوگ اُنکو اصحاب کہف کی لاشیں سمجھ جاتے ہیں۔

علاوہ اِسکے اُن مقاموں کے خادم روپیہ کمانیکے لیئے بہت کچھ فریب کیا کرتے ہیں اور جھوٹی روایتین بیان کرتے ہیں جس زمانہ میں کہ سید احمد صاحب سکھوں سے لڑکر شہید ہوئے اُنکی لاش میدان جنگ میں دستیاب نہیں ہوئی غالباً اسوجہ سے کہ مغلوبین تو کافی طرح پر تلاش نہ کر سکے اور جو غالب ہوئے تھے وہ یقیناً پہچان نہیں سکتے تھے پس اُنکے مریدوں کو موقع ملا اور اُنہوں نے کہا کہ وہ زندہ ہیں اور پہاڑ کی کھوہ میں خدا کی عبادت اور نماز میں مشغول ہیں اور اُنہوں نے کھوہ میں ایک لکڑی پر عمامہ رکھکر اور جبہ کرتا پہنا دیا تھا اور دور سے لوگوں کو دکھا دیتے تھے کہ وہ بیٹھے نماز میں مشغول ہیں۔

ہزاروں لوگ اب بھی بعض بزرگوں کی نسبت یقین رکھتے ہیں کہ وہ سیکڑوں برس سے پوشیدہ زندہ ہیں اور وقت مقرر پر تشریف لاوینگے یہودی چند بزرگوں کو زندہ جانتے ہیں۔ مسلمان و عیسائی حضرت عیسیٰ کے زندہ ہونے کے اور پھر دنیا میں آنے کا یقین کرتے ہیں شیعہ حضرت امام مہدیؑ کے پوشیدہ ہو جانے اور اب تک بلکہ وقت ظہور تک جو قیامت کے قریب ہوگا زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ اِس قسم کے خیالات و اعتقادات ایسی باتوں پر جو لوگ بنا لیتے ہیں زیادہ یقین کر لینے کے باعث ہوتے ہیں۔

www.poetrymania.com©

إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظَّٰلِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِن يَسْتَغِيثُوا
يُغَاثُوا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۸﴾
إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ
عَمَلًا ﴿۲۹﴾ أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ جَنَّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَٰرُ
يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن
سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٔينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ
وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۰﴾ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِ
هِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَٰبٍ وَحَفَفْنَٰهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا
كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ ءَاتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِم مِّنْهُ شَيْـًٔا وَفَجَّرْنَا خِلَٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۱﴾
وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَٰحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا
وَأَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۲﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَآ أَظُنُّ
أَن تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا ﴿۳۳﴾ وَمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَلَئِن
رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا ﴿۳۴﴾ قَالَ لَهُ
صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ
ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّىٰكَ رَجُلًا ﴿۳۵﴾

www.poetrymania.com©

بیشک ہمنے تیار کر رکھا ہے ظالموں کیلئے آگ کو کہ گھیر لیں گی انکو اُسکے پردے اور اگر وہ فریاد کریں
(پانی کیلئے) تو انکی فریاد کو پہونچ جاویگا پانی پگھلے ہوئے تانبے کی مانند کہ بھون دیگا اُنکے مونہوں کو
بُری ہے پینے کی چیز اور بُری ہے رہنے کی جگہہ (۲۸) بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اچھے کام
کئے ہیں بیشک ہم نہ ضایع کرینگے اجر اُسکا جسنے اچھے کام کئے (۲۹) یہ لوگ ہیں کہ اُنکے لیئے
ہے جنت ہمیشہ رہنے کو بہتی ہیں اُنکے نیچے نہریں گہنا پہنائے جاوینگے اُنہیں سونے کے کنگنوں سے
اور پہنینگے کپڑے سبز حریر کے اور ریشم کے بنے ہوئے تکیہ لگائے ہوئے اُنمیں بیٹھے ہونگے تختوں پر
یہ اچھی جزا ہے اور اچھی ہے رہنے کی جگہہ (۳۰) اور بیان کر اُنکے لیئے ایک مثال دو شخصوں کی
ہمنے دیئے اُن دونوں میں سے ایک کو دو باغ انگور کے گھیر دیا ہمنے اُن دونوں باغوں کو
کھجور کے درختوں سے اور ہمنے پیدا کی اُن دونوں باغوں میں کھیتی دونوں باغ لائے اپنا پھل
اور نہ گھٹی اُس سے کوئی چیز (۳۱) اور بہادی ہمنے اُن دونوں میں نہر اور تھی اُس شخص کیلئے بہت
پھل پھر اُسنے کہا اپنے ساتھی سے اُس حالت میں کہ وہ اُس سے گفتگو کرتا تھا کہ میں بہت
زیادہ رکھتا ہوں تجھسے مال اور زیادہ عزت والا ہوں تجھسے بلحاظ نوکروں کے (۳۲) اور وہ آیا اپنے
باغ میں اور وہ ظلم کرنیوالا تھا اپنے آپ پر کہا اُسنے کہ میں نہیں گمان کرتا کہ برباد ہوگا یہ کبھی (۳۳)
اور میں نہیں گمان کرتا کہ قیامت قائم ہونیوالی ہے اور اگر (بالفرض) میں لوٹایا جاؤں
اپنے پروردگار کے پاس تو ضرور پاؤنگا میں اس سے بہی اچھی جگہہ لوٹ کر جانیکی (۳۴) کہا
اُس سے اُس کے ساتھی نے اُس حالت میں کہ وہ اُس سے گفتگو کرتا تھا کہ کیا تو
کافر یعنی منکر ہے اُسکا جسنے تجھکو پیدا کیا مٹی سے پھر نطفہ سے پھر تجھے ٹھیک
کیا ایک آدمی (۳۵)

www.poetrymania.com©

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۳۶﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ
جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ
مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۷﴾ فَعَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ
يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۳۸﴾
اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۳۹﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ
فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا
وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۴۰﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ
يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۱﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ
لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۲﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ
هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۳﴾
اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ
خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۴﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى
الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۵﴾

www.poetrymania.com©

لیکن میں یقین کرتا ہون کہ وہی ہے اللہ میرا پروردگار اور نہیں شریک کرتا میں اپنے
پروردگار کے ساتھ کسیکو ﴿۳۶﴾ اور کیون نہیں جب داخل ہوا تو اپنے باغ میں
تو نے کہا ماشاء اللہ یعنی جو چاہا خدا نے نہیں ہے قوت مگر اللہ کو اگر تو مجھے دیکھتا
ہے کہ میں کم ہون تجھسے مال میں اور اولاد میں ﴿۳۷﴾ پہر شاید میرا پروردگار کہ
دیوے مجکو بہتر تیرے باغ سے اور بہیجے تیرے باغ پر کوئی آفت آسمان سے
پہر ہو جاوے مٹی شور لگی ہوئی پاؤن پہسلا دینے والی ﴿۳۸﴾ یا ہووے کہ اُسکا پانی
نیچے بیٹھ جاوے پہر نہ طاقت ہو تجھکو ڈہونڈہ کر لانیکی ﴿۳۹﴾ پہر اُس آفت نے گھیر لیا اُسکے
پہلونکو پہر صبح کو اُٹھا دونون ہاتھ ملتے ہوئے اُسپر جو خرچ کیا تھا اُس نے اُنمیں اور وہ
گری ہوئی تہین زمین پر اپنی گری ہوئی ٹٹیون پر اور کہے اے کاش میں نہ شریک کرتا اپنے
پروردگار کے ساتھ کسی کو ﴿۴۰﴾ اور نہ تہا اُسکے لئے کوئی گروہ کہ مدد دے اُسکو سواے
اللہ کے اور نہ تہا کوئی بدلا لینے والا ﴿۴۱﴾ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر طرح کی کارسازی
اللہ ہی کے لئے برحق ہے ۔ وہ اچہا ہے ثواب دینے کو اور اچہا ہے انجام کرنیکو ﴿۴۲﴾
اور بیان کر اُنکے لئے مثال دنیا کی زندگی کی کہ وہ پانی کی مانند ہے کہ اُتارا ہمنے اُسکو آسمان
سے پہر مل گیا اُسمیں گہاس پہوس زمین کا پہر ہو گیا چورا چورا اوڑاتی ہیں اُسکو ہوائیں اور
ہے اللہ ہر چیز پر قدرت والا ﴿۴۳﴾ مال اور بیٹے سنگار ہیں دنیا کی زندگی کے اور باقی
رہنے والی نیکیان بہتر ہیں نزدیک تیرے پروردگار کے ثواب میں اور بہتر ہیں اُمید رکہنے میں ﴿۴۴﴾ اور
جسدن چلتا کرین پہاڑونکو اور تو دیکہے زمین کو چٹیل اور اکٹھا کرین ہم اُنکو یعنی لوگونکو پہر نہ چھوڑینگے ہم اُنمیں سے ایک کو ﴿۴۵﴾

www.poetrymania.com©

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ

مَرَّةٍۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۶﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ

فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا

الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَ

لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَاِذْ قُلْنَا

(۴۷) یہ آیت اور اس سے پہلے کی آیتیں قیامت کے حال سے متعلق ہیں۔ اور اس آیت میں جو لفظ ہے "ووضع الکتب" اس سے مفسرین نے اعمالنامے مراد لئے ہیں۔ مگر سب سے پہلے ہکو یہ بیان کرنا چاہیے کہ اعمالناموں کا ہونا اور انکا لکھا جانا جو تسلیم کیا گیا ہے اُسکی بنا کن آیتوں پر ہے اور کون اُنکے لکھنے والے قرار دئے گئے ہیں اور اعمالناموں کے لکھے جانے کی حقیقت کیا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اُنکی بنیاد مفصلہ ذیل آیتوں پر ہے۔

سورۃ انفطار میں خدا نے قیامت کا حال بیان کرکے فرمایا ہے کہ ہر شخص جان لیگا کہ اُسنے کیا آگے بھیجا ہے اور کیا پیچھے چھوڑا ہے۔ اور اُسکے بعد فرمایا ہے کہ نہیں نہیں! اے کافرو تم اسی بات سے

> کلا بل تکذبون بالدین وان علیکم لحافظین کراما کاتبین یعلمون ماتفعلون (انفطار ۱۰-۱۲)

منکر نہیں ہو بلکہ تم جھوٹ سمجھتے ہو قیامت کو اور حال یہ ہے کہ بیشک تم پر نگہبان ہیں بڑے قدر والے لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔ تمام مفسروں نے "حافظین" سے فرشتے مراد لیے ہیں یعنی تم پر فرشتے نگہبان ہیں۔ اور "کراما کاتبین" "حافظین" سے بدل واقع ہوا ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ جو فرشتے محافظ ہیں وہی لکھنے والے ہیں۔

اور سورۂ زخرف میں خدا نے فرمایا ہے کہ کیا وہ یعنی کافر گمان کرتے ہیں کہ ہم نہیں سنتے ہیں اُنکی پوشیدہ

> ام یحسبون انا لا نسمع سرھم ونجواھم بلی ورسلنا لدیھم یکتبون (زخرف ۸۰)

باتوں اور اُنکی سرگوشیوں کو یوں نہیں ہے حال یہ ہے کہ ہمارے بھیجے ہوئے اُنکے پاس لکھتے ہیں تفسیر کبیر میں لکھا ہے

www.poetrymania.com©

اور روبرو لائے جاوینگے اپنے پروردگار کے سامنے صف باندھکر (تو ہم کہیں گے) کہ البتہ تم آئے ہو ہمارے سامنے جسطرح کہ ہمنے پیدا کیا تھا تمکو پہلی دفعہ بلکہ تم نے گمان کیا تھا کہ نہ کرینگے ہم تمہارے لئے کوئی جگہہ وعدہ کیگئی (۴۶) اور رکھی جاویگی کتاب پھر دیکھے گا تو گنہگاروںکو ڈرتے ہوئے اُس چیز سے جو اُسمیں ہی اور کہیں گے ہائے افسوس ہم پر کیا ہی اس کتاب کیلئے نہیں چھوڑتی چھوٹی بات کو اور نہ بڑی بات کو مگر گھیر لیا ہے اُسکو اور وہ پاوینگے جو کچھ کہ اُنہوں نے کیا ہی موجود اور ظلم نہیں کرتا تمہارا پروردگار کسی پر (۴۷) اور جب ہمنے کہا

کہ ،، رسلنا ،، سے مراد ملائکہ حفظ ہیں جو انسانوں کے حالات لکھتے رہتے ہیں۔

اور سورہ یونس میں خدا نے فرمایا ہے کہ جب لوگوں کو بھلائی کی بعد کچھ بُرائی پہونچتی ہے تو وہ ہماری

> قل اللہ اسرع مکرا ان رسلنا یکتبون ما تمکرون (یونس، ۲۲)

نشانیوں میں مکر کرتے ہیں اے پیغمبر ان سے کہدے کہ اللہ بہت تیز ہے مکر میں بیشک ہمارے بھیجے ہوئے لکھ لیتے ہیں جو کچھ تم مکر کرتے ہو۔ اس آیت میں بھی مفسرین نے " رسلنا " کے لفظ سے ملائکہ حفظ مراد لی ہے۔

اور سورہ طارق میں خدا نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص نہیں کہ اُسپر ایک نگہبان نہ ہو اِس آیت میں بھی

> ان کل نفس لما علیہا حافظ (طارق ۴)

،، حافظ ،، کے لفظ سے مفسرین نے حفاظت کرنیوالا فرشتہ مراد لیا ہے۔

اور سورہ رعد میں خدا نے فرمایا ہے کہ ہر انسان کے لئے باری باری سے آنیوالے ہیں فرشتے

> لہ معقبات من بین یدیہ و من خلفہ یحفظونہ من امر اللہ (رعد-۱۲)

اُسکے سامنے اور اُسکے پیچھے نگہبانی کرتے ہیں اُسکی خدا کے حکم سے۔ اِس آیت میں بھی ،، معقبات ،، کے لفظ سے تمام مفسرین نے ملائکہ حفظ مراد لی ہے۔

اور سورہ ق میں خدا نے فرمایا ہے کہ بیشک ہم نے پیدا کیا انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ

www.poetrymania.com©

لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ

ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه ونحن اقرب الیه من حبل الورید اذ یتلقی المتلقیان عن الیمین وعن الشمال قعید ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید (ق-۱۵-۱۷)	اُسکے دل میں آتا ہے اور ہم اُسکے گردن کی رگ سے بھی زیادہ اُسکے پاس ہیں۔ اِسکے بعد فرمایا ہے کہ جب یاد کر لیتے ہیں دو یاد کرنیوالے دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے وہ کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا مگر اُسکے پاس مستعد نگہبان ہے اس آیت میں اکثر مفسرین نے "متلقیان"

کے لفظ سے وہ دونوں فرشتے مراد لئے ہیں جو انسان کا اعمال نامہ لکھتے ہیں۔

ان تمام آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جن کو ملائکہ حفظہ کہا گیا ہے وہی کراماً کاتبین ہیں اور ظاہرا اسمیں تمام مفسرین متفق معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اگرچہ ہم اپنی تفسیر میں بوضاحت اس بات پر بحث کر چکے ہیں کہ ملائکہ کا اطلاق کسی وجود خارج از موجودات عالم پر نہیں ہوا بلکہ جو قوی خدا تعالیٰ نے انسان میں اور تمام موجودات عالم میں رکھے ہیں اُنہی پر ملائکہ کا اطلاق ہوا ہے مگر ہم اب اس بات کو خود قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں کہ حفظہ سے مراد کوئی وجود خارج از انسان مراد نہیں ہے بلکہ حفظہ کا اور کراماً کاتبین کا جنکو مفسرین متحد مانتے ہیں صرف قویٰ انسانی پر اطلاق ہوا ہے اور جس آیت سے ہم اِس بات پر استدلال کرتے ہیں وہ آیت یہ ہے۔

خدا تعالیٰ سورۂ انعام میں فرماتا ہے کہ وہی یعنی خدا زبردست ہے اپنے بندوں پر اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے

وھو القاھر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا وھم لا یفرطون (انعام-۶۱)	یہانتک کہ جب تم میں سے ایک کو موت آتی ہے تو اُسکو ہمارے بھیجے ہوئے مار ڈالتے ہیں اور وہ تقصیر نہیں کرتے۔

اگر لفظ "حفظہ" سے سوائے قوای انسانی کے فرشتے خارج از انسان مراد لئے جائیں تو پھر اُنہی فرشتوں کو انسان کی روح کا قبض کرنیوالا کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے اور آیت میں کوئی اشارہ اس بات کا نہیں پایا جاتا کہ "رُسلنا" سے سوائے "حفظہ" کے اور دوسرے فرشتے مراد ہیں پس لازم آتا ہے کہ دونوں لفظوں سے ایسی قوی مراد ہوں جو انسان میں موجود ہیں اور جن پر حیات و ممات انسان کی منحصر ہے۔ جو قوی کہ انسان میں خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہیں

www.poetrymania.com©

فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو پھر سجدہ کیا انہوں نے مگر ابلیس نے تھا جن میں سے

ہیں اور جو باعثِ حیاتِ انسان ہیں وہی ملائکہ حفظہ ہیں اور وہی کراماً کاتبین ہیں اور جب موت آتی ہے تو وہی قویٰ ایسے مختل ہو جاتے ہیں کہ انسان مر جاتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے اور یہی فطرت ان آیتوں سے نکلتی ہے۔

یہاں تک ہم نے صرف یہ بیان کیا ہے کہ جن ملائکہ کو حفظہ اور کراماً کاتبین کر کے تعبیر کیا ہے درحقیقت وہ قویٰ ہیں جو خدا نے انسان کی فطرت میں ودیعت کئے ہیں۔ اب ہمکو اس بات پر بحث کرنی ہے کہ کتابِ اعمال سے کیا مراد ہے؟

ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ انسان کے اعمال کسی چیز پر لکھے جاتے ہیں اور وہی چیز قیامت کے دن ترازو میں رکھکر تولی جاویگی بلکہ ہم اسکو بطور مثال کے سمجھتے ہیں جسکا مقصود اس بات کا بتانا ہے کہ جو کچھ انسان نے اپنی زندگی میں اچھا یا بُرا کیا ہے اسمیں سے کچھ بھی کھویا نہیں جاتا بلکہ قیامت کے دن سب کم وکاست سب موجود ہوگا اور اسپر سزا اور جزا مرتب ہوگی جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے،، فلا تظلم نفس شیئاً وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بھا وکفی بنا حاسبین یعنی کسی شخص پر ذرہ بھی ظلم نہیں ہوگا۔ اور اگر عمل رائی کے دانہ کی برابر ہے تو ہم اُسکا بدلا بھی دینگے اور ہم کافی ہیں حساب کرنیوالے۔

حالات معاد یا واقعات مابعد الموت اس قسم کے ہیں جن سے انسان بالکل ناواقف ہے اور انکی حقیقت واقعی کا عموماً انسان کو سمجھانا نہایت دشوار بلکہ قریب ناممکن کے ہے اور اس لئے بجز اسکے اور کچھ چارہ نہیں ہے کہ ایسی تمثیلوں سے اُن کا بیان کیا جاوے کہ انسان کے دل پر اُسکا کچھ خیال پیدا ہو خدا خود فرماتا ہے،، ویضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون،، یعنی خدا انسانوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے شاید وہ چیتیں اور ہوشیار ہوں۔

چونکہ انسان کی عادت ہے کہ جو حالات واقع ہوں اُنکی یادداشت ایک کاغذ پر لکھ لے اور ایک چیز کا دوسری چیز سے کم و بیش ہونا دریافت کرنے کو اُنکو وزن کر لیں اور ایسا کرنے سے اُنکو لکھی ہوئی یادداشت پر یقین ہوتا ہے اور دونوں چیزوں کے کم و بیش ہونے میں کچھ شبہ نہیں رہتا اس لئے بطور تمثیل کے خدا نے فرمایا،، کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون۔ ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ فلا تظلم

www.poetrymania.com©

فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ

نفس شیئاً" یعنی بڑی تیدوالے لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہیں ہم قیامت کے دن عدل کی ترازو کھڑی کرینگے اور کسی شخص پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔

یہ مقصود جو قرآن مجید کا تھا اُسکو بلا خیال اِسکے کہ یہ بیان حقیقت ہے یا تمثیلی تمام بدوان عرب اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین بخوبی جانتے تھے اور سمجھتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ اس سے زیادہ جاننے کی اور بیان کی اور بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر جب علوم نے ترقی کی اور متعدد قسم کے علوم شائع ہوئے اور یہ خیال پیدا ہوا کہ خدا تو خود عالم ہے" وھو یعلم سرکم وجھرکم و یعلم ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ" وان تبدوا فی انفسکم یعنی خدا تمہاری کھلی اور چھپی باتوں کو جانتا ہے اور تمہارے دل کی باتیں جانتا ہے۔ تم اپنے دل کی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ خدا اُس بات پر تمہیں ضرور پکڑیگا۔

اور نسیان کا اُسپر احتمال نہیں تو اُسکے لئے یادداشت لکھنے کے کیا معنی ہیں پھر فرشتوں کے لکھنے سے کیا مراد ہے اور اعمال تو اعراض ہیں وہ ترازو سے کیونکر تولے جا سکتے ہیں انکی شدت اور خفت کا کیونکر اندازہ ہو سکتا ہے تو ان آیات کی حقیقت پر زیادہ غور کرنی واجب ہوئی اور مطابق سیاق قرآن مجید کے اور دیگر آیات کے اشارات سے ثابت ہوا کہ جو کچھ ان آیتوں میں بیان ہوا ہے وہ تمثیلی ہے۔

ہم نے قرآن مجید کی تفسیر میں روح کے وجود پر مستوعب دلیلیں بیان کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہی قائم بالذات اور وہ ایسے مادے میں جو اُسکی قابلیت رکھتا ہو داخل ہو جاتی ہے اور تمام حیوانوں اور انسانوں میں وہی باعث تعقل و ارادہ ہے۔

اِس بات کو بھی ہم نے ثابت کیا ہے کہ روح کاسب اور مکتسب ہے اور بذریعہ جسم انسانی کے جب وہ اُسمیں شامل ہوتی ہے سعادت اور شقاوت کا اکتساب کرتی ہے۔

اسوقت دنیا میں بہت لوگ ہیں جو نہایت نیک ہیں اور اخلاق حمیدہ اور صفات پسندیدہ اپنے میں رکھتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو نہایت بد ہیں اور اخلاق و خصائل ذمیمہ اپنے میں رکھتے ہیں اور ان اخلاق حمیدہ اور خصائل رذیلہ کا اثر اُنکے اعضا میں سے کسی عضو میں نہیں ہوتا بلکہ اُس چیز میں ہوتا ہے جسکو روح سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اگر وہ اثر اعضا میں ہوتا تو کسی عضو کے ضائع ہونے سے

www.poetrymania.com©

پھر نافرمانی کی اُسنے اپنے پروردگار کے حکم سے کیا پھر تم پکڑتے ہو اُسکو اور اُسکی ذریت کو دوست میرے سوا

اخلاق میں کچھ کمی ہو جاتی حالانکہ کچھہ کمی نہیں ہوتی اور اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوشت پوست اعضاً کے سوا جو اور کوئی چیز انسان میں ہے اِس میں اخلاق اور رذائل مستقر ہوتے ہیں۔

علاوہ اِسکے انسان کے اعضا اُسکی ہڈیاں اُسکا گوشت پوست تبدیل ہوتا رہتا ہے اگر انسان کا جسم اخلاق حمیدہ یا خصائل رذیلہ کا محل ہوتا تو وہ بھی تبدیل ہوتے رہتے پس کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ روح جو انسان میں ہے وہی کاسب اور مکتسب اور محل علم و اخلاق ہے نہ انسان کا جسم اور نہ کوئی عضو اعضائے انسان میں سے۔

کسب و اکتساب کے معنی ہیں کسی چیز کو کسی ذریعہ سے حاصل کر لینا۔ قرآن مجید میں بھی یہ الفاظ یا اُنکے مشتقات بہت جگہہ آئے ہیں اور اُسی بھلائی یا بُرائی کی نسبت بولے گئے ہیں جسکو انسان نے حاصل کر لیا ہے جیسا کہ ایک جگہہ فرمایا ہے، تلک امۃ قد خلت لہا ماکسبت ولکم ماکسبتم لہا ماکسبت وعلیہا ما اکتسبت" یعنی وہ قوم چل بسی جو اُنہوں نے کیا تھا اُنکے لئے ہے اور جو تم کرتے ہو تمہارے لئے ہے اُسی کو ملتا ہے جو کیا اور اُسی پر پڑتا ہے جو کمایا۔ غرضکہ اعمال و افعال کا اثر فی الفور انسان کی روح پر پڑتا ہے اور وہی کتابت اعمال ہے۔

جب تک روح بدن انسانی میں شاغل ہے اُسوقت تک اُسکو اُن اثرات کے جو اُس نے کمائے ہیں نتیجے محسوس نہیں ہوتے۔ مگر جب وہ بدن سے الگ اور مجرد عن العلائق ہو جاتی ہے اُسوقت اُسکو اپنے کمائے ہوئے اثرات کے نتائج اچھے یا بُرے محسوس ہوتے ہیں جنکو اعمال کی سزا اور جزا سے تعبیر کیا ہے۔

پس اعمال نیک یا افعال بد کے جو اثرات روح انسانی میں مستقر ہوتے ہیں اُنکو خدا تعالیٰ نے کتابت کراماً کاتبین کی مثال میں بیان کیا ہے اور وہی ذریعہ ہیں نیکی اور بدی کی مقدار ظاہر ہونیکا جو نتیجہ ہے میزان اور موازنہ کا۔ اسلئے وزن اعمال کی مثال سے تعبیر کیا ہے اور اِس بات کو جتلایا ہے کہ قیامت میں کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا جاویگا و لہذا قال فی موضع ونضع الموازین القسط" فالقسط ھو العدل وموازین القسط ہو العدل کما یقال الموازین ھو العدل والمیزان

www.poetrymania.com©

وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۴۸﴾ مَآ أَشْهَدْتُّهُمْ

هوالعدل۔

یہ رائے صرف میری ہی نہیں ہے بلکہ حکمائے اسلام کی بھی یہی رائے ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ

وقول حکماء الاسلام ان الکتابة عبارة عن نقوش مخصوصة وضعت بالاصطلاح لتعریف المعانی المخصوصة فلو قدرنا کون تلك النقوش دالة علی تلك المعانی لاعیانها وذواتها کانت تلك الکتبة اقوی واکمل اذا ثبت هذا فنقول ان الانسان اذا اتی بعمل من الاعمال مرات وکرات کثیرة متوالیة حصل فی نفسه بسبب تکررها ملکة قویة راسخة فان کانت تلك الملکة ملکة سارة بالاعمال النافعة فی السعادات الروحانیة عظم ابتهاجه بها بعد الموت وان کانت تلك الملکة ضارة فی الاحوال الروحانیة عظم ضرره بها بعد الموت اذا ثبت هذا فنقول ان التکریر الکثیر لما کان سببا لحصول تلك الملکة الراسخة کان لکل واحد من الاعمال المتکررة اثر فی حصول تلك الملکة الراسخة وذالك الاثر وان کان غیر محسوس الا انه حاصل فی الحقیقة واذا عرفت هذا ظهر انه لا یحصل للانسان لمحة ولا حرکة ولا سکون الا ویحصل فی جوهر نفسه اثر من اثار السعادة او اثار الشقاوة قل او کثر فهذا هو المراد من کتبة الاعمال عند هؤلاء والله اعلم

حکمائے اسلام کا قول یہ ہے کہ کتابت ان خاص نقوش سے مراد ہے جو خاص معانی کے بتانے کیلئے اصطلاحاً بنائے گئے ہیں اگر ہم اس بات کا اندازہ کریں کہ وہ نقوش معانی کی حقیقت اور ذات پر دلالت کرتی ہیں تو وہ کتابت (کتابت اعمال) نہایت کامل اور نہایت قوی ہوگی جب یہ بات معلوم ہو چکی تو اب ہم کہتے ہیں کہ انسان جب کسی کام کو بہت دفعہ بار بار اور پے در پے کرتا ہے تو اُس کام کے بار بار کرنے سے اُسکے نفس میں ایک قوی اور مضبوط ملکہ پیدا ہو جاتا ہے پھر وہ ملکہ اگر ایسے اعمال کے سبب سے جن سے روحانی سعادت حاصل ہوتی ہے خوشی پیدا کرنیوالا ہے تو مرنے کے بعد اسکے سبب سے بے انتہا خوشی حاصل ہوگی اور اگر وہ ملکہ روحانی حالات میں تکلیف دینے والا ہے تو مرنے کے بعد اُسکے سبب سے بے انتہا رنج ہوگا۔ جب یہ بات معلوم ہو چکی تو ہم کہتے ہیں کہ چونکہ عمل کا بہت دفعہ بار بار اور پے در پے کرنا اُس ملکہ راسخہ کے پیدا ہونے کا سبب تھا اس لئے اُس ملکہ راسخہ کے پیدا ہونے میں ہر ایک عمل نے

www.poetrymania.com©

اور وہ تمہارے لئے دشمن ہے بُرا ہے ظالموں کے لئے بدلا (۴۸) میں نے انکو موجود نہیں کیا تھا وقت

بحقائق الامور (تفسیر کبیر جلد سابع صفحہ ۱۵)

اثر کیا تھا اور یہ اثر اگرچہ غیر محسوس تھا مگر فی الحقیقت موجود تھا جب یہ بات بھی معلوم ہو چکی تو صاف ظاہر ہو گیا کہ انسان کا کوئی اشارہ کوئی حرکت اور کوئی سکون ایسا نہیں ہے جس سے سعادت یا شقاوت کا کم و بیش اثر انسان کے نفس پر نہ ہوتا ہو۔ حکماے اسلام کے نزدیک کتابتِ اعمال سے یہی مراد ہے۔ وھو الحق عند نا فجزاھم اللّٰہ خیر الجزا۔

اب ہمکو یہ بتانا ہے کہ اگر کتابت اعمال سے وہ اثر مراد ہیں جو اعمال نیک اور بد سے نفس انسانی پر منقش ہوتے ہیں تو قرآن مجید میں جو یہ بات آئی ہے کہ اعمال نامے لوگوں کے دائین ہاتھ میں اور بائین ہاتھ میں اور پیٹھ کے پیچھے دئے جاوین گے اُس سے کیا مراد ہے۔ یہ مضمون مندرجہ ذیل آیتوں میں بیان ہوا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل میں خدا نے فرمایا ہے کہ جس دن ہم بلاوینگے ہر فرقہ کے لوگوں کو اُنکے پیشواؤں سمیت

یوم ندعوا کل اناس باما مھم فمن اوتی کتابہ فاولئک یقرؤن کتابھم ولا یظلمون فتیلا۔ (بنی اسرائیل ۷۳)

پھر جس شخص کے دائیں ہاتھ میں اُسکی کتاب یعنی اعمالنامہ دیا جاویگا تو وہ لوگ پڑھ لین گے اپنی کتاب یعنی اعمالنامہ۔ اور نہ ظلم کئے جاوین گے تاگے کے برابر۔

اور سورہ انشقاق میں خدا نے فرمایا ہے کہ تمام انسان خدا سے ملنے والے ہیں پھر جس شخص کے

فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا و ینقلب الی اھلہ مسرورا واما من اوتی کتابہ وراء ظھرہ فسوف یدعوا ثبورا و یصلی سعیرا انہ کان فی اھلہ مسرورا۔ انہ ظن ان لن یحور بلی ان ربہ کان بہ بصیرا (انشقاق ۷۔۱۵)

دائین ہاتھ میں اُسکی کتاب یعنی اعمال نامہ دیا جاویگا تو اُس سے بہت تھوڑا سا حساب کیا جاویگا اور وہ پھرے گا اپنے لوگوں میں خوش مگر جس شخص کو اُسکی پیٹھ پیچھے اُسکی کتاب یعنی اعمال نامہ دیا گیا تو وہ پہونچے گا ہلاکت کو اور دوزخ میں جاویگا اور بیشک

www.poetrymania.com©

خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ
مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝٤٩ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ
الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ
مَّوْبِقًا ۝٥٠

وہ اپنے لوگوں میں خوش تھا اور اسکو گمان نہ تھا کہ وہ خدا کے پاس جاویگا۔ یوں نہ تھا جو وہ سمجھا تھا۔ بیشک اسکا پروردگار اسکے کاموں کو دیکھنے والا تھا۔

سورہ الحاقہ میں خدا نے انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ جسدن تم خدا کے سامنے کئے جاؤ گے تو تمہاری کوئی بات چھپی نہیں رہیگی پس جس شخص کے دائیں ہاتھ میں اسکی کتاب یعنی اعمالنامہ دیا جاویگا تو کہے گا کہ لو پڑھو میرے اعمالنامہ کو بیشک میں جانتا تھا کہ مجھسے حساب ہوگا۔

> یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیة فاما من اوتی کتابه بیمینه فیقول هاؤم اقرؤا کتابیه انی ظننت انی ملاق حسابیه (الحاقه ۱۸-۱۹)

پس جس شخص کے بائیں ہاتھ میں اسکی کتاب یعنی اعمال نامہ دیا جاویگا تو کہے گا کہ کاش یہ اعمال نامہ مجھکو نہ دیا جاتا اور اپنے حساب کو نہ جانتا۔ کاش میری موت ہی فیصلہ کر دیتی۔

> واما من اوتی کتابه بشماله فیقول یالیتنی لم اوت کتابیه ولم ادر ما حسابیه یالیتها کانت القاضیه (الحاقه ۲۵-۲۷)

تفسیر کبیر میں اس آیت کے متعلق ایک عجیب روایت لکھی ہے اگرچہ ہم اسکو تسلیم نہیں کرتے مگر اس مقام پر اسکا لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔

ابوہریرہ رضہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن آدمی لایا جائیگا اور اسکا نامۂ اعمال بھی لایا جائیگا پھر اسکی نیکیاں اسکے ہاتھ کی پشت پر لکھی جائینگی۔ اور اسکی بدیاں اسکی ہتھیلی پر

> روی ابو هریرة انه علیه السلام قال ان الرجل یؤتی به یوم القیامة ویؤتی کتابه فتکتب حسناته

www.poetrymania.com©

پیدا کرنے آسمانوں اور زمین کے اور نہ بروقت اُنکے خود پیدا کرنے کے اور میں نہیں ہوں لینے والا گمراہ کرنیوالوں کو بطور بازو کے (یعنی مددگار) (۴۹) اور جسدن کہے گا پکارو میرے شریکوں کو جن پر تم گھمنڈ کرتے تھے تو وہ پکارینگے پھر وہ اُنکو کچھ جواب نہ دینگے اور ہم کردینگے اُنمیں اور اُنکے درمیان میں ایک مہلک خندق (۵۰)

فی ظہر کفہ وتکتب سیئاتہ فی بطن کفہ فینظر الی سیئاتہ فیحزن فیقال لہ اقلب کفک فینظر فیہ فیری حسناتہ فیفرح ثم یقول ھاؤم اقرأوا کتابیہ انی ظننت عند النظرۃ الاولی انی ملاقٍ حسابیہ علی سبیل الشدۃ واما الآن فقد فرج اللہ عنی ذلک الغم (تفسیر کبیر جلد سادس صفحہ ۳۴۹)

لکھی جائینگی وہ اپنی بدیوں کو دیکھکر غمگین ہوگا اس سے کہا جائے گا کہ اپنا ہاتھ اولٹا کرو۔ اور وہ ہاتھ کی دوسری طرف اپنی نیکیاں دیکھکر خوش ہوگا پھر کہے گا لو پڑھو میرے اعمال نامے کو میں پہلی دفعہ دیکھکر سمجھا تھا کہ مجھسے نہایت سختی کے ساتھ حساب ہوگا مگر اب خدا نے میرا سارا غم دور کردیا۔

جسطرح اعمال ناموں کا لکھا جانا تمثیلاً بیان کیا ہے اسی طرح اُنکا دائیں اور بائیں ہاتھ میں دیا جانا تمثیلاً بیان ہوا ہے۔ دایاں ہاتھ جو کہ اشرف گنا جاتا ہے اُسمیں اچھے اعمال ناموں کا دیا جانا تمثیلاً بیان کیا ہے اور بایاں ہاتھ جو اشرف نہیں سمجھا جاتا اُس میں بُرے اعمال ناموں کا دیا جانا تمثیلاً بیان کیا ہے۔ اب ہم اُن آیتوں کو بیان کرتے ہیں جن میں اعمال نامے کے لفظ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اُنمیں صرف اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کے الفاظ ہیں۔

خدا تعالیٰ نے سورہ واقعہ میں کئی جگہہ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کا ذکر کیا ہے۔

ایک جگہہ فرمایا ہے کہ "واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین" یعنی داہنے ہاتھ والے کون ہیں وہ داہنے ہاتھ والے ہیں وہ بہشت میں ہیں۔

اور دوسری جگہہ فرمایا ہے "واصحاب الشمال ما اصحاب الشمال" یعنی بائیں ہاتھ والے۔

www.poetrymania.com©

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا
مَصْرِفًا ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ
مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿۵۲﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ
اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ

کون ہیں وہ بائیں ہاتھ والے ؟ وہ جو دوزخ میں ہیں۔

اور ایک جگہ فرمایا ہے کہ اگر وہ ہی داہنے ہاتھ والوں میں سے تو داہنے ہاتھ والوں کیطرف سے تجھکو سلام اور اگر وہ ہیں جھٹلانے

> واما ان کان من اصحاب الیمین فسلام لك من اصحاب الیمین واما ان کان من المکذبین الضالین فنزل من حمیم وتصلیة جحیم (سورہ الواقعہ ۸۹-۹۴)

والوں گمراہوں میں سے تو اُسکی دعوت ہے گرم پانی سے اور اسکو جلنا ہے دوزخ میں۔

اس آیت میں اصحاب الشمال کی جگہہ "المکذبین الضالین" کا لفظ آیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحاب الشمال صرف ایک تمثیل ہی کافروں کے لئے۔

اور سورہ بلد میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ پھر وہ ہوگیا ایمان والوں میں سے جنہوں نے

> ثم کان من الذین امنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمه۔ اولئك اصحاب المیمنه والذین کفروا بایاتنا هم اصحاب المشئمه علیهم نار موصده (البلد ۱۷-۲۰)

ایک دوسرے کو صبر و تحمل کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو خلق اللہ پر شفقت کرنے کی نصیحت کی وہی اصحاب میمنہ ہیں اور جن لوگوں نے انکار کیا ہماری نشانیوں سے وہ ہیں اصحاب مشأمہ اُنکو آگ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

اس آیت میں بجائے الفاظ "اصحاب الیمین" کے "اصحاب المیمنہ" فرمایا ہے جسکے معنی ہیں نیکبختی والے اور بجائے الفاظ "اصحاب الشمال" کے "اصحاب المشئمہ" فرمایا ہے جسکے معنی ہیں بدبختی والے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں کی نسبت کہا گیا تھا کہ اُنکے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ

www.poetrymania.com©

اور دیکھیں گے گنہگار آگ کو اور گمان کرینگے کہ وہ اُسمیں گرنیوالی ہیں اور نہ پاوینگے اُس سے
کوئی جگہہ بچنے کی ۝۵۱ اور بیشک ہمنے طرح طرح سے بیان کی اس قرآن میں لوگوں کیلئے ہر طرح
سے مثال اور ہے انسان زیادہ سب چیز سے جھگڑتیمیں ۝۵۲ اور نہیں منع کیا لوگوں کو
اس سے کہ ایمان لاویں جبکہ آئی اُنکے پاس ہدایت اور بخشش مانگیں اپنے پروردگار سے مگر یہ کہ

ہوگا اور جن کی نسبت کہا گیا تھا کہ اُنکی بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ہوگا وہی اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال تھے اور جو اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال تھے وہی اصحاب المیمنہ اور اصحاب المشئمہ ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ پہلی آیتوں میں بیان ہوا تھا وہ صرف تمثیل تھی۔

جس طرح اعمال ناموں کا دائیں ہاتھ میں اور بائیں ہاتھ میں دیا جانا تمثیلاً بیان کیا ہے اسیطرح اُن اعمال ناموں کا کھولا جانا بھی تمثیلاً بیان ہوا ہے جہاں خدا نے سورۃ التکویر کی دسویں آیت میں فرمایا ہے۔ "واذا الصحف نشرت" یعنی جس وقت کہ اعمال نامے کھولے جاوینگے۔ اور سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا ہے کہ ہمنے ہر انسان کی گردن سے اُسکی شامت عمل کو وابستہ کردیا ہے اور ہم قیامت کے دن اسکے اعمال نامہ کو ظاہر کرینگے وہ اُسکو کھلا ہوا پائیگا پڑھ اپنے اعمال نامے کو آج تو خود ہی اپنا حساب لینے والا ہے۔

یوم القیمۃ کتابا یلقاہ منشورا وکل انسان الزمنہ
طائرہ فی عنقہ ونخرج لہ اقرا کتابک کفی بنفسک الیوم علیک
حسیبا (بنی اسرائیل ۱۴-۱۵)

جو کہ کھلے ہوئے کاغذ کو دیکھنے سے جو کچھ اُس میں لکھا ہوا ہے انسان کو اسپر یقین آجاتا ہے اسی یقین کے ظاہر کرنے کو خدا تعالیٰ نے تمثیلاً اعمال نامہ کا کھولا جانا بیان کیا ہے۔

اب ہم ایک اور آیت کا ذکر کرتے ہیں جس میں اصحاب الیمین کا لفظ ہے مگر کسیطرح وہ الفاظ اُن پر صادق نہیں آسکتے جنکے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا ہو اور وہ آیت سورہ مدثر کی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے کئے کی

کل نفس بما کسبت رھینۃ الا اصحاب الیمین (مدثر ۳۸-۳۹)

www.poetrymania.com©

تَأْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۳﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَمَا أُنْذِرُوا هُزُوًا ﴿۵۴﴾

کے ساتھ گروہ ہے مگر اصحاب یمین۔ اصحاب یمین سے مراد بعض لوگوں نے مسلمان لئے ہیں اور بعض نے اُن سے مراد لی ہے جو حضرت آدم کے دائیں ہاتھ پر تھے اور بعض نے اُن سے مراد لی ہے جنکے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا۔ مگر ان میں سے کوئی مراد بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ بما کسبت رہینۃ" میں تمام انسان داخل ہیں خواہ اُنہوں نے اچھے کام کئے ہوں یا بُرے کام کئے ہیں پس کسی کا استثنا اُن میں نہیں ہوسکتا اگر ہوسکتا ہے تو صرف اُنہی کا ہوسکتا ہے جو اپنے اعمال کے ساتھ مرہون نہ ہوں اور بجز نابالغ بچوں کے اور کوئی نہیں ہوسکتے اور جو کہ اُنکی اعمال پر بُرے کام اور اچھے کام کا اطلاق نہیں ہوسکتا اسلئے کوئی اعمال نامہ اُنکے ہاتھ میں نہیں دیا جاسے گا پس صاف ظاہر ہے کہ یہاں اصحاب الیمین سے وہ لوگ مراد نہیں ہیں جنکے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جاسے گا۔

تفسیر کبیر میں حضرت علی مرتضیٰ اور عبداللہ بن عمر کا یہی قول لکھا ہے اور فرا نے جو بہت بڑا نحوی ہے اس قول کی تصدیق کی ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ابن عمر اس آیت اصحاب الیمین کے لفظ سے مسلمان بچے مراد لیتے ہیں۔ فرا نے کہا ہے کہ یہ قول نہایت صحیح ہے۔

> قال علی بن ابی طالب علیہ السلام وابن عمر ھم اطفال المسلمین قال الفراء وھو اشبہ بالصواب
> (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۰۳)

اب ہم دو آیتیں قرآن مجید کی اور نقل کرتے ہیں جن سے یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ خدا نے جو کچھ تمثیلاً بیان کیا تھا اُسکی حقیقت کیا ہے۔

خداتعالیٰ سورۂ حدید میں فرماتا ہے۔ کہ جسدن تو دیکھے گا مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو

www.poetrymania.com©

آوے اُنکے پاس طریقہ اگلے لوگون کا یا آوے اُنکے پاس عذاب سامنے سی (۵۳)

اور نہیں بھیجا ہمنی رسولونکو مگر خوشخبری دینے والے اور ڈرانیوالے۔ اور جھگڑتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوے جھوٹی باتون سے تاکہ اُکھیڑادین اُس سے حق بات کو اور اُنھون نے پکڑا ہماری نشانیون کو اور اُس چیز کو جس سے ڈرائی گئی تھے ٹھٹھا (۵۴)

یوم تری المؤمنین والمؤمنات یسعی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم بشریٰ کم الیوم جنات تجری من تحتہا الانھار خالدین فیھا ذالک ھو الفوز العظیم (حدید ۱۲)	کہ اُنکی روشنی اُنکے آگے اور اُنکے داہنے ہاتھ چلتی ہے۔ خوشخبری ہو تمکو آج تمہارے لئے باغ ہیں جنکے نیچے نہرین بہتی ہیں جن میں سدا

رہیں گے۔ یہی بڑی مراد ملنی تھی۔

دوسری جگہہ خدا تعالیٰ سورہ تحریم میں فرماتا ہے کہ جس دن خدا اپنے نبی کو ذلیل کریگا نہ اُنکو جو

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا (تحریم ۸)	اُسکے ساتھ ایمان لائے اُنکی روشنی اُنکے آگے اور اُنکے داہنے ہاتھ دوڑتی ہوگی اور وہ کہیں گے کہ اے ہمارے خدا ہمکو ہماری

کامل روشنی عطا فرما۔

اِسکی مثل ایک آیت سورہ ہود میں ہے جہان خدا نے فرمایا ہے کہ انسانون میں کوئی بدبخت

فمنھم شقی وسعید فاما الذین شقوا ففی النار لھم فیھا زفیر وشھیق خالدین فیھا واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیھا (ھود ۱۰۹-۱۱۰)	ہے اور کوئی نیک بخت جو لوگ بدبخت ہیں وہ دوزخ میں چیختے چلاتے ہونگے اور اُسمیں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

اِس سے زیادہ اور کیا اِس بات کا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اعمال نامون کا لکھا جانا اور اُنکا تولا جانا اور نیک بندون کے دائین ہاتھ میں اعمال نامہ کا دیا جانا اور بد لوگون کے بائیں ہاتھ میں

www.poetrymania.com©

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا
قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ
فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ ﴿۵۵﴾ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا
اِذًا اَبَدًا ﴿۵۶﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا
لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ
مَوْئِلًا ﴿۵۷﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا
لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۸﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى
اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۵۹﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا

اعمال نامہ کا دیا جانا یا پیٹھ کے پیچھے سے دیا جانا اور اعمال ناموں کا کھلنا یا منتشر ہونا یہ سب تمثیلین ہیں اور حقیقت صرف اسقدر ہے کہ نور ایمان قیامت کے دن ایمان والوں کے ساتھ ہوگا اور اُنکی پاک روحیں علانیہ اُن نیک افعال کے نتیجوں کو ظاہر کرینگی جو کہ اُنھوں نے دنیا میں کیے تھے اور بدکاروں کی روحیں اُن بداعمالیوں کے نتیجوں کو ظاہر کرینگی جو دنیا میں اُن سے ظاہر ہوئی تھیں۔ فمن شاء فلیومن علی ظواھر آیات القرآن ومن شاء فلیومن علی بواطنھا وحقائقھا ولا ریب فی انھا ھی حقیقۃ الاسلام وقد نفثھا اللہ فی روعی فللہ الحمد۔

(۵۹) اِس آیت کی تفسیر بیان کرنے سے پہلے ہمکو کچھ حال حضرت موسیٰ کا بیان کرنا چاہیے واضح ہو کہ جب موسیٰ فرعون کے محل میں پرورش پا کر تعلیم کے قابل ہوئے تو اُنھوں نے نہایت اعلیٰ درجہ کی تعلیم پائی تھی۔ اصل شہر جس میں فرعون کا پایہ تخت تھا اُسکا نام رعمسیس تھا اور اُس سے تھوڑی

www.poetrymania.com©

اور کون ہے زیادہ ظالم اُس شخص سے جو نصیحت دیا گیا تھا اپنے پروردگار کی نشانیوں سے پھر منہ پھیر لیا اُس سے اور بھول گیا جو کچھ آگے بھیجا ہے اُسکے ہاتھوں نے بیشک ہمنے ڈالدیا ہے اُنکے دلوں پر ڈھکنا کہ اُسکو سمجھ سکیں اور اُنکے کانوں میں ٹھینٹی ۞۵۵ اگر تو اُنکو بلاوے ہدایت کیطرف تو ہرگز نہ ہدایت پاوینگے اُسوقت کبھی ۞۵۶ اور تیرا پروردگار بخشنے والا ہے رحمت والا اگر اُنکو پکڑے بسبب اُسکے جو اُنہوں نے کمایا ہے تو البتہ جلد بھیجے اُنکے لئے عذاب بلکہ اُنکے لئے وعدہ ہے کہ نپاوینگے اُسکے سوا پناہ ۞۵۷ اور یہ بستیاں کہ ہمنے اُنکو ہلاک کیا جب اُنہوں نے ظلم کیا اور ہمنے مقرر کی اُنکی ہلاک کرنیکو ایک میعاد ۞۵۸
اور جبوقت کہا موسی نے اپنے جوان کو کہ میں برابر چلا جاؤنگا یہانتک کہ میں پہونچوں مجمع البحرین کو یا چلا چلوں میں مدت دراز تک ۞۵۹ پھر جب دونوں پہونچے۔

دور ایک اور شہر تھا اُس کا نام تھا ہیلیوپولس (یعنی مدینۃ الشمس) اُس شہر میں ایک بہت بڑی یونیورسٹی تھی اور تمام علوم کی اُس میں تعلیم ہوتی تھی اور حضرت موسیٰ نے نہایت اعلیٰ درجہ کے علوم تک اُس یونیورسٹی میں تعلیم پائی تھی۔ اِس کا مختصر ذکر اعمال حواریین میں بھی ہے جسکو ہم نے ابھی نقل کیا ہے علاوہ اِسکے ڈاکٹر ولیم اسمتھ نے قدیم کتابوں سے ڈکشنری آف بائبل میں اُسکا مفصل حال لکھا ہے جسکا بعینہ ترجمہ ہم لکھتے ہیں۔

اُس میں لکھا ہے کہ "اُسوقت سے بہت برسوں تک موسیٰ کو باشندہ مصر خیال کرنا ضرور ہے۔ توریت میں اس زمانہ کا کچھ ذکر نہیں ہے مگر عہد جدید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ تعلیم یافتہ تھے اور اُنہوں نے مصریوں کی ساری حکمت میں تربیت پائی اور قول اور فعل میں بڑے لائق تھے (اعمال باب ۷ آیت ۲۲) مفصلہ ذیل مختصر احوال یہودی اور مصری روایات کا ہے جس سے کہ اِس مقدس مصنف کے (اُس زمانہ کے) جو حالات معلوم نہیں ہیں معلوم ہوتے ہیں اُنکی تعلیم ہیلیوپولس میں ہوئی تھی (تصنیفات اسٹرابو سے مقابلہ کرو باب ۱۷ فقرہ اول) اور وہاں بطور مقدس قوہن کے جہاں کہ اُنکا

www.poetrymania.com©

نسیاحوتھما

مصری نام اوسارسف یا تھی تہن تہا پرورش پائی جسب راے منیتھو (جو قدیم مورخ ہے) لفظ اوسارسف مشتق ہے اوسائی رس سے جو ایک مصری معبود کا نام تہا اور اوسارسف کے معنی یہ ہین جس کو اوسائی رس نے بچایا ہو حضرت موسی کو کل سلسلہ یونانی، کالڈی اور اسیرین لٹریچر کا پڑہایا گیا تھا۔ مصریون سے انہون نے میتی مٹیکس سیکہا تاکہ انکا ذہن بلا تعصب صدق کے قبول کرنے کے قابل ہو۔ انہون نے کشتیان اور تعمیر کے اوزار اور نیز آلات حرب اور پانی کی کلین اور حرف جو تصویرون کی صورت میں لکہے جاتے تھے اور زمین کی قسمون کو ایجاد کیا انہون نے ارفیوس کو تعلیم دی اور اسوجہ سے یونانی حضرت موسی کو موسیس کہنے لگے اور مصری ہرمیز (ہرمس) کہنے لگے انہون نے علم صرف ونحو یہودیوں کو سکھایا اور وہان سے وہ علم فنیشیا اور یونان میں پہونچا حضرت موسی کو ایک مہم پر جو بخلاف حبشیون کے تہی بہیجا گیا تھا اور انہوں نے اُس ملک کے سانپون کو اسطرح پر معدوم کیا کہ ملک بہر میں کہانچے بہر بہر کر پندمار خور جانور چہوڑ دئے اور شہر ہرموپولیس بطور یادگار اپنی فتح کے آباد کیا پھر وہ شہر سبا کی طرف چلے جو پیا کا دار الخلافت تھا روانہ ہوئے اور اُس شہر کا نام اپنی متبنّی کرنیوالی مان مسمی مرہس کے نام پر میرو رکہا اور اُسی جگہہ حضرت موسی نے انکو دفن کیا۔ بادشاہ اتیہوپیا کی بیٹی مسمی تھاریس کو اُن سے تعشق ہو گیا تھا اور حضرت موسی معہ اُس لڑکی کے بطور اپنی بی بی کے خوش وخورم مصر کو واپس آئے۔"

(ڈکشنری آف دی بائبل مصنفہ ڈاکٹر ولیم اسمتھ۔ جلد ۲ صفحہ ۴۲۵ - ۴۲۶)

حال میں جو احمد آفندی نجیب نے قدیم مصر کی تاریخ لکھی ہے اُس میں بھی اِس شہر کا ذکر کیا ہے۔

"وہ لکھتا ہے کہ عین الشمس کا قدیم نام "ان" ہے اور یہ مصریون کا قدیم مقدس شہر تھا اور وہان اُنکے دیوتا "رع" (آفتاب) کا مندر تھا اور اِس شہر میں ایک یونیورسٹی تہی جسکی شہرت کے سبب سے سولون جو یونان کا مقنن تھا اور افلاطون اور فیثاغورس علم کی تحصیل کے لئے اِس یونیورسٹی میں داخل ہوئے تھے اور عمسیس ثالث کے زمانہ میں جو بیسوین شاہی خاندان کا بادشاہ تھا ایک مندر میں بارہ ہزار طالب علم تعلیم پاتے تھے"

(الاثر الجلیل لقدماء وادی النیل صفحہ ۳۴)

www.poetrymania.com©

جگہہ جمع ہوئی اُن دونوں (یعنی بحرین) کی بھول گئی اپنی مچھلی کو

اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ شہر مدینۃ الشمس یا عین الشمس میں رہتے تھے اور وہان سے شہر رعمسیس میں آ گئے اور اُسی شہر میں اُس شخص کو گھونسا مار کر مار ڈالا جس کا ذکر قرآن مجید کے سورہ قصص میں ہے۔

سورہ قصص میں یہ بھی ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت موسیٰ کو ایک شخص نے خبر دی کہ وہانکے سردارون کا اُنکو مار ڈالنے کا ارادہ ہے اسلئے وہ وہان سے بھاگ گئے۔ اور سفر خروج باب ۲ ورس ۱۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ مدین میں جانیکا اُنھون نے ارادہ کیا۔ جبکہ وہ وہان سے بھاگے ہیں اسوقت کا ذکر اِس آیت میں ہے اور بھاگنے کے وقت ایک شخص اُنکے ساتھ ہولیا۔ قرآن مجید سے تو معلوم نہیں ہوسکتا کہ یہ کون شخص تھا صرف اتنا قیاس ہوسکتا ہے کہ جس شخص نے آنکر حضرت موسیٰ کو خبر دی تھی کہ تمھارے مار ڈالنے پر مشورہ ہوا ہے وہی حضرت موسیٰ کے ساتھ ہولیا جبکہ وہ رعمسیس سے نکل گئے، مگر تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ وہ شخص یوشع تھے یا یوشع کے بھائی اور یہ بات ممکن ہے کیونکہ جب حضرت موسیٰ رعمسیس سے نکلے ہیں تو یوشع کی عمر بموجب توریت کے بائیس برس کی تھی اور قفال اور عمرو بن عبید کا قول ہے کہ وہ شخص حضرت موسیٰ کا غلام تھا۔

قرآن مجید میں جو یہ لفظ ہیں ''لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین'' یعنی جب تک دو سمندرون کے ملنے کی جگہہ تک پہونچون۔ پس یہ بات دریافت کرنی ہے کہ مجمع البحرین سے کونسی جگہہ مراد ہے۔ تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ بحر فارس اور بحر روم جس مقام پر آپس میں ملے ہیں وہ مقام مجمع البحرین ہے مگر یہ صریح غلطی ہے اِس واسطے کہ بحر فارس اور بحر روم نہ کسی جگہہ آپس میں ملے ہیں اور نہ مل سکتے تھے رڈسی یعنی بحر قلزم کی دو شاخیں نکلی ہیں ایک شرقی ہے اور ایک غربی۔ پھر وہ دونوں شاخیں آپس میں ملی ہیں۔ اِس زمانہ میں شرقی شاخ کو گلف آف اکابہ یعنی خلیج عقبہ اور غربی شاخ کو گلف آف سویز یا خلیج سویس کہتے ہیں۔ جہان یہ دونوں شاخیں باہم ملی ہیں اُس مقام کو مجمع البحرین کہا گیا ہے۔ اِن دونون شاخون کے بیچ میں بہت سے پہاڑ ہیں اور اُس زمانہ میں جنگل ہوگا اور عام طور پر وہ رستہ چلتا نہ ہوگا۔ اُس کا ثبوت قرآن کے ان لفظون سے نکلتا ہے ''فارتدا علی اثارھما قصصا'' یعنی جب حضرت موسیٰ اور اُنکا ساتھی جوان مجمع البحرین

www.poetrymania.com©

فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ
آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَٰذَا
نَصَبًا ﴿٦١﴾

سے چلے اور معلوم ہوا کہ مچھلی نہیں ہے تو پھر وہ اپنے پاؤن کے نشانات ڈھونڈھتے ہوئے واپس آئے اِس سے صاف پایا جاتا ہے کہ عام رستہ نہیں تھا بلکہ جنگل تھا جس کے سبب اُنکو اپنے قدمون کے نشان ڈھونڈتے ہوئے واپس آنا پڑا۔

حضرت موسٰی جب رعمسیس سے بھاگے ہین تو اس خیال سے کہ تعاقب کرکے لوگ پکڑ نہ لیں وہ عام رستہ اختیار کر نہیں سکتے تھے اِس لیے اُنہون نے جنگل کا اجنبی رستہ اختیار کیا اور وہ اس بات کو جانتے تھے کہ جب مجمع البحرین پہونچ جائینگے تو وہان سے مدین کا رستہ جہان اُنکو جانا منظور تھا آسانی سے مل جائیگا۔ اِسی لیے اُنہون نے کہا، "لا ابرح حتے ابلغ مجمع البحرین۔"

صوبہ مدین رڈسی یعنی بحر قلزم کی مشرقی شاخ (خلیج عقبہ) کے دونون طرف واقع ہے جہان کہ مدیانی قوم رہتی تھی اور خاص شہر مدین خلیج عقبہ کے مشرقی کنارہ پر واقع تھا۔ ان تمام حالات سے جو جغرافیہ سے معلوم ہوتے ہیں بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسٰی رڈسی کی ایک شاخ کے جنگل کے کنارے ہو کر وہان پہونچے جہان دونون شاخین رڈسی کی ملتی ہین اور جسکو مجمع البحرین کہا ہے اور وہان سے مدین کو چلے گئے۔

(۶۰) مچھلی کی نسبت بہت سی دور از کار روایتیں کتب تفاسیر وغیرہ میں لکھی ہیں اصلی حقیقت صرف اتنی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت موسٰی کے پاس کوئی کھانے کا سامان موجود نہیں تھا وہ سراسیمگی کی حالت میں شہر سے بھاگے تھے جب وہ مجمع البحرین پر پہونچے تو اُنہون نے ایک مچھلی پکڑی اور اُسکو ایک چٹان پر رکھدیا کیونکہ قرآن مجید میں اس بات کا کہ موسٰی اپنے ساتھ مچھلی لے کر چلے تھے اور وہ مری ہوئی یا بھنی ہوئی تھی کچھ اشارہ نہیں ہے مگر تھوڑی دیر میں وہ مچھلی تڑپ کر پھر دریا میں جا پڑی جب موسٰی

www.poetrymania.com©

پھر پکڑی اُس نے (یعنی مچھلی نے) اپنی راہ دریا میں خشکی سی (۶۰) پھر جب وہ آگے بڑھے تو کہا (یعنی موسیٰ نے) اپنے جوان سی کہ دی ہمکو ہمارے صبح کا کھانا بیشک ہمنے پائی ہے اپنے سفر سے تکلیف (۶۱)

وہان سے چلے تو اُنکو خیال تھا کہ وہ مچھلی ہوگی اُنہوں نے اپنے ساتھی جوان سے کہا کہ ہمارا کھانا لاؤ اُس جوان نے کہا کہ وہ مچھلی تو پھر دریا میں چلی گئی اور اُس کا ذکر کرنا میں تم سے بھول گیا جو کہ جنگل میں اور کچھ کھانیکا سامان نہیں تھا اسلئے حضرت موسیٰ مجمع البحرین کو واپس ہوئے تاکہ پھر کوئی مچھلی کھانیکے لئے وہاں سے پکڑیں۔

مچھلی کے دریا میں چلے جانے کی نسبت قرآن مجید میں یہ لفظ ہیں "اتخذ سبیلہ فی البحر سربا" سرب کے معنی چلنے کے ہیں مفسرین نے جو اس کے معنی مطابق اُن حدیثوں کے جن میں یہ قصہ بیان ہوا ہے اور جن کو ہم بیان کرینگے اسطرح بیان کئے ہیں کہ مچھلی جب پانی میں گئی تو پانی دونوں طرف ہٹ گیا اور پانی میں طاق یا سرنگ کی صورت بن گئی سو یہ بیان روایات یہود پر مبنی ہے جسکا کوئی اشارہ قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا۔ تفسیر کبیر میں اس آیت کی "اتخذ سبیلہ فی البحر سربا" یہ معنی لکھے ہیں سرب فی البحر سربا یعنی وہ مچھلی سمندر میں چلی گئی اور الفاظ "اتخذ سبیلہ" کو "سرب" کے قایم مقام بیان کیا ہے جسکا نتیجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔

اسکے بعد حضرت موسیٰ کے ساتھی جوان نے جب مچھلی کے سمندر میں چلے جانیکا ذکر کیا تو یوں کہا "واتخذ سبیلہ فی البحر عجبا" یعنی مچھلی سمندر میں عجیب طرح سے چلی گئی، "عجبا" کے لفظ سے یہ سمجھنا کہ اُس مچھلی نے کوئی عجیب طرح سے سمندر میں رستہ بنایا تھا کسی طرح پر درست نہیں۔ صاف بات یہ ہو کہ مچھلی کو سمندر میں سے نکال کر خشکی پر ڈال دیا تھا اور یہ سمجھے تھے کہ وہ مرگئی مگر اُس میں جان باقی تھی اور وہ تڑپ کر سمندر میں جا پڑی۔ اسی بات کو موسیٰ کے ساتھی جوان نے عجیب بات سمجھکر کہا کہ "واتخذ سبیلہ فی البحر عجبا"

اسی قسم کا واقعہ خود مجھ پر گذرا ہے۔ میں نہر سویز کی سیر کرنے کو کشتی پر بیٹھ کر گیا۔ ایک ملاح نے نہر میں سے مچھلی پکڑی اور اُسکو کشتی میں ڈال دیا دو ایک دفعہ تڑپ کر وہ سست ہوگئی ہم سب نے جانا کہ وہ مرگئی ہم سب نہر کی سیر دیکھتے جاتے تھے اور اُس مچھلی کا کچھ خیال نہ تھا تھوڑی دیر بعد وہ مچھلی زور سے تڑپی اور پھر نہر میں جا پڑی اور ہم سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ ایسے واقعات عام طور پر واقع

www.poetrymania.com©

قَالَ أَرَءَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ
وَمَا أَنسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي
الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۳﴾
فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا
وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۴﴾ قَالَ

ہوتے ہیں اور اسی طرح حضرت موسیٰ کو بھی بطور ایک عام واقعہ کے پیش آیا۔

(۶۱) تا (۶۳) جب حضرت موسیٰ مجمع البحرین سے آگے چلے تو حضرت موسیٰ نے اپنے ساتھی جوان سے مچھلی کا پھر دریا میں چلا جانا سُنا تو کہا ''ذٰلک ما کنا نبغ'' جو کہ مفسرین نے اُن روایات یہود سے جو بعض حدیثوں میں بھی مذکور ہیں یہ سمجھا تھا کہ موسیٰ کو خبر دی گئی تھی کہ جہاں تم مچھلی بھول جاؤگے وہاں تمکو خضر ملیں گے، اس لئے اُنہوں نے ذٰلک کا مشار الیہ مچھلی کا چلا جانا قرار دیا اور اُسکے معنی یہ سمجھے کہ مچھلی کا چلا جانا وہ امر ہے جسکو ہم چاہتے تھے۔ مگر ''ذٰلک ما کنا نبغ'' کے معنی صاف ہیں۔ حضرت موسیٰ نے اپنے ساتھی جوان سے کہا کہ ''اتنا غداءنا'' یعنی ہمارا صبح کا کھانا لا اُس نے کہا مچھلی تو دریا میں چلی گئی یعنی صبح کا کھانا جو تم مانگتے ہو نہیں رہا موسیٰ نے کہا کہ ''ذٰلک'' ای غداءنا الذی ما کنا نبغ من غداءنا یعنی صبح کا کھانا یہ ہے جسکو ہم چاہتے تھے ذٰلک کا اشارہ صاف غداءنا کی طرف ہے اُسکا مشارٌ الیہ ایک امر ذہنی بلکہ خیالی کو قرار دینا جسکا ذکر نہ صراحتًہ کنایتًہ قرآن مجید میں موجود ہے صحیح نہیں ہو سکتا۔

(۶۴) اِس آیت میں جو یہ لفظ ہیں'' فوجدا عبدا من عبادنا اٰتیناہ رحمة من عندنا وعلمناہ من لدنا علما'' یعنی جب حضرت موسیٰ اور اُنکا ساتھی جوان پھر کر مجمع البحرین پر پہونچے تو اُنہوں نے ایک بندہ کو خدا کے بندوں میں سے پایا جسکو ہم نے اپنی رحمت دی تھی اور ہم نے

www.poetrymania.com©

رجوان نے) کہا کیا نہیں دیکھا تو نے کہ جب ہم تکیہ لگائے آرام سے بیٹھے تھے پتھر پر پھر بیشک میں بھول گیا مچھلی کو اور نہیں بھولایا مجکو اُس سے مگر شیطان نے کہ ذکر کرون اُسکا اور پکڑی اُسنے اپنی راہ دریا میں عجب طرح سے ﴿۶۲﴾ (موسیٰ نے) کہا یہ ہے جو کچھ کہ ہم چاہتے تھے پھر دونون پھرے اپنے پاؤنکے نشانون پر ڈھونڈھتے ہوئے ﴿۶۳﴾ پھر اُنھوں نے پایا ایک بندہ کو ہمارے بندون میں سے کہ دی تھی ہمنے اُسکو رحمت اپنے پاس سے اور ہمنے اُسکو سکھایا تھا اپنے پاس سے ایک طرح کا علم ﴿۶۴﴾ کہا

اُس کو اپنے پاس سے علم سکھایا تھا مفسرین اور محدثین کہتے ہیں کہ عبد سے خضر مراد ہیں۔

حضرت موسیٰ کو خضر کے ملنے کی یہہ وجہ بیان ہوئی ہے کہ حضرت موسیٰ سے اُنکی قوم نے پوچھا کہ سب سے زیادہ کون اعلم ہے موسیٰ نے کہا کہ میں سب سے زیادہ اعلم ہون اسپر خدا خفا ہوا اور خدا نے وحی بھیجی کہ میرا ایک بندہ مجمع البحرین میں تجھ سے زیادہ اعلم ہے مگر اسکا قرآن مجید میں کہیں ذکر نہیں اور کسقدر عجیب بات ہے کہ اس واقعہ کا نہ قرآن مجید میں ذکر ہے اور نہ کہیں خضر کا نام آیا ہے البتہ یہودیوں میں خضر کا نام اور اُنکے قصے ہیں۔

قرآن مجید سے صرف اسقدر پایا جاتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ لوٹ کر پھر مجمع البحرین پر آئے تو وہان ایک اور شخص اُنکو ملا۔ ظاہر ہے کہ جس رستہ سے حضرت موسیٰ نے مدین جانیکا ارادہ کیا تھا وہ نہایت اجنبی پہاڑون اور جنگل کا رستہ تھا جسکو طے کرنا بغیر کسی ایسے شخص کے جو رستہ سے واقف ہو نہایت دشوار تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص جو ملا وہ رستہ کا اور اُس نواح کے حالات کا واقف کار تھا اس لئے حضرت موسیٰ نے اُس سے کہا کہ کیا میں تیری پیروی کرون بشرطیکہ جو بھلائی تجھکو سکھائی گئی ہے مجکو بھی سکھا دے یعنی رستہ بتاتا ہوا لے چلے۔

واضح ہو کہ اب اس مقام سے قرآن مجید میں صرف انہی دو شخصون کا ذکر ہے اُس جوان کا جو پہلے

www.poetrymania.com©

فتٰہُ موسیٰ

سے حضرت موسیٰ کے ساتھ تھا کچھ ذکر نہیں آیا یا تو وہ ساتھ نہیں رہا یا آیندہ کے حالات میں اُسکے ذکر کرنیکی کوئی خاص ضرورت نہیں ہوئی۔

یہ شخص جو بلا صاحب موسیٰ کہلاتا ہے اسکی نسبت علماے متقدمین نے بہت اختلاف کیا ہے اکثر تو کہتے ہیں کہ یہ خضر پیغمبر تھے جو اب تک جیتے ہیں اور جیتے رہیں گے اور قیامت کے بعد مرینگے مگر لوگوں کو دکھائی نہیں دیتے کبھی کسی بھولے بسرے کو راہ بتا دیتے ہیں اور کبھی کسیکو علم لدنی سکھا دیتے ہیں۔

جو لوگ صاحب موسیٰ کو نبی بتاتے ہیں وہ اِس آیت پر استدلال کرتے ہیں "اٰتینٰاہ رحمۃ من عندنا و علمناہ من لدنا علما" یعنی جس پر ہمنے اپنی رحمت کی تھی اور ہم ہی نے اپنے پاس سے علم سکھایا تھا" مگر تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ نبوت بلاشک رحمت ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر رحمت نبوت ہو۔

اور تفسیر کبیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ "علمناہ من لدنا" کے الفاظ سے بھی نبوت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ علوم ضروریہ ابتدا میں خدا ہی سے ملتے ہیں۔ پس یہ دلیل نبوت کی نہیں ہے۔

اور تفسیر کبیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ الفاظ جو قرآن میں ہیں "وما فعلتہ عن امری" ان الفاظ سے نبوت پر استدلال کرنا نہایت ضعیف ہے۔ اسکا نہایت ضعیف ہونا ظاہر ہے اسلئے کہ یہہ کہنا کہ میں نے خدا کی مرضی سے یہ کام کیا ہے یا اپنی مرضی و خواہش سے نہیں کیا عام محاورہ بول چال کا ہے اِس سے اُس شخص کا نبی اور پیغمبر ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

بخاری کی تین حدیثوں میں جن میں سے ایک عبد اللہ بن محمد المسندی سے اور ایک ابراہیم بن موسیٰ سے اور ایک قتیبہ بن سعید سے مروی ہے ان حدیثوں میں اُس شخص کا نام جو حضرت موسیٰ سے مجمع البحرین پر ملا خضر لکھا ہے مگر وہ اُن وجوہ سے جو آگے بیان ہونگے قابل تسلیم نہیں ہے۔

بخاری میں متعدد جگہہ حضرت موسیٰ کے قصہ کا ذکر ہے مگر چار حدیثیں بہت بڑی ہیں جن میں قریبًا

www.poetrymania.com©

اُس سے موسیٰ نے کہ

یہ تمام قصہ مذکور ہے۔

پہلی حدیث میں عبداللہ بن محمد المسندی۔ سفیان۔ عمرو۔ سعید ابن جبیر۔ ابن عباس۔ ابی ابن کعب راوی ہیں۔

دوسری حدیث میں علی ابن عبداللہ۔ سفیان۔ عمرو بن دینار۔ سعید ابن جبیر۔ ابن عباس۔ ابی ابن کعب راوی ہیں۔

تیسری حدیث میں ابراہیم بن موسیٰ ہشام ابن یوسف۔ ابن جریج۔ یعلی بن مسلم عمرو بن دینار۔ سعید بن جبیر۔ ابن عباس۔ ابی ابن کعب راوی ہیں۔

چوتھی حدیث میں قتیبہ بن سعید۔ سفیان۔ ابن عیینہ۔ عمرو ابن دینار۔ سعید بن جبیر۔ ابن عباس۔ ابی ابن کعب راوی ہیں۔

ان چاروں حدیثوں میں ابی ابن کعب اخیر راوی ہیں اور عمرو بن دینار۔ سعید ابن جبیر۔ ابن عباس چاروں حدیثوں میں راوی ہیں اور سفیان صرف پہلی، دوسری اور چوتھی حدیث میں اور چاروں حدیثوں میں ابن عباس نے ابی ابن کعب سے روایت کی ہے۔

مگر ان حدیثوں میں جو تفاوت الفاظ اور طرز بیان اور بعض جگہ مضمون میں ہے اُسکو بیان کرنا مناسب ہے۔

پہلی حدیث میں ہے "موسیٰ نبی" دوسری میں ہے صرف "موسیٰ" تیسری میں ہے "موسیٰ رسول اللہ" چوتھی میں ہے صرف "موسیٰ"

پہلی اور دوسری حدیث میں ہے "قام موسیٰ النبی خطیبا فی بنی اسرائیل فسئل ای الناس اعلم فقال انا"

اور چوتھی حدیث میں بجائے "فسئل" کے "فقیل لہ" ہے

اور تیسری حدیث میں ہے "ذکر الناس یوما حتے اذا فاضت العیون و رقت القلوب ولی فادرکہ رجل فقال ای رسول اللہ ھل فی الارض احد اعلم منک قال لا"

www.poetrymania.com©

هَلْ اَتَّبِعُكَ

یعنی پہلی اور دوسری حدیث میں ہے کہ" حضرت موسیٰ وعظ کرنیکو بنی اسرائیل میں کھڑے ہوکے پوچھا گیا کہ کون شخص سب سے زیادہ عالم ہے حضرت موسیٰ نے کہا کہ میں ہوں"۔

اور چوتھی میں بجائے" فسئل "کے" فقیل لہٗ "ہے یعنی موسیٰ سے کہا گیا۔

اور تیسری حدیث میں ہے کہ" ایک دن حضرت موسیٰ نے لوگوں کو نصیحت کی یہاں تک کہ لوگ روئے اور اُنکے دل نرما گئے۔ جب وعظ کہکر چلے تو ایک شخص ملا اور اُس نے کہا کہ اے رسول خدا دنیا میں تم سے زیادہ کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا نہیں"۔

پہلی حدیث میں ہے" فاوحی اللہ الیہ ان عبدا من عبادی بمجمع البحرین اعلم منک"

اور دوسری حدیث میں ہے" قال لہ بل لی عبد بمجمع البحرین ھو اعلم منک"

اور تیسری حدیث میں ہے" قیل بلے قال ای رب واین قال بمجمع البحرین"

چوتھی حدیث میں ہے" واوحیٰ الیہ بلی عبد من عبادی بمجمع البحرین ھو اعلم منک"

یعنی پہلی حدیث میں ہے کہ" خدا نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ مجمع البحرین میں ایک میرا بندہ تجھ سے زیادہ عالم ہے"۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ" خدا نے موسیٰ سے کہا کہ نہیں بلکہ میرا ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے تجھ سے زیادہ عالم ہے"۔

اور تیسری حدیث میں ہے کہ" کہا گیا ہاں موسیٰ نے کہا اے خدا کہاں؟ خدا نے کہا مجمع البحرین میں"

اور چوتھی حدیث میں ہے کہ" خدا نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ ہاں میرا ایک بندہ مجمع البحرین میں تجھسے

www.poetrymania.com©

کیا میں تیری پیروی کروں

زیادہ عالم ہے"۔

پہلی حدیث میں ہے" قال یارب وکیف بہ"

دوسری حدیث میں ہے" قال ای رب من لی بہ ور بما قال سفیان لی رب فکیف لی بہ"

تیسری حدیث میں ہے" قال ای رب اجعل لی علما اعلم ذلک منہ"

چوتھی حدیث میں ہے" قال ای رب کیف السبیل الیہ"

یعنی پہلی حدیث میں ہے کہ" موسیٰ نے کہا اے خدا میں کیونکر اُس تک پہونچونگا"

اور دوسری حدیث میں ہے کہ" موسیٰ نے کہا اے خدا کون مجھے اُس تک پہونچائے گا اور کبھی سفیان نے کہا اے خدا میں کیونکر اُس تک پہونچونگا"

اور تیسری حدیث میں ہے کہ" موسیٰ نے کہا اے خدا مجھے کوئی نشانی بتا جس سے میں اُسکو پہچانوں"

اور چوتھی حدیث میں ہے کہ" موسیٰ نے کہا اے خدا میں کیونکر اُس تک رستہ پاؤں"

پہلی حدیث میں ہے" فقیل لہ احمل حوتا فی مکتل فاذا فقدتہ فھو ثم"

دوسری حدیث میں ہے" قال تاخذ حوتا فتجعلہ فی مکتل حیث ما فقدت الحوت فھو ثم ور بما قال فھو ثمہ"

تیسری حدیث میں ہے" فقال لی عمرو قال حیث یفارقک الحوت وقال لی یعلی قال خذ نونا میتا حیث ینفخ فیہ الروح"

چوتھی حدیث میں ہے" قال تاخذ حوتا فی مکتل فحیث ما فقدت الحوت فاتبعہ"

یعنی پہلی حدیث میں ہے کہ" موسیٰ سے کہا گیا کہ زنبیل میں ایک مچھلی اُٹھا لے جہاں وہ

www.poetrymania.com©

عَلٰٓی اَنْ

وہ گم ہو وہ اُسی جگہہ ہوگا"

اور دوسری حدیث میں ہے کہ "خدا نے کہا ایک مچھلی لے اور زنبیل میں رکہہ جہاں مچھلی گم ہوجائے وہ اُسی جگہہ ہوگا"

اور تیسری حدیث میں ہے کہ "عمرو بن دینار نے مجھ سے کہا کہ خدا نے کہا جہاں مچھلی تجھ سے جدا ہو اور یعلی نے مجھ سے کہا کہ خدا نے کہا ایک مردہ مچھلی لے جہاں اُس میں جان پڑ جائے"۔

اور چوتھی حدیث میں ہے کہ "خدا نے کہا زنبیل میں ایک مچھلی رکہہ لے جہاں مچھلی گم ہوجائے اُس کے پیچھے پیچھے چلا جائیو"۔

پہلی حدیث میں ہے "وحمل حوتا فی مکتل حتی کانا عند الصخرۃ وضعا رؤسہما فناما فانسل الحوت من المکتل فاتخذ سبیلہ فی البحر سربا"

دوسری حدیث میں ہے "فاخذ حوتا فی مکتل ثم انطلق ھو وفتاہ یوشع بن نون حتے اذا اتیا الصخرۃ وضعا رؤسہما فرقد موسی واضطرب الحوت فخرج فسقط فی البحر فاتخذ سبیلہ فی البحر سربا"

تیسری حدیث میں ہے "فاخذ حوتا فجعلہ فی مکتل فقال لفتاہ لا اکلفک الا ان تخبرنی بحیث یفارقک الحوت - * * * فبینما ھو فی ظل صخرۃ فی مکان ثریان اذ تضرب الحوت * * حتی دخل البحر"

چوتھی حدیث میں ہے "قال فخرج موسی ومعہ فتاہ یوشع بن نون ومعہما الحوت حتی انتہیا الی الصخرۃ فنزلا عندھا قال فوضع موسی راسہ فنام قال سفیان وفی حدیث غیر عمرو قال وفی اصل الصخرۃ عین یقال لہ الحیاۃ لا یصیب من مائہا شئ الا حیی فاصاب الحوت من ماء تلک العین قال فتحرک وانسل من المکتل فدخل البحر"

یعنی پہلی حدیث میں ہے کہ "موسی نے زنبیل میں مچھلی رکہہ لی یہاں تک کہ دونوں ایک چٹان کے

www.poetrymania.com©

اِس بات پر کہ تو

پاس پہونچے اور دونوں اُسپر سر رکھکر سو گئے۔ مچھلی زنبیل سے نکل پڑی اور اُس نے سمندر میں رستہ لیا"

اور دوسری حدیث میں ہے کہ "موسیٰ نے زنبیل میں مچھلی لی پھر وہ اور اُنکا جوان ساتھی یوشع بن نون دونوں چلے اور ایک چٹان کے پاس پہونچے دونوں نے اُسپر اپنا سر رکھا اور موسیٰ سو گئے اور مچھلی تڑپ کر نکل پڑی اور سمندر میں جا پڑی اور اُسنے سمندر میں اپنا رستہ لیا"

اور تیسری حدیث میں ہے کہ "موسیٰ نے مچھلی لی اور اُسکو زنبیل میں رکھا پھر اپنے جوان ساتھی سے کہا میں تمکو اِسکے سوا اور تکلیف نہیں دیتا کہ جہاں مچھلی تم سے جدا ہو مجھے خبر کر دینا + + + اسی اثنا میں کہ موسیٰ ایک چٹان کی پناہ میں تر زمین پر تھے کہ مچھلی تڑپی + + + یہاں تک کہ وہ سمندر میں چلی گئی"

اور چوتھی حدیث میں ہے کہ "راوی نے کہا کہ موسیٰ چلے اور اُنکے ساتھ یوشع بن نون تھے اور دونوں کے ساتھ مچھلی تھی یہاں تک کہ ایک چٹان کے پاس پہونچے اور اُسکے قریب اُتر پڑے راوی نے کہا ہے کہ موسیٰ نے اپنا سر اُسپر رکھا اور سو گئے۔ سفیان کہتے ہیں کہ عمرو بن دینار کی روایت کی سوا اور روایت میں ہے کہ چٹان کی جڑ میں ایک چشمہ تھا جسکو چشمہ آب حیات کہتے ہیں۔ اُسکا پانی جسکو لگتا تھا وہ زندہ ہو جاتا تھا اُس مچھلی کو بھی وہ پانی لگا اور اُس میں جنبش پیدا ہوئی اور زنبیل سے نکل کر سمندر میں چلی گئی"

پہلی حدیث میں ہے "فلما انتھیا الی الصخرۃ اذا رجل مسجی بثوب او قال تسجی بثوبہ"۔

دوسری حدیث میں ہے "حتے انتھیا الی الصخرۃ فاذا رجل مسجی بثوب"

تیسری حدیث میں ہے "فرجعا فوجدا خضرا قال لی عثمان بن ابی سلیمان علی طنفسۃ خضراء علے کبد البحر قال سعید ابن جبیر مسجی بثوبہ"

چوتھی حدیث میں ہے "قال فلما انتھیا الی الصخرۃ اذا ھما برجل مسجی بثوب"

www.poetrymania.com©

تعلیمٌ

یعنی پہلی حدیث میں ہے کہ "جب دونوں چٹان کے پاس پہونچے تو یکایک ایک شخص نظر پڑا جوایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھا"

اور دوسری حدیث میں ہے کہ "جب دونوں چٹان کے پاس پہونچے تو ناگاہ ایک شخص ملا جو کپڑا اوڑھے ہوئے تھا۔"

اور تیسری حدیث میں ہے کہ "جب دونوں اُلٹے پھرے تو انھوں نے خضر کو پایا عثمان بن ابی سلیمان نے مجھ سے کہا سمندر کے بیچ میں ایک سبز وصلیچہ پر۔ سعید بن جبیر نے کہا کپڑا اوڑھے ہوے"

اور چوتھی حدیث میں ہے کہ "راوی نے کہا جب دونوں چٹان کے پاس پہونچے تو یکایک دونوں نے ایک شخص کو دیکھا کپڑا اوڑھے ہوئے"

پہلی اور تیسری اور چوتھی حدیث میں اُس شخص کا نام جو حضرت موسیٰ سے مجمع البحرین پر ملا خضر لکھا ہے۔ اور دوسری حدیث میں نام نہیں ہے بلکہ "رجل مسجّی بثوب" لکھا ہے یعنی ایک شخص ملا جو چادر اوڑھے ہوئے تھا۔

یہ تفاوت الفاظ اور طرز بیان اور زیادتی وکمی مضامین کو بطور نمونہ کے ہم نے دکھایا ہے اور اسیطرح کا اُن حدیثوں میں جو موسیٰ کے قصہ سے متعلق ہیں بہت جگہہ تفاوت الفاظ اور طرز بیان اور مضامین کا ہے۔ اس سے ہمکو یہ ثابت کرنا ہے کہ ان حدیثوں کے جو الفاظ ہیں وہ وہ نہیں ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں بلکہ یہ الفاظ اخیر راویوں کے ہیں جنہوں نے ان حدیثوں کو مثل دیگر احادیث طوال کے بالمعنی روایت کیا ہے اور اسلئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تصور نہیں ہوسکتے۔

دوسرے یہ امر قابل غور ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ "حدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج"

(بخاری کتاب الانبیاء)

www.poetrymania.com©

سکھلادے مجکو اُس نبی سے

یعنی بنی اسرائیل جو روایتیں بیان کرتے ہیں اُسکے بیان کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ اس بنا پر صحابہ اور تابعین یہودیوں کی روایت کو بیان کرتے تھے۔

اخیر کے راویوں نے یہ خیال کر کے کہ پہلے راوی نے آنحضرت سے سنا ہوگا اُنکو آنحضرت کیطرف مستند کر دیا پس جسقدر یہودیوں کے قصے حدیثوں میں پائے جاتے ہیں اُنکی نسبت یقین نہیں ہوسکتا کہ درحقیقت وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مستند ہیں گو کہ وہ حدیثوں میں مستند کئے گئے ہوں اسلئے ضرور ہے کہ اُن قصوں کا جس قدر ذکر قرآن مجید میں آیا ہے انہیں پر ہم منحصر رہیں اور حدیثوں میں جو قصے ہیں ہم اُنکو بنظر درایت دیکھیں اور جانچیں اور جہاں تک اُن میں کوئی نقص نہ پایا جاوے اور قرآن مجید سے اُسکی تائید ہوتی ہو اُنکو تسلیم کریں اور جن میں ازروے درایت کے کچھ نقص پاویں ہم اُنکو متروک کریں۔

قرآن مجید میں یہ قصہ دو سورتوں میں آیا ہے سورہ قصص میں صرف وہاں تک بیان ہوا ہے جہاں تک کہ حضرت موسیٰ ایک شخص کو قتل کر کے شہر سے بھاگے اُسکے بعد بھاگنے کی حالت میں جو واقعات پیش آئے اُنکا بیان سورہ کہف میں آیا ہے اور کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ ایک ہی قصہ اور حضرت موسیٰ ہی کا قصہ ہے جو آدھا ایک سورۃ میں اور آدھا دوسری سورت میں آیا ہے۔

جسوقت تک کہ حضرت موسیٰ اُس شہر سے بھاگے ہیں جس میں انہوں نے ایک قبطی کو مار ڈالا تھا اُسوقت تک وہ نبی یا پیغمبر یا رسول نہیں ہوئے تھے کیونکہ اُنکو رسالت اُسکے بہت بعد ہوئی ہے جبکہ وہ فرعون کی ہدایت اور بنی اسرائیل کو آزاد کرانے پر مامور ہوئے اور یہ ایک تاریخی واقعہ ہے مگر بخاری کی مذکورہ بالا حدیثوں میں اُنکو نبی اور رسول اللہ کر کے تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے کہ خدا نے اُنپر وحی بھیجی تھی کہ مجمع البحرین میں جو میرا بندہ ہے وہ تجھ سے زیادہ عالم ہے اور اُن تمام حدیثوں میں پایا جاتا ہے کہ اس واقعہ کی بابت خدا برابر اُن پر ہدایتیں بھیجتا رہتا تھا پس یہ امر جو خلاف تاریخ محققہ و مثبتہ ہے مطابق اصول حدیث کے تسلیم نہیں ہوسکتا۔

www.poetrymania.com©

رِمَمَّا عُلِّمْتَ

بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ اُس چٹان کے نیچے جسپر مچھلی رکھی تھی آبِ حیات کا چشمہ تھا اُسکا پانی جسکو لگتا تھا وہ زندہ ہو جاتا تھا اُس مری مچھلی کو بھی وہ پانی لگا اور وہ زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی۔ یہ بیان نہ قرآن مجید میں سے مطابقت رکھتا ہے نہ عقل سے اور اسلئے مطابق اصول حدیث تسلیم نہیں ہو سکتا اور نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ قرار پا سکتا ہے۔ اسیطرح خضر کا سمندر کے بیچ میں ایک سبز مصلیٰ بچھائے بیٹھا ہونا جو بخاری کی حدیث میں ہے قابل تسلیم نہیں ہے اور نہ یہ بات تسلیم ہو سکتی ہے کہ جس سوکھی گھانس پر وہ بیٹھتے تھے وہ ہری ہو جاتی تھی۔ انہی قصوں کی مناسبت سے اُس شخص کا نام خضر رکھدیا ہے۔

اصل یہ ہے کہ قدیم زمانہ کے مقدس لوگوں میں ایک عام رواج تھا کہ لوگوں کو نصیحت کرنے اور اُنکے دل میں خدا کا ڈر بٹھانے اور اُسکی قدرت کی شان جتانے کے لئے اس قسم کے قصے بنا لیتے تھے اور بزرگوں کے واقعی اور سچے حالات میں ایسی باتیں ملا دیتے تھے جن سے خدا کی قدرت عظیم ظاہر ہوتی تھی اور وہ لوگوں کے دلوں پر زیادہ موثر ہوتے تھے اسی قسم کے بہت سے قصے نہایت قدیم زمانہ کے لیٹن زبان میں موجود ہیں، حکایات لقمان بھی اسی قسم کی کتاب ہے حضرت مولانا روم کی مثنوی بھی اسی قسم کے قصوں سے مملو ہے، اسیطرح یہودیوں کے عالموں اور اعظموں نے حضرت موسیٰ کے شہر سے نکلنے اور مدین تک پہونچنے کے سفر میں جو واقعات پیش آئے اُس میں بھی اعجوبہ باتیں ملا دیں اور اُس سفر میں ایک فرضی شخص خضر کا ملنا شامل کیا جسکو ایک نہایت ہی بزرگ شخص اور مقدس خدا رسیدہ صاحب کشف و کرامات قرار دیا۔ وہ قصہ یہودیوں میں مشہور تھا اُسی قصہ کو بطور قصہ بارے یہود صحابہ و تابعین نے بیان کیا ہوگا اور اخیر راویوں نے اس خیال سے کہ اُن لوگوں نے آنحضرت صلعم سے سُنا ہوگا اُن قصوں کو حدیثوں میں شامل کر دیا اور مفسرین نے اپنی تفسیروں میں داخل کیا، مگر قرآن مجید میں جہانتک اس قصہ کا بیان ہے وہ سیدھا اور صاف ہے اور ان باتوں میں سے جو اُن روایتوں اور تفسیروں میں بیان ہوئی ہیں ایک حرف بھی قرآن میں شامل نہیں ہے۔

www.poetrymania.com©

جو سکھایا گیا ہے تجکو

آج تک علما یہ بھی نہیں بتا سکے کہ خضر کون تھے اور کس کے بیٹے تھے دار قطنی کی روایت یہ ہے کہ وہ حضرت آدم کے بیٹے ہیں یہ روایت ابن عباس سے ہے اور اس روایت میں مقاتل اور ضحاک بھی راوی ہیں۔ اصابہ میں لکھا ہے کہ مقاتل کی روایت تو لینے کے قابل نہیں ہے اور ضحاک نے ابن عباس سے کوئی روایت نہیں سنی۔

ابو حاتم سجستانی انکو قابیل کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اُن کا نام خضرون ہے، اور بعضوں نے کہا عامر، اور بعضون نے کہا کہ انکا نام بلیا ہے اور وہ بیٹے ہیں بلکان کے جو نوح کی اولاد میں سے تھے، اور بعضوں نے کہا اُن کا نام معمر ہے اور وہ بیٹے ہیں مالک بن عبداللہ بن نصر بن ازد کے، اور بعضوں نے کہا کہ وہ عمائیل بن نور بن عیص بن اسحاق کے بیٹے ہیں، اور بعضوں نے کہا کہ وہ موسیٰ کے بھائی ہاروں کے نواسے ہیں، اور بعضوں نے کہا کہ انکا نام ارمیا بن خلقیا ہے، اور بعضوں نے کہا کہ وہ فرعون کے نواسے ہیں، اور بعضوں نے کہا کہ وہ فرعون کے بیٹے ہیں، اور بعضوں نے کہا کہ وہ الیسع ہیں اور اُنہی کو خضر کہتے ہیں، اور بعضوں نے کہا کہ وہ فارسی النسل ہیں، اور بعضوں نے کہا کہ وہ اُن میں سے کسی شخص کی اولاد میں ہیں جو حضرت ابراہیم پر ایمان لائے تھے، اور بعضوں نے کہا کہ اُن کا باپ تو ایک فارسی شخص تھا اور اُن کی ماں رومی تھی، اور بعضوں نے کہا کہ انکا باپ رومی تھا اور ماں فارسی تھی، اور بعضوں نے کہا وہ فرشتے تھے جو آدمی کی صورت بنجاتے تھے یہ تمام اختلاف جو نسب سے علاقہ رکھتے ہیں علامہ ابن حجر نے اصابہ میں بیان کئے ہیں۔

اور اصابہ میں سہیلی کی کتاب التعریف والاعلام سے لکھا ہے کہ خضر کا نام عامیل بن سماطین بن اربان خلقا بن عیصو بن اسحاق ہے اور اُنکے باپ بادشاہ تھے اور ماں فارسی تھی جسکا نام الھا تھا وہ ایک جنگل میں پیدا ہوئے اور ایک شخص کی بکری تھی جو اُنکو آکر دودھ پلا جاتی تھی اُس شخص نے انکو اُٹھالیا اور پرورش کی۔ ایسی حالت میں اور خصوصاً جبکہ بعضوں نے اُنکو فرشتہ قرار دیا ہو جو آدمی کی صورت بن جاتے تھے کیونکر ایک واقعی شخص اور نہ صرف شخص بلکہ نبی و رسول

www.poetrymania.com©

رُشْدًا ﴿۶۵﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۶﴾ وَ
كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۷﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ فَاِنِ
اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۶۹﴾
فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا
لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۰﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ
اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ
وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿۷۲﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا
لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ
لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۳﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ
مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۴﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا
تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۵﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى
اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا

قرار دیا جا سکتا ہے اور کچھ شبہ نہیں رہتا کہ یہ پرانے قصوں میں کا ایک فرضی نام ہے اور اس کو حضرت موسیٰ کے اصلی واقعات کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔

www.poetrymania.com©

کامیابی کو ﴿۶۵﴾ اُسنے کہا کہ بیشک تو نہیں کر سکیگا میری ساتھ صبر ﴿۶۶﴾ اور کسطرح تو صبر
کریگا اُس چیز پر جسکو تو نے نہیں گھیر لیا ہے سمجھ سے ﴿۶۷﴾ موسیٰ نے کہا کہ تو مجھکو پاویگا
اگر اللہ نے چاہا صبر کرنیوالا اور میں نافرمانی نہیں کرونگا تیرے لیئے کسی حکم کی ﴿۶۸﴾ اُسنے
کہا پھر اگر تو میری پیروی کرتا ہے تو نہ پوچھنا مجھ سے کسی بات کو یہانتک کہ میں خود
کہوں تجھ سے اُسکا کوئی ذکر ﴿۶۹﴾ پھر وہ دونوں چلے یہانتک کہ جب دونوں
سوار ہوئے کشتی میں تو اُس شخص نے چھید کر دیا اُسمیں (یعنی کشتی میں) موسیٰ نے
نے کہا کہ کیا تو نے اُس میں چھید کیا ہے اسلیئے کہ ڈبو دے تو اُسکے لوگوں کو بیشک
تو نے کیا ہے بہت بُرا کام ﴿۷۰﴾ اُسنے کہا کہ کیا میں نے نہ کہا تھا کہ تو نہیں کرسکیگا
میرے ساتھ صبر ﴿۷۱﴾ موسیٰ نے کہا کہ نہ پکڑ تو مجھکو اُس بات پر جو میں بھول گیا اور
مت ڈال مجھپر میرے کام میں تنگی ﴿۷۲﴾ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب وہ ملے
ایک جوان[۱] سے تو اُس شخص نے اُسکو مار ڈالا موسیٰ نے کہا کیا مار ڈالا تو نے ایک پاک
(یعنی بیگناہ) جان کو بغیر بدلے جان کے بیشک تو نے کیا ہے بہت ہی ناپسندیدہ کام ﴿۷۳﴾
اُسنے کہا کیا میں نے نہیں تجھکو کہا تھا کہ بیشک تو نہیں کر سکیگا میری ساتھ صبر ﴿۷۴﴾ موسیٰ
نے کہا کہ اگر میں تجھ سے پوچھوں کسی چیز سے بعد اُسکے تو نہ مجھکو اپنے ساتھ رکھیو بیشک پہونچ گیا
ہے تجھکو میری طرف سے عذر ﴿۷۵﴾ پھر دونوں چلے یہانتک کہ جب پہونچے ایک گاؤں
والوں پاس تو دونوں نے کھانا مانگا گاؤں کے لوگوں سے پھر اُنہوں نے انکار کیا کہ ضیافت کریں اُنکی

(۶۵-۸۱) اِن آیتوں میں جو واقعات مذکور ہیں اُنکی تفسیر خود آیتوں سے ظاہر ہے مگر ہم کو تین واقعات

[۱] ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب - و قتیکہ برخوردند با نوجوانے -

www.poetrymania.com©

فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ
لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا (۷۶) قَالَ هَٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي
وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا (۷۷)
أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ
أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا (۷۸)
وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا
طُغْيَانًا وَكُفْرًا (۷۹)

کی نسبت جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے بیان کرنا باقی ہے ایک کشتی کا چیرنا، ایک دیوار کا درست کرنا اور ایک غلام کا قتل کرنا۔ یہ شخص جو حضرت موسیٰ سے ملا کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اُس نواح کے حالات سے واقف تھا اور اسی سبب سے یعنی رستہ بتانے کی غرض سے حضرت موسیٰ نے اُس سے کہا تھا کہ کیا میں تمہاری پیروی کروں۔ اُسنے کہا تھا کہ جو کچھ میں کروں جبتک کہ میں ہی تم سے نہ کہوں مجھ سے نہ پوچھنا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا وہ شخص جانتا تھا کہ موسیٰ اس نواح کے حال سے واقف نہیں ہیں جو کچھ کرونگا وہ پوچھینگے کہ یہ کیوں کیا اور شاید اُسکا بتلانا مجھکو منظور نہ ہو۔

کشتی کے ناقص کر دینے کی جو وجہ اس شخص نے بتلائی وہ نہایت صاف ہے وہ جانتا تھا کہ وہاں کا بادشاہ ظالم ہے لوگوں کی کشتیاں چھین لیتا ہے یا بیگار میں پکڑ لیتا ہے اُس نے اُس کشتی کو اس لئے ناقص کر دیا کہ نہ چھینی یا پکڑی نہ جاوے۔

دیوار کو اُس نے اس لئے درست کر دیا کہ اُسکے پہلے سے معلوم ہوگا کہ اُسکے نیچے

www.poetrymania.com©

پھر اُنھوں نے پائی اُس گاؤن میں ایک دیوار جو چاہتی تھی کہ گر پڑے پھر اُسکو سیدھا بنادیا موسیٰ نے کہا کہ اگر تو چاہتا تو البتہ تو لیتا اسپر مزدوری (۷۶) اُسنے کہا کہ یہ ہی جدائی مجھ میں اور تجھ میں اب میں تجھکو خبر کرتا ہون بیان کرنے سے اُس چیز کے کہ نہین کر سکا تو اُسپر صبر (۷۷) لیکن کشتی تو تھی غریب لوگون کی چلاتے تھے دریا میں پھر مینے چاہا کہ اُسکو عیب وار کردون اور تھا اُنکے آگے ایک بادشاہ پکڑ لیتا تھا ہر کشتی کو زبردستی (۷۸) لیکن وہ نوجوان تو تھے اُسکے ماں باپ مسلمان پھر مجھکو خوف ہوا کہ اذیت پہونچاویگا اونکو سرکشی اور کفر کرکے (۷۹)

یتیمون کے باپ کا رکھا ہوا مال ہے اور اُسکو اُن یتیمون کے مال کا محفوظ رہنا منظور ہوگا۔

تفسیر کبیر میں بعض کا قول لکھا ہے کہ اُس دیوار کے نیچے خزانہ نہ تھا بلکہ ایک تختی تھی جسپر چند عمدہ باتین لکھی ہوئی تھیں۔ یہ قول صحیح ہو یا غلط مگر جن عمدہ باتون کا اُسپر لکھا ہوا ہونا بیان کیا ہے وہ دلچسپ ہیں اسلئے ہم اُنکو لکھتے ہیں۔

اُس تختی پر لکھا ہوا تھا "تعجب ہے کہ جو شخص مقدر پر یقین رکھتا ہو اور پھر غمگین رہے"۔

"تعجب ہے کہ جو شخص رزق مقدر پر یقین رکھتا ہو اور پھر رنج میں پڑے"۔

"تعجب ہے کہ جو شخص موت پر یقین رکھتا ہو اور پھر خوش رہے"۔

"تعجب ہے کہ جو شخص حساب اعمال پر یقین رکھتا ہو اور پھر غفلت میں پڑا رہے"۔

"تعجب ہے کہ جو شخص دنیا کے انقلاب پر یقین رکھتا ہو اور پھر اُس پر مطمئن رہے"۔

اخیر کو اُس میں لکھا تھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"۔

غلام کا مار ڈالنا البتہ زیادہ غور کے لایق ہے مگر تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ غلام کا اطلاق بچہ ہی

www.poetrymania.com©

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨٠﴾
وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ
كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ
اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا
فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨١﴾
وَيَسْــَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٢﴾
اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا فَاَتْبَعَ
سَبَبًا ﴿٨٣﴾

نہیں ہوتا بلکہ جوان پر بھی ہوتا ہے اور اُس میں یہ قول بھی لکھا ہے کہ جسکو غلام کہا ہے وہ بالغ یعنی جوان تھا اور ڈاکہ ڈالا کرتا تھا اور بڑے بڑے کام کرتا تھا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ وہ شخص اُس کے افعال سے واقف تھا اور وہ واجب القتل تھا اتفاقاً اُسکو مل گیا اور اُسنے مار ڈالا اور موسیٰ سے کہا کہ اُس کے ماں باپ نیک ہیں خدا اُنکو نعم البدل دیگا۔ مفسرین نے تو یہاں تک سلسلہ پہونچا دیا ہے کہ پھر اُسکے ہاں بیٹی پیدا ہوئی اور ایک بیٹے سے بیاہی گئی اُس سے بیٹی ہی پیدا ہوئی پس ان تمام واقعات میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو عجیب ہو اور عام حالات انسانی کے مطابق واقع نہ ہوتی ہو۔

﴿٨٢﴾ لغایت ﴿٩٨﴾ ان آیتوں میں یاجوج ماجوج کا اور اُس سد کا ذکر ہے جو اُنکے روکنے کے لئے بنائی گئی تھی۔ لیکن اگر ہم ہر ایک مطلب کو علٰحدہ علٰحدہ ہر ایک آیت کے ساتھ بیان کریں تو پورا قصہ اور وہ دلیلیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سد کہاں ہے بخوبی سمجھ میں نہیں آنیکی اسلئے

www.poetrymania.com©

پہر ہمنے چاہا کہ بدلا دیوے اُنکو اُنکا پروردگار بہتر اُس سے نیکی میں اور نزدیک زیادہ مہربانی
میں ۸۰ اور لیکن دیوار تو تہی دو نوجوان یتیموں کی اُس شہر میں اور اُسکے نیچے تھا خزانہ اُنکی
لئے تھا اُنکا باپ نیک پہر چاہا تیرے پروردگار نے کہ وہ پہونچیں اپنی نہایت قوت میں اور
نکالیں اپنا خزانہ اپنے پروردگار کی رحمت سے اور نہیں کیا میں نے اُسکو مگر اپنی خواہش سے[۵۱] یہ ہے
بیان اُس چیز کا کہ نہیں کر سکا تو اُسپر صبر ۸۱ اور پوچھتے ہیں تجھکو ذی القرنین سے کہدے
جلد پڑہونگا میں تمپر اُسمیں سے کچھ ذکر ۸۲ بیشک ہمنے قوت دی تہی اُسکو زمین میں اور
ہمنے دیا تھا اوس کو ہر ایک چیز کا سامان پہر پیروی کی اُس نے
سامان کی ۸۳

اِن آیتوں کی تفسیر ایک ساتھ بیان کرتے ہیں۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ

خدا نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ "تجھ سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کا حال"۔ اب مسلمان مورخوں اور مفسروں نے اِس بات پر غور کرنی شروع کی کہ ذوالقرنین کون تہا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ آیا تھا "انا مکنا لہ فی الارض" یعنی ہمنے اُسکو قدرت دی تہی زمین میں اسلئے اکثر مفسرین نے تسلیم کیا کہ وہ کوئی بہت بڑا بادشاہ تہا۔ اب یہ سوچ ہوئی کہ ایسا بڑا بادشاہ جسنے تمام دنیا کو مشرق سے مغرب تک لے لیا ہو کون تھا۔ غالبًا ایسا بادشاہ تو اُنکو کوئی نہیں ملا اسلئے اُنہوں نے تلاش کیا کہ سب سے بڑا بادشاہ کون ہوا ہے۔ تاریخ کی کتابوں کو ٹٹولا اور یہ قرار دیا کہ سکندر اعظم بن فیلقوس یونانی سب بادشاہوں میں بڑا بادشاہ تھا۔ کیونکہ جب اُسکا باپ فیلقوس مرا تو

---

[۵۱] وما فعلته عن أمری الا من قبل نفسی (تفسیر ابن عباس)

www.poetrymania.com©

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ
عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ﴿۸۴﴾ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ
اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۵﴾

مملکت روم میں جو طوائف الملوکی تھی اُن سب کو مغلوب کر کے ایک سلطنت بنالی پھر مغرب کے بادشاہوں کو مغلوب کیا اور بحر اخضر تک جا پہونچا پھر وہاں سے پہر اور مصر میں پہونچا اور وہاں اپنے نام پر اسکندریہ بنایا پھر شام میں پہونچا اور بنی اسرائیل پر حملہ کیا اور بیت المقدس میں پہونچکر قربانی کی پھر آرمینیہ اور باب الابواب میں آیا اور اہل عراق اور قبطی اور اہل بربر تک پہونچا پھر دارا پر حملہ کیا اور اُسکو شکست دی اور فارس کے ملک پر قبضہ کر لیا پھر ہندوستان اور چین پر چڑہائی کی اور دور دور کے ملکوں کو فتح کرتا ہوا خراسان میں آیا اور بہت سے شہر آباد کئے اور پھر عراق میں آیا اور شہرزور میں بیمار ہو کر مر گیا۔

اب امام رازی صاحب فرماتے ہیں کہ جب قرآن سے ثابت ہوا کہ ذوالقرنین ایک ایسا شخص تھا کہ جسنے تمام زمین پر یا قریبًا کل پر بادشاہت کی تھی اور علم تواریخ سے ثابت ہوا کہ ایسا بادشاہ سوائے سکندر کے اور کوئی نہیں ہوا تو اب بالیقین قرار پایا کہ ذوالقرنین سے مراد سکندر بن فیلقوس یونانی ہے۔ ھکذا فی تفسیر الکبیر

اس میں تو کچھ شک نہیں کہ جب قرآن مجید میں اُس بادشاہ کا نام نہیں بتایا بلکہ صرف اُسکے چند پتے بتائے ہیں تو ہر شخص کو اس پہیلی کے بوجھنے کا خیال پیدا ہوگا مگر ہمکو افسوس ہے کہ امام صاحب نے اُسکو ٹہیک ٹہیک نہیں بوجہا نہ سکندر کے زمانہ کی تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ وہ تمام دنیا پر مشرق سے مغرب تک بادشاہ ہو گیا تہا اور نہ وہ وہاں تک جہاں آفتاب طلوع اور غروب ہوتا ہے پہونچا تھا اور نہ دنیا کا جغرافیہ اُن باتوں کی جنکا ذکر امام صاحب نے اپنی تفسیر میں کیا ہے تصدیق کرتا ہے اسلئے ہمکو جرأت ہوئی ہے کہ اپنے یقین سے یہ بات

www.poetrymania.com©

یہانتک کہ جسوقت پہونچا آفتاب کے ڈوبنے کی جگہہ کے قریب تو پایا اُسکو کہ ڈوبتا ہی گدلے چشمہ میں اور پایا اُسکے پاس ایک قوم کو (۸۴) ہمنے کہا کہ اے ذوالقرنین یا یہ کہ تو عذاب دے اور یا یہ کہ تو اختیار کرے اُنمیں نیکی کو (۸۵)

کہیں کہ امام صاحب نے جو ذوالقرنین سے اسکندر یونانی مراد لیا ہے محض غلط ہے۔ اب امام صاحب اس بات پر متوجہ ہوئی ہیں کہ سکندر کو ذوالقرنین کیون کہا ہے اور اُسکی کئی وجہین بیان کی ہیں ایک یہ کہ وہ قرنی الشمس تک یعنی مشرق و مغرب تک پہونچا تھا اور ایک جھوٹی حدیث کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بنائی ہے کہ سُمّی بذی القرنین لانہ طاف قرنی الدنیا یعنی شرقہا و غربہا غالباً اس وجہ کے بیان کرتے وقت امام صاحب کا خیال ہے کہ زمین مربع ہے اور اُسکا ایک کنارہ مشرق ہو اور ایک کنارہ مغرب اور اُن کنارون سے آفتاب طلوع و غروب ہوتا ہی لیکن اگر در حقیقت زمین گول ہے تو انسان مشرق و مغرب تک کیونکر پہونچ سکتا ہے کیونکہ آفتاب کا طلوع و غروب باعتبار اُفق کے کہا جاتا ہے پس انسان جہانتک چلا جاوے اُفق بدلتا جاویگا اور مشرق و مغرب کی یکسان حالت رہیگی لہٰذا کبھی بھی مشرق و مغرب تک نہ پہونچ سکیگا اور اگر ہم بالفرض باعتبار کسی ملک کی اُفق کے یا بالتخصیص ملک روم کی اُفق کے جہان سکندر کا دار السلطنت تمام زمین کے نصف کرہ فوقانی کے ایک نقطہ کو مشرق اور ایک کو مغرب قرار دین توبھی سکندر وہانتک نہیں پہونچا تھا پس یہ دلیل جو وجہ تسمیہ کی بیان کی ہے سرتاپا غلط ہے۔

ایک دلیل یہ بیان کی ہے کہ سکندر دارا کا بیٹا ہے نہ فیلقوس کا۔ فیلقوس نے اپنی بیٹی کی شادی دارا سے کردی تھی مگر دارا نے اُسکو نکال دیا اور اُسکے باپ کے گھر بھیجدیا لیکن وہ حاملہ ہو چکی تھی اپنے باپ کے گھر بیٹا جنی فیلقوس نے اُسکو اپنا بیٹا بنا لیا اُسکے ثبوت میں یہ دلیل بیان کی ہے کہ جب دارا زخمی ہوا اور سکندر اُسکا سر گود میں لیکر بیٹھا تو سکندر نے دارا سے کہا کہ اے ابا جان تم کو کسنے زخمی کیا پھر سکندر اگر دارا کا بیٹا نہ ہوتا تو اُسکو ابا جان کیون کہتا پس سکندر کا باپ تو دارا تھا

www.poetrymania.com©

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۶﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۷﴾

اور اُسکی ماں رومی تھی دو نسلیں مل گئیں اس لئے اُسکو ذوالقرنین کہا گیا۔

ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ اُسکے وقت میں انسانوں کے دو قرن گذرے تھے مگر نہیں بتایا کہ انسانوں کے دو قرن گذرنے سے کیا مراد ہے۔

ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ اُسکے سر کی دو طرفیں تانبے کی تھیں کان صفحتا راسہ من النحاس مگر اُسکی کچھ تشریح نہیں کی کہ کان صفحتا راسہ من النحاس سے کیا مراد ہے۔

ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ اُسکے سر پر پیدائشی کوئی ایسی چیز تھی جو دو سینگوں کے مشابہ تھی غالباً اِسی خیال سے لوگوں میں یہ بات مشہور ہوئی ہے کہ سکندر کے سر پر دو سینگ تھے۔

ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ اُسکے تاج میں دو سینگ بنے ہوئے تھے۔

ایک یہ بھی ہے کہ اُسکی دو زلفیں تھیں اُن ہی کو دو سینگ کہا ہے۔

سب سے بڑی دلچسپ یہ وجہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نور و ظلمت دونوں کو اُسکا مسخر کیا تھا اِسلئے اُسکو ذوالقرنین کہتے تھے۔

ایک یہ وجہ لکھی ہے کہ بسبب شجاعت کے اُسکو ذوالقرنین کہتے تھے جیسے کہ شجاع آدمی کو مینڈھے سے تشبیہ دیتے ہیں جسکے دو سینگ ہوتے ہیں۔

ایک اور دلچسپ وجہ لکھی ہے کہ سکندر نے خواب میں دیکھا کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا ہے اور آفتاب کے دونوں کنارے یا دونوں سینگ (بہتر یہ کہنا ہے کہ دونوں کان) پکڑ کر لٹک گیا تھا اسلئے ذوالقرنین کہتے ہیں۔

www.poetrymania.com©

ذوالقرنین نے کہا کہ لیکن جسنے ظلم کیا ہے پہر جلد عذاب دونگا میں اسکو پہر پہیرا جاویگا طرف اپنے پروردگار کے پہر عذاب کرے اسکو عذاب سخت (۹۶) لیکن جو ایمان لایا اور کام کئے نیک تو اسکے لئے ہے بدلا اچہا اور کہون گا میں اسکے لئے اپنے کامون میں سے آسانی (۹۷)

ایک یہ وجہ لکھی ہے کہ اُسنے نوریں اور ظلمات میں دونوں میں سفر کیا تھا پس ذُوالقَرنَین ہوگیا۔

ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب اٰثَارُ الْبَاقِیَۃُ عَنْ قُرُوْنِ الْخَالِیَۃُ میں حمیری خاندان کے بادشاہوں میں سے ابوکرب شمس بن عمیر بن افریقیس کو ذوالقرنین قرار دیا ہے اور کہتا ہے کہ اُسکا ملک مشرق و مغرب تک پہونچ گیا تھا اور اُس پر طرّہ قرینہ یہ قایم کیا ہے کہ ذو کا لفظ حمیری خاندان کے بادشاہون کے نام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے جیسے ذی نواس وغیرہ۔

مگر یہ دلیل بہی ٹہیک نہیں ہے اسلیئے کہ اول یہ ثابت ہونا چاہیئے کہ ذوالقرنین اُسی ملک کی زبان کا لفظ ہے جس ملک کا وہ بادشاہ تھا حالانکہ یہ امر تحقیق طلب ہے علاوہ اسکے جس قدر اعتراضات سکندر کی سلطنت اور قرآن مجید کی آیات کو اُسکی مملکت کی حالت کے مطابق ہونے پر ہیں وہی سب اعتراضات ابوکرب کی سلطنت و مملکت پر بہی وارد ہوتے ہیں۔

بعض مورخون کا قول ہے کہ ذوالقرنین ایک نیک بندہ تھا خدا کی عبادت میں اُسی کے دائین قرن میں مارا گیا وہ مرگیا خدا نے اُسکو پہر زندہ کیا پہر بائین قرن پر مارا گیا پہر مرگیا پہر خدا نے اُسکو زندہ کیا اور ذوالقرنین اُسکا نام ہوا اور بادشاہ ہوگیا ہے۔ کیا یہ کچہ کم افسوس کی بات ہے جب کہ ایسی بیہودہ باتیں قرآن مجید کی تفسیرون میں لکھی ہوئی دیکھتے ہیں۔

بعض مورخون نے لکھا ہے کہ ذوالقرنین فرشتون میں سے ایک فرشتہ تھا۔ یہ تمام اقوال جو ہمنے بیان کئے ہیں تفسیر کبیر میں منقول ہیں۔

اب ہمارے مفسرون نے اس بات کی تحقیق شروع کی کہ ذوالقرنین نبی یعنی پیغمبر تہا

www.poetrymania.com©

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۸﴾ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا
تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۸۹﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ
اَحَطْنَا بِمَا لَدَیْهِ خُبْرًا ﴿۹۰﴾

یانہیں بعضوں نے کہا ہے کہ نبی تھا بعضوں نے کہا کہ نبی نہیں تھا۔ جو لوگ اُسکے نبی ہونے کے قائل ہوئے اُنہوں نے یہ دلیل پکڑی کہ خدا نے فرمایا ہے کہ انا مکنا له فی الارض یعنی ہمنے اُسکو قدرت دی زمین میں تو قدرت کے لفظ سے قدرت فی الدین قرار دینا اولی ہے اور پوری قدرت دین میں نبوت ہے اسلئے ذوالقرنین نبی تھا۔

دوسری جگہہ خدا نے فرمایا ہے واٰتیناہ من کل شیٔ سببا یعنی ہمنے دیا اُسکو ہر ایک چیز کا سامان اور ہر چیز کے لفظ میں نبوت بھی داخل ہے اور اس لئے ذوالقرنین کو نبوت بھی دی گئی تھی۔

تیسری جگہہ خدا نے کہا قلنا یا ذا القرنین یعنی ہمنے کہا اے ذوالقرنین اور خدا جس سے بات کرتا ہے وہی ہوتا ہے پس ذوالقرنین بھی نبی تھا۔

بعضوں نے کہا کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھا مرد صالح تھا اور مکنا له فی الارض سے اُسکی قوت سلطنت اور من کل شیٔ سببا سے ذریعہ حصول تسلط ملک پر مراد لینی چاہیئے مگر امام رازی صاحب ان الفاظ سے ذوالقرنین کے نبی ہونے کو تقویت دیتے ہیں۔

مفسرین کو جو اسقدر غلطیاں یا مشکلیں ان آیتوں کی تفسیر میں پڑیں اسکا بڑا سبب یہ ہے کہ انہوں نے واقعات کی تحقیق میں اُلٹی راہ اختیار کی ہے یعنی اول اس بات کی تحقیق شروع کی ہے کہ ذوالقرنین کون تھا حالانکہ اول اس بات کو دریافت کرنا تھا کہ وہ سد جسکا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور ایسی مستحکم و مضبوط بنائی گئی ہے کہ مفسرین اور مورخین کے زمانہ تک اُسکا معدوم ہو جانا غیر ممکن ہے۔ فی الحقیقت کس جگہہ واقعہ ہے صرف قیاس یہ کہدینا کہ شمال میں ہی ہو گی کافی نہیں

www.poetrymania.com©

پھر پیروی کی اُسنے سامان کی ﴿۸۸﴾ یہان تک کہ جب پہونچا آفتاب کے نکلنے کی
جگہ کے قریب تو پایا اُسکو کہ نکلتا ہے ایک قوم پر کہ نہیں کیا ہمنے اُنکے لئے اُس سے
ورے کوئی اوٹ ﴿۸۹﴾ یہ حال تھا اور بیشک ہمنے احاطہ کرلیا ہی اُس چیز کو جو اُسکے پاس تھی خبرداری کرکے ﴿۹۰﴾

صاف طور پر اور بالتحقیق بتانا چاہیے کہ وہ سد فلان مقام پر موجود ہے۔

اِسکے بعد تحقیق کرنا چاہیے کہ اُسکو کس بادشاہ نے بنایا تھا جس بادشاہ نے بنایا ہو اُسی پر قرآن مجید میں **ذوالقرنین** کا اطلاق ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ اُس بادشاہ کو ذوالقرنین کہنے کی وجہ نہ معلوم ہو یا مشتبہ رہے مگر اُسکے نہ معلوم ہونے یا مشتبہ رہنے سے کوئی ہرج اصل واقعہ کو ثابت ہونے میں نہیں ہوتا کیونکہ واقعہ جسکا ثبوت درکار ہے وہ صرف اِسقدر ہے کہ وہ سد بنی اور فلان مقام پر موجود ہے اور فلان بادشاہ نے اُسکو بنایا۔

اُسکے بعد اُس بادشاہ کی مملکت اور اُسکی سلطنت پر غور کرنا ہے کہ وہ حالات اُن باتون کے مطابق ہیں جو قرآن مجید میں اُس بادشاہ کی سلطنت یا مملکت کی نسبت بیان ہوئے ہیں یا نہیں کیونکہ اگر وہ مطابق ہون تو کافی یقین ہوگا کہ اُسی بادشاہ کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور اسی پر ذوالقرنین کا اطلاق ہوا ہے۔

اِسی کے ساتھ **یاجوج** اور **ماجوج** کا تاریخانہ طور سے حال بیان کرنا چاہیئے نہ قصہ اور کہانی کے طریقہ پر اور قرآن مجید کے الفاظ کے سید سے اور صاف معنی لینے چاہیئں نہ پیچیدہ اور دوراز کار چنانچہ اب ہم اِس واقعہ کے بیان کرنے میں اسی طریقہ کی پیروی کرینگے۔

یاجوج وماجوج

ہمارے بعض علما نے یاجوج وماجوج کو عربی زبان کا لفظ بنانا چاہا ہے۔
کسائی کا قول ہے کہ یاجوج۔ تاجج النار سے نکلا ہے جسکے معنی شعلہ کے بھڑکنے کے ہیں

www.poetrymania.com©

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۱﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ
دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۲﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ
اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ

اور ماجوج موج البحر سے نکلا ہے جو کہ وہ قوم چلنے اور دوڑ مارنے میں بہت تیز اور سریع الحرکت تھی اسلئے اِس نام سے موسوم ہوئی۔ بعضوں نے کہا ماجح الملح سے نکلے ہیں جسکے معنی نمک کی نمکینی کی شدید تیزی کے ہیں۔

قُتَیبی کا قول ہے کہ اَجَّ الظلیم سے نکلا ہے جسکے معنی دوڑ کر چلنے کے ہیں۔

خلیل کا قول ہے کہ اجّ مسور کی مانند دانہ ہوتا ہے اور مجّ الریق بھی عرب میں بولا جاتا ہے پس یاجوج وماجوج اُن لفظوں سے مشتق ہوئے ہیں۔

مگر یہ سب قول غلط ہیں صحیح قول یہ ہے جسکو تفسیر کبیر میں بھی نقل کیا ہے کہ اِنَّھُمَا اِسْمَانِ اَعْجَمِیَّانِ مَوْضُوْعَانِ بِدَلِیْلِ مَنْعِ الصَّرْفِ۔

اسمین کچھ شک نہیں کہ یہ دونوں لفظ عجمی زبان کے ہیں توریت کتاب پیدائش باب دہم آیت دوم میں یافث کے ایک بیٹے کا نام آیا ہے ماغوغ عبری زبان میں غین کا تلفظ گاف کی آواز سے ہوتا ہے پس ماغوغ بولا جاتا ہے ماگوگ عربی میں گاف کو جیم سے بدل لیتے ہیں اسلئے ماگوگ کا ماجوج ہوگیا بَئِبل کا عربی ترجمہ جو پوپ کے حکم سے ہوا اور ۱۶۷۱ء میں چھپا اُسمیں بھی ماغوغ کو ماجوج عربی میں لکھا ہے۔

یورپ کی زبانوں میں واو کا تلفظ ایسی آواز سے ہوتا ہے جو آواز مابین آواز حرف الف اور حرف واو یا واو منقلب بالف ہو اِس وجہ سے جب توریت کا ترجمہ یونانی زبان میں ہوا تو ماغوغ کا تلفظ ماگوگ یا میگاگ لکھا گیا اور میگاگ کی نسل یعنی اُس قوم کا جو میگاگ سے نکلی گوگ یا گاگ نام ہوا اور پھر اُس ملک پر بھی جہاں وہ آباد تھی گاگ کا استعمال ہونے لگا۔ گ۔ استعمال میں یہ دونوں لفظ

www.poetrymania.com©

پھر پیروی کی اُسنے سامان کی (۹۱) یہانتک کہ جب پہونچا درمیان دو پہاڑوں کے[۵۱] پایا
ورے اُن دونوں سے ایک قوم کو کہ قریب (یعنی آسان) نہ تھا کہ سمجھیں بات کو (۹۲)
اُنہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج فساد کرنیوالے ہیں زمین میں
پس کیا مقرر کریں ہم تیرے لئے کچھ

ساتھ ساتھ بولے جاتے تھے جیسے گاگ میگاگ اور ایک کا دوسرے پر بھی اطلاق ہوتا تھا عربی زبان میں بجاے گاگ میگاگ کے یاجوج ماجوج کا استعمال ہوا پس یہ دونوں لفظ عجمیہ ہیں اور بطور علم کے مستعمل ہوتے ہیں اور اسی لئے عربی زبان میں غیر منصرف مستعمل ہوتے ہیں۔
کتاب حزقیل نبی باب ۳۸ ورس ۲ میں گوگ کا لفظ قوم پر اور ماگوگ کا لفظ ملک پر بولا گیا ہے۔

بعض مسلمان مورخوں نے لکھا ہے کہ یاجوج وماجوج نہایت قلیل الجثہ اور صغیر القامتہ ہیں یعنی صرف بالشت بھر کا اونکا قد ہے یعنی بالشتئے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ نہایت قوی الجثہ اور طویل القامت ہیں اُنکے ناخن اور دانت ڈاڑہ درندہ جانوروں کے مانند ہیں وہ آدمیوں کو مارکر اُنکا کچا گوشت کہا جاتے تھے اور کھیتی پکنے کے موسم میں نکلکر تمام کھیتوں کو چٹ کر جاتے تھے یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اُنکے کان اتنے بڑے ہیں کہ ایک کو بچھا کر اور ایک کو اوڑھکر سو رہتے ہیں۔

مگر یہ سب کہانیاں جھوٹ اور محض بے اصل ہیں وہ لوگ تاتاری ترک ہیں ہمارے علمانے بھی لکھا ہے اور تفسیر کبیر میں اُس قول کو نقل کیا ہے کہ قیل انہما من الترک یہ قوم اب تک موجود ہے اور تمام ملک تاتار اور چینی تاتار میں آباد ہے۔

مگر جب ہمنے یہ بیان کیا ہے کہ یاجوج وماجوج۔ گاگ میگاگ سے معرب ہو گیا ہے اور انمیں سے ایک کو قوم کا اور ایک کو ملک کا نام بتایا ہے تو یاجوج وماجوج کو دو شخص سمجھنا جیسے کہ ہمارے مورخوں اور مفسروں نے سمجھا ہے صحیح نہیں ہوگا بلکہ اُنسے وہی مطلب سمجھا جاویگا جو

[۵۱] (بین السدین) بین الجبلین (تفسیر ابن عباس)

www.poetrymania.com©

خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۳﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ
فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ
رَدْمًا ﴿۹۴﴾

گوگ اور ماگوگ سے سمجھا جاتا ہے۔ جو ملک کہ اب بھی تبت کے شمال میں واقع ہے اور جو قدیم زمانہ میں ستھیا اور تاتار کہلاتا تھا اور حال کے نقشوں میں چینی ترکستان کے نام سے لکھا جاتا ہے اس قوم کے رہنے کی جگہ تھی اور تاتاری اُن ہی کی نسل سے ہیں بہت سے لوگوں نے تاتاریوں کو دیکھا ہوگا وہ مثل عام انسانوں کے ہیں اُنمیں کوئی بھی عجیب بات نہیں ہے البتہ کھوسی ہوتے ہیں۔

سدّ یا گریٹ وال

کچھ شبہ نہیں ہے کہ جس سدّ کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ وہی دیوار ہے جو چین اور تاتار یا ستھیا کی سرحد پر بنائی گئی ہے اور جسکو چی وانگ ٹی فغفور چین نے درمیان سنہ ۲۴۰ و ۲۳۵ قبل مسیح میں بنایا تھا۔

یہ دیوار ھانگ ھو دریا کی غربی موڑ سے جو ایک پہاڑ کے قریب ۳۷ درجہ ۱۵ دقیقہ عرض بلد اور ۱۰۰ درجہ طول بلد پر واقع ہے بنائی شروع ہوئی اور پھر اُس دریا کے دوسرے موڑ کو قریباً ۳۹ درجہ عرض بلد اور ۱۱۱ درجہ طول بلد پر کاٹ کر اور خنجان پہاڑوں کے جنوبی سلسلہ کے نیچے ہوکر خلیج لیوٹونگ کے کنارہ پر ٹھیک چالیس درجہ عرض بلد اور ایک سو بیس درجہ طول بلد پر ختم ہوئی ہے طول اِس دیوار کا بارہ سو سے پندرہ سو میل کا بیان ہوا ہے۔

حال سلطنت چی وانگ ٹی

چین کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فغفور ای چن کے مرنے کے بعد تیرہ برس کی عمر میں

www.poetrymania.com©

خراج اس بات پر کہ بنا دے تو ہم میں اور اُن میں ایک سد یعنی آڑ (۹۴) ذوالقرنین
نے کہا کہ جتنی قوت مجھکو دی ہے اُس میں میرے پروردگار نے بہتر ہے پر میری
مدد کرو ساتھ قوت کے بنادوں میں تم میں اور اُنمیں ایک مضبوط دیوار (۹۵)

چی وانگ ٹی ۲۴۶ ؁ قبل مسیح میں تخت پر بیٹھا اور لی ثری نامی ایک عاقل شخص کو اپنا وزیر مقرر کیا
اسکی سلطنت دو زمانوں پر منقسم ہوتی ہے پہلا زمانہ وہ ہے جبکہ اس بادشاہ نے اپنی تمام ہمت
روپیہ جمع کرنے اور ہر قسم کا سامان اکٹھا کرنے میں صرف کی اور دوسرا زمانہ وہ ہے جبکہ اُسنے
ہر قسم کا سامان جمع کرنے کے بعد ملک گیری اور فتوحات نمایاں حاصل کیں۔ اُسکی اس حالت کا صاف
اشارہ قرآن مجید سے پایا جاتا ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے انا مکنا لہ فی الارض و
اتیناہ من کل شئ سببا فاتبع سببا۔

یعنی ہمنے دی اُسکو قدرت زمین میں اور ہمنے دیا اُسکو ہر چیز کا سامان پھر وہ درپے ہوا
سامان کے یعنی سامان جمع کرنے کے۔ یہ فقرہ قرآن مجید کا اور خصوصاً الفاظ فاتبع سببا بالکل
اُس بادشاہ کے پہلے قرن یا زمانہ کی ہسٹری بتاتے ہیں۔

مکنا کے لفظ سے اور من کل شئ کے لفظ سے قدرت فی الدین سمجھنا اور پھر قدرت فی الدین کو نبوت
قرار دینا اور اس بادشاہ کی نسبت یہ بحث کرنا کہ وہ نبی تھا اور پھر اُسکے نبی ہونیکو ترجیح دینا ایسے دور از کار خیالات
ہیں جنکا ذرا بھی اشارہ قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا اور جو شاعرانہ خیالات سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

انا مکنا لہ فی الارض میں جو لفظ فی الارض کا آیا ہے اُس سے تمام دنیا یا از شرق تا غرب
افق مراد لینا جبکہ وہ لفظ ایک بادشاہ کی بادشاہت کے حال میں آیا ہے اُس شاعرانہ خیال سے بھی
زیادہ عجیب ہے۔ قرآن مجید میں متعدد جگہہ لفظ الارض کا خاص ملک پر بلکہ خاص زمین پر اطلاق ہوا
ہے جن لوگوں نے مکہ سے ہجرت نہیں کی تھی اور وہیں کافر مرے اُنسے فرشتے پوچھیں گے
فیم کنتم یعنی تم کس حال میں تھے وہ کہیں گے مستضعفین فی الارض یعنی ہم لاچار تھے
زمین میں یعنی مکہ میں لاچار و مغلوب تھے فرشتے کہیں گے الم تکن ارض اللہ واسعۃ

www.poetrymania.com©

اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ﴿۹۵﴾

فتھاجروا فیھا یعنی کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی تا کہ تم اُس میں ہجرت کر جاتے۔

یہ تو ایک مثال ہے بیسیوں جگہ قرآن مجید میں الارض کا لفظ خاص ملک پر اطلاق ہوا ہے پس مکنالہ فی الارض سے صاف مراد یہ ہے کہ ہمنے اُسکو ایک ملک پر بادشاہت دی تھی۔ سلطنت چین کی ایک بہت وسیع سلطنت تھی تبت اور تمام ملک جو اُسکے قریب واقع تھے جیسے برہما آنام سیام وملایا سب اُس میں شامل اور فغفور چین کے باجگذار تھے۔ چین کی تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ چوسی انگ فغفور کے وقت میں اکثر صوبے اور باجگذار ملک باغی ہو گئے تھے ای چن جب اُسکا بیٹا تخت نشین ہوا تو اُسنے بعض کو شکست دی مگر کل ملک پر تسلط نہ کر سکا۔

چی وانگ لی جو کہ بانی سد کا ہے جب بادشاہ ہوا اور اُسکا پہلا قرن یا پہلا زمانہ سازو سامان اور اسباب قوت اور سطوت سلطنت کے جمع کرنیکا ختم ہو گیا اور اُسکی سلطنت کا دوسرا قرن یا دوسرا زمانہ شروع ہوا تو اُسنے ملک میں فتوحات شروع کیں۔

خدا نے فرمایا حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ ووجد عندھا قوما یعنی جب وہ وہانتک پہونچا جہان آفتاب ڈوبتا ہے تو اُسکو پایا کہ وہ ایک گدلے پانی کے چشمہ میں ڈوبتا ہے اور وہان اُسنے ایک قوم کو پایا۔

مغرب الشمس کے یہ معنی لینے کہ جس جگہہ آفتاب ڈوبتا ہے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتے کیونکہ آفتاب کہیں نہیں ڈوبتا مگر آدمی ایسی جگہہ پہونچ جاتا ہے جہان اسکو آفتاب غروب ہوتا معلوم ہوتا ہے۔

امام رازی صاحب نے بھی اس امر پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ دلیل سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ زمین گول ہے اور آسمان اُس پر محیط ہے اور کچھ شک نہیں کہ آفتاب آسمانی چیز

www.poetrymania.com©

لاؤ میرے پاس ٹکڑے لوہے کے۔ یہانتک کہ جب برابر کردیا درمیان دونوں پہاڑوں کے تو ذوالقرنین نے کہا دہکاؤ (یعنی لوہے کی ٹکڑونکو) یہانتک کہ جب اسکو کردیا آگ (یعنی سرخ آگ کی مانند) تو ذوالقرنین نے کہا میرے پاس لاؤ میں ڈالدوں اسپر پگھلی ہوئی دھات کو (۹۵)

اور یہ بھی خدا نے کہا ہے کہ اُسکے پاس اُسنے قوم کو پایا اور یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی قوم آفتاب کے پاس موجود نہیں ہے اور یہ بات بھی ہے کہ آفتاب کئی مرتبہ زمین سے بڑا ہے پھر کس طرح اُسکا زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں ڈوبنا عقل میں آسکتا ہے اور جب یہ بات ثابت ہو تو ہم خدا کے اس قول کی کہ تغرب فی عین حمئۃ کی کئی وجہ سے تاویل کرینگے۔

اول یہ کہ جب ذوالقرنین مغرب میں ایک جگہ پہونچا اور اُسکے بعد کوئی معمورہ باقی نرہا تو اُسنے آفتاب کو پایا کہ گویا وہ پانی کے چشمہ میں ڈوبتا ہے گو کہ درحقیقت ایسا نہ ہو جسطرح کہ سمندر میں سفر کرنیوالا جبکہ اُسکو کنارہ نہ دکھائی دیتا ہو آفتاب کو دیکھتا ہے کہ سمندر میں ڈوبتا ہے حالانکہ وہ سمندر سے بہت دور ڈوبتا ہے یہ وہ تاویل ہے جسکو ابو علی الجبائی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

دوسرے یہ کہ زمین کی جانب غرب آبادی ہے جو سمندر سے گھری ہوئی ہے تو دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ آفتاب اُس سمندر میں ڈوبتا ہے۔

تیسرے یہ کہ اہل اخبار یعنی روایتوں کو تسلیم کرنیوالے کہتے ہیں کہ آفتاب گرم پانی کے چشمہ میں جس میں نہایت گرم اور بہت زیادہ پانی ہے ڈوبتا ہے یہ قول نہایت بعید ہے اسلئے کہ جب ہم کسوف قمری کو رصد کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب کے رہنے والے کہتے ہیں کہ کسوف شام کے وقت ہوا ہے اور مشرق کے رہنے والے کہتے ہیں کہ صبح کے وقت ہوا ہے پس ہمنے جانا کہ مغرب کے رہنے والوں کی جو شام ہے مشرق کے رہنے والوں کے لئے وہ دوسروں کی صبح ہے بلکہ جو شام کا وقت ہمارے لئے ہے وہ کسی دوسرے شہر میں عصر کا وقت ہے اور ظہر کا وقت ہے دوسرے شہر میں اور چاشت کا وقت ہے کسی تیسرے شہر میں اور صبح کا وقت ہے کسی چوتھے شہر میں اور آدھی رات ہے کسی پانچویں

www.poetrymania.com©

فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ

شہر میں اور جبکہ بعد تجربہ اور استقرا کے یہ حال معلوم ہے اور اُسپر اعتبار ہے اور ہمنے جان لیا کہ آفتاب ان تمام وقتوں میں نکلا ہوا رہتا ہے تو یہ کہنا کہ وہ دلدل میں ڈوب جاتا ہے ایسا کلام ہے جو خلاف یقین کے ہے اور خدا کا کلام اس تہمت سے پاک ہے بس اب کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم وہ تاویل کریں جو ہمنے بیان کی۔

اب امام صاحب کی اس تقریر پر غور کرو تو نتیجہ اسکا وہی ہے جو مختصر لفظوں میں ہم نے بیان کیا ہے کہ مغرب الشمس سے ایسی جگہہ مراد ہے جہاں سے آدمی کو آفتاب ڈوبتا ہوا معلوم ہو جیسے سمندر میں سفر کرنیوالے کو یا سمندر کے مشرقی کنارہ پر کھڑے رہنے والے کو سمندر میں آفتاب ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

اب ملک کے جغرافیہ پر نظر کرو جب یہ بادشاہ فتوحات کرتا ہوا بڑھا اور ملایا کے کنارہ پر پہونچا تو اُسکے جانب غرب خلیج آف بنگالہ تھا تو اُسنے یہاں ملایا قوم کو پایا اور آفتاب کو فی عین حمئة یعنی خلیج بنگالہ میں ڈوبتا ہوا دیکھا سمندر کا پانی خود میلا اور کیچڑ سیاہ دکھائی دیتا ہے اور سورج کے غروب ہوتے وقت اُسکی شعاعوں سے اُسپر سُرخی جھلکتی ہے اور اسی واسطے اُسکو عین حمئة سے تشبیہ دی ہے۔

پھر خدا نے کہا کہ "قلنا یا ذا القرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنا قال اما من ظلم فسوف نعذبه ثم یرد الی ربه فیعذبه عذابا نکرا واما من امن وعمل صالحا فله جزاء الحسنی وسنقول له من امرنا یسرا"

یعنی ہمنے کہا اے ذوالقرنین اُس قوم کو جو یہاں ملی ہے غالباً ملایا کے لوگوں کو یا تو عذاب دے (یعنی سزا دے) یا اُنپر احسان رکھہ (یعنی معاف کر) اُسنے کہا جس کسی نے

www.poetrymania.com©

پھر نہ کر سکے یاجوج و ماجوج کہ اُسپر چڑھ آدین اور نکر سکے کہ اُسمین سوراخ کریں (۹۶) ذوالقرنین نے کہا کہ یہہ رحمت ہی میری پروردگار کیطرف سی (۹۷) پہر جسوقت آویگا وعدہ میری پروردگار کا کردے گا اُس کو زمین کے برابر

زیادتی کی ہے اُسکو ہم عذاب یعنی سزا دینگے پہر لٹیا دیا جاویگا اپنے پروردگار کے پاس (یعنی مار ڈالا جاویگا) پہر وہ اُسکو عذاب دیگا عذاب سخت اور جو کوئی ایمان لایا (یعنی فرمانبرداری کی) اور اچہا کام کیا تو اُسکے لئے اچہا بدلہ ہے اور میں کہونگا (یعنی حکم دونگا) اُسکے لئے اپنے معاملات میں سہولیت کا۔

یہ بیان اس بادشاہ کے سلوک کا ہے جو اُس نے اپنی مفتوحہ قوم کے ساتھ کیا قلنا یاذالقرنین سے یہ سمجہنا کہ خدا نے اُس بادشاہ سے کلام کیا تہا صحیح نہیں ہے قرآن مجید میں ایسے مقامون پر قلنا کا لفظ بمعنی شُدنا کے آتا ہے جیسے کہ خدا نے اُن یہودیون کی نسبت جنہوں نے سبت کے دن زیادتی کی تہی فرمایا ہے قلنا لہم کونوا قردۃ خٰسئین اسی طرح اُسکے جواب میں قال کا لفظ آیا ہے پس اس طرح کا استعمال نہ نبوت کی نشانی ہے اور نہ خدا کے ساتھ سوال و جواب ہونیکی دلیل ہے بلکہ جو سلوک کہ اُس فتحمند بادشاہ نے اُس مفتوح قوم کے ساتھ کیا اُسکا بیان ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اس بادشاہ پر دو زمانے ایسے گزرے جنکا اشارہ قرآن مجید میں بہی موجود ہے اور یہ نہایت قوی قرینہ ہے کہ ان ہی مختلف دو زمانون کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اُسکی نسبت ذوالقرنین کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اِس فتح کے بعد اُس نے مشرق کیطرف حملہ شروع کیا اور اُس ملک کے مشرقی کنارہ پر پہونچا چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ثم اتبع سببا حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علی قوم لم نجعل لہم من دونہا سترا کذالک وقد احطنا بما لدیہ خبرا۔

یعنی پہر اُس نے سفر کا سامان کیا یہانتک کہ جب وہ پہونچا جہان آفتاب نکلتا ہے تو اُسنے ایسی دیکہ

www.poetrymania.com©

وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوجُ
فِي بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَّعَرَضْنَا
جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِينَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾

قوم پر اُسکو نکلتا ہوا پایا کہ ہمنے اُنکے لئے آفتاب کے ورے کوئی اَوٹ نہیں رکھی یہ حال اُس جگہہ کا تھا اور بیشک ہمنے جان لیا تھا جو کچھ اُسکے پاس وہاں کی خبر پہونچی تھی۔

وقد احطنا بما لدیہ خبرا کی نسبت ابن عباس کی تفسیر میں لکھا ہے قد علمنا بما کان عندہٗ من الخبر والبیان اسی کے مطابق ہمنے بھی ترجمہ کیا ہے جو معنی ہمنے ابھی مغرب الشمس کے بیان کئے ہیں وہی معنی مطلع الشمس کے ہیں یعنی وہ ایسی جگہہ پہونچا جہاں اُسکو آفتاب نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

یہ حال مملکت چین کے شرقی کنارہ کا ہے جو بہت بڑے سمندر سے گھرا ہوا ہے جب آفتاب نکلتا ہے اُس کنارہ کے رہنے والوں ہیں اور آفتاب کو نکلتا ہوا دکھائی دینے میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی سمندر کے پانی کی صاف سطح ہوتی ہے اور آفتاب کا نکلنا بغیر کسی حجاب کے اُن ہی لوگوں پر ہوتا ہے۔

اس طرف کے ملک کے لوگوں کو زیر کرنیکے بعد اُس بادشاہ نے پھر سامان درست کیا جیسا کہ خدا فرماتا ہے ثم اتبع سببا حتی اذا بلغ بین السدین وجد من دونہما قوما لا یکادون یفقہون قولا۔

یعنی پھر اُسنے سامان سفر کیا یہانتک کہ جب وہ پہونچا دو سدوں یعنی دو پہاڑوں میں تو اُسنے اُنکے ورے ایک قوم کو پایا کہ مشکل اُنکی بات سمجھتے تھے۔

یہ مقام مملکت چین کے شمالی حد پر ہے اور جس قوم کا ذکر ہے وہ تاتاری اور قدیم ستھیا کی رہنے والی تھی جو غارتگری اور لٹیرے پن پر مشاق اور لوٹ مار کی عادی تھی اُنکی زبان چین کے رہنے والوں سے مختلف تھی۔

www.poetrymania.com©

اور ہے وعدہ میرے پروردگار کا سچ ۹۸ اور چھوڑ دیا ہمنے اُنکے (یعنی مخلوقات[۵] کے)
بعضوں کو آج کے دن جو گڈ مڈ ہو رہے بعضوں میں اور پھونکا جاویگا صور پھر اُنکو
اکٹھا کرینگے سب کو ۹۹ اور سامنے لاوینگے ہم جہنم کو اُسدن کافروں کیلیئے سامنے لانا ۱۰۰

جب وہ بادشاہ اس مقام پر پہونچا تو لوگوں نے کہا جو قرآن مجید میں مذکور ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے

قالوا یا ذا القرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لك خرجا علی ان تجعل بیننا وبینھم سدا قال ما مکنی فیه ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم وبینھم ردما۔

یعنی اُن لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین بیشک یاجوج و ماجوج فساد کرنیوالے ہیں زمین یعنی ملک میں پھر کیا ہم تیرے لئے کوئی محصول (یعنی ٹیکس یا باج) مقرر کریں اس بات پر کہ تو بنادے ہم میں اور اُنمیں سد (یعنی فصیل یا دیوار یعنی ایسی روک کہ وہ ہمارے ملک میں نہ آسکیں) اُس بادشاہ نے کہا کہ خدا نے جو مقدور مجھکو دیا ہے وہ بہت اچھا ہے (یعنی کافی ہے محصول لگاکر روپیہ لینے کی ضرورت نہیں) پھر تم میری مدد کرو محنت کرنے سے میں بنادونگا تمہارے اور اُنکے بیچ میں مضبوط دیوار۔

پہلی بات اس آیت میں جو غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ قالوا یا ذا القرنین کسکا قول ہے مفسروں کا یہ خیال ہے کہ یہ اُسی قوم کا قول ہے جو اُس جگہہ ملی تھی اور جسکی نسبت کہا گیا ہے لایکادون یفقھون قولا مگر یہ خیال ہرگز صحیح نہیں یہ قول اُن لوگوں کا ہے جو سرحد چین کے اندر اور فغفور کے ملک میں رہتے تھے اور اُسی قوم کی لوٹ مار کے بچنے سے جسکی نسبت کہا گیا ہے لایکادون یفقھون قولا دیوار بنوانا چاہتے تھے۔

دوسری چیز جو اُس بادشاہ نے علاوہ محنت کے اُنسے چاہی وہ لوہا تھا چنانچہ خدا تعالی نے فرمایا ہے اتونی زبر الحدید۔ حتی اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتی اذا جعله نارا قال اتونی افرغ علیه قطرا۔

[۵] بعضھم بعض الخلق (کشاف)

www.poetrymania.com©

الَّذِیۡنَ کَانَتۡ اَعۡیُنُہُمۡ فِیۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِکۡرِیۡ وَ کَانُوۡا لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ
سَمۡعًا ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا عِبَادِیۡ مِنۡ
دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَہَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

یعنی لادو مجھکو لوہے کے ٹکڑے۔ یہانتک کہ جب وہ دونوں پہاڑوں میں برابر کرچکا تو کہا دہونکو یہانتک کہ جب اُس لوہے کو آگ یعنی لال کردیا تو اُسنے کہا مجھکو لادو میں اُسپر ڈال دوں پگھلی ہوئی دہات یعنی تانبا یا پیتل یا سیسہ۔

یہ آیتیں نہایت صاف ہیں مگر مفسرین نے اِنکو عجیب طرح پر بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں جو لفظ زبرالحدید آیا ہے اُسکے معنی لوہے کی تختی یا لوہے کی اینٹیں قرار دئے ہیں اور پھر یہ قرار دیا ہے کہ اُن لوہے کی اینٹوں کو اوپر تلے رکھکر بطور دیوار کے چنا اور اُنکو پہاڑ کی چوٹی تک اونچا کردیا اور جب وہ پوری ہوگئی جسکی لنبائی پندرہ سو میل کے قریب تھی تو آگ جلا کر اُس دیوار کو آگ کے مانند کردیا یعنی جیسے لوہا آگ میں جلانے سے لال مثل آگ کے ہوجاتا ہے اسیطرح ساری دیوار مثل آگ کے ہوگئی۔ پھر اُس دیوار پر پگھلا ہوا تانبا ڈالا اور وہ درزوں میں بیٹھکر جم گیا اور سب ملکر لوہے کی ایک ڈال دیوار یا ایک ڈال مثل لوہے کے پہاڑ کے ہوگئی۔

یہ تفسیر ایسی ہے جو نہ عقل میں آسکتی ہے اور نہ قرآن مجید کی آیتوں میں اس خارج از عقل کارستانی کا اشارہ پایا جاتا ہے کیسی طرح قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا ہے کہ وہ دیوار لوہے کی اینٹوں سے چُنی گئی تھی لوہا بلاشبہ دیوار کے بنانے میں کام میں لانے کو منگوایا گیا تھا مگر یہ بات کہ اُس لوہے سے دیوار چُنی گئی تھی ہرگز قرآن مجید میں نہ مذکور ہے نہ اُس کی طرف اشارہ ہے۔

یہ دیوار جو سَدّ کے نام سے مشہور ہے پہاڑی ملک میں بنائی گئی تھی اور کچھ شبہ نہیں کہ پتھروں کی چٹانوں سے بنائی تھی مگر پتھروں کی چٹانوں کے مضبوط کرنے اور ایک کو دوسرے سے

www.poetrymania.com©

جن لوگوں کی کہ تھیں آنکھیں اُنکی پردے میں میری یاد سے اور وہ نہیں سُن سکتے تھے (۱۰۱) کیا پھر
گمان کیا ہے اُن لوگوں نے جو کافر ہوئے کہ پکڑیں میرے بندوں کو میرے سوا دوست
بیشک ہمنے تیار کی ہے جہنم کافروں کے لئے اوترنیکو (۱۰۲)

جوڑنے کو لوہا درکار تھا اُسکی نسبت اُس بادشاہ نے کہا کہ لوہے کے ٹکڑے مجکو لا کر دو۔

اس دیوار کو بنے اکیس سو بائیس سو برس گزرے ہونگے اُس زمانہ کی بہت سی عمارتوں کے نشان اور کھنڈر اب بھی موجود ہیں۔ پتھر کی چٹانوں کی دیوار بنانے کا اور اُسکو مضبوط کرنیکا کہ کوئی پتھر دیوار میں سے نکال لینے سے نہ نکل سکے یہ دستور ہے کہ دو چٹانوں کو برابر رکھکر دونوں کے سروں کے پاس سوراخ کرتے ہیں اور اُن میں لوہے کے پاؤں لگاتے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے جُڑا رہے اور نکالنے سے نکل نہ سکے اور اُس لوہے کے پاؤں کو جسکا ایک سرا ایک چٹان کے چھید میں اور دوسرا سرا دوسری چٹان کے چھید میں رہتا ہے آگ سے لال کرکے اُن چھیدوں میں لگاتے ہیں اور کوئی پگھلی ہوئی دہات اُن چھیدوں میں ڈال دیتے ہیں تاکہ پاؤں کے سرے چھیدوں میں جم جاویں اور پتھر نکلنے نہ پاویں اور کسی طرح بغیر دیوار کے منہدم کئے نہ دیوار میں چھید ہو سکے اور نہ کوئی پتھر ہل سکے۔

قرآن مجید کے ان لفظوں کا کہ حتی اذا ساوی بین الصدفین یہ معنی سمجھنے کہ جب وہ دیوار دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں کے برابر اونچی ہوگئی تھی صحیح نہیں ہے بلکہ ساوی بین الصدفین کا اطلاق دونوں پہاڑوں میں دیوار کی بنیاد کے برابر کرنے پر صادق آتا ہے اور بنیاد کو برابر کرکے اُسپر ردہ لگایا جاتا ہے۔ پس قرآن مجید کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اُسنے دونوں پہاڑوں کے بیچ میں دیوار کو برابر یعنی موافق محاورہ عمارت لیول میں یعنی ہنپال میں کیا اور اُسپر جو ردّہ لگایا تھا اُس میں لوہے کے پاؤں لگانے کی غرض سے کہا کہ لوہے کو پھونکو اور جب وہ مثل آگ کے لال ہو جاوے اُسکو لگاؤ اور اُسپر پگھلی ہوئی دہات ڈال دو پس یہ دیوار اسی طرح جیسی بنی ہے جس طرح عموماً اس قسم کی دیواریں بنتی ہیں۔ عجیب بات اس میں جو ہے وہ یہی ہے کہ

www.poetrymania.com©

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ
فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾

پندرہ سو میل کے قریب لمبی ہے اور پہاڑوں میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور میدانوں میں اور دریاؤں پر برابر بنتی چلی گئی ہے۔

اس دیوار کی مضبوطی ظاہر کرنیکو خدا نے فرمایا فما اسطاعوا ان یظہروہ وما استطاعوا لہ نقبا قال ھذا رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء وکان وعد ربی حقا۔

یعنی پھر قوم یاجوج وماجوج اوس پر چڑھ نہ سکی اور نہ اوس میں نقب لگا سکی اُس بادشاہ نے کہا کہ یہ دیوار ایک رحمت ہی میرے پروردگار کی پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آویگا تو اُسکو ریزے ریزے کر دیگا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے۔

ان آیتوں کی نسبت مفسرین نے محض بے سند اور افواہی کہانی آمیز روایتوں سے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یاجوج وماجوج اس دیوار کے توڑنے کے درپے ہیں آنحضرت صلعم کے زمانہ میں روپیہ برابر سوراخ کر چکے تھے جب حضرت عیسیٰ آسمان پر سے اوترینگے اُس وقت وہ اُسکو توڑ کر نکلیں گے گویا یہ وعدہ ہے خدا کا جو اس آیت میں مذکور ہے اور جب وہ نکلیں گے تو تمام دنیا کو لڑائی سے عاجز کر دیں گے آسمان پر تیر چلاوینگے وہ لہو بھرے آوینگے آخر کو حضرت عیسیٰ کی بد دعا سے سب مر جاوینگے۔

یہ محض بے اصل کہانیاں ہیں اب اس زمانہ میں تمام تاتار پر جو یاجوج وماجوج کی قوم سے ہے چینیوں کی عملداری ہے جو چینی ترکستان کے نام سے موسوم ہے۔ یاجوج وماجوج یعنی تاتاری تمام دنیا میں پڑے پھرتے ہیں نہ کسی کے کان بڑے ہیں اور نہ کسی کا گوشت کھاتے ہیں خاصے بھلے چنگے آدمی ہیں۔

جسطرح کہ خدا تعالیٰ جابجا فرماتا ہے کہ اخیر کو تمام چیزیں فنا ہو جاوینگی اسی طرح اس دیوار کی نسبت بھی فرمایا ہے جیسے کہ زمین کی نسبت فرمایا کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربک والملک

www.poetrymania.com©

کہدے کیا خبر دوں میں تم کو بہت زیادہ ٹوٹے والوں کے اعمال میں (۱۰۳) وہ لوگ ہیں کہ کھوئی گئی کوشش انکی دنیا کی زندگی میں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھا کرتے ہیں کام (۱۰۴)

صفا صفا۔

مسٹر جمس کارکرن نے ایک چینی تاریخ کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے اُس تاریخ میں اِس بادشاہ اور اِس دیوار کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اِس مقام پر نقل کرتے ہیں۔

تاریخ چین جمس کارکرن

ای چن کے بعد چی وانگ ٹی فغفور ہوا اور اکثر ختائی مورخوں کی روایت ہے کہ وہ ای چن کے نطفے سے نہ تھا کیونکہ اُسکی ماں جب ایک مرد سوداگر سے حاملہ ہو چکی تھی تب اُسنے فغفور کے ہاتھ اُس عورت کو بیچا تھا اور اُس شخص نے یہ حرکت اِس اُمید سے کی تاکہ تمنا دل کی پوری ہووے اور اپنی اولاد کو تخت پر دیکھے اگرچہ یہ امر بعید القیاس نہیں ہے لیکن شبہ اِس نقل کی راستی پر اسی جہت سے ہوتا ہے کہ علماے ختا بسبب ایک سانحے کے جو ذیل میں مذکور ہے اِسکے نام پر ہزارہا لعنتیں کرتے ہیں اور یہ فقرہ اُسکے حرامزادے ہونیکا توہین کے قصد سے اُنہوں نے طیار کیا ہے غرض یہ تحقیق ہے کہ سوداگر نے فغفور اے چن سے یہ دوستی بڑہائی اور اپنی لیاقت اِسطرح اُسکے نزدیک ظاہر کی کہ ای چن نے خدمت وزیر اعظم کی اُسے دی خیر جب فغفور نے انتقال کیا وہی لڑکا تیرہ برس کی عمر میں گدی پر جلوہ بخش ہوا اور ایسے بہادر اور مدبر فغفور گنتی کے دو تین ہی ہوئے ہیں اور ایسا ایسا کام اُسنے کیا کہ نام اُسکا قیامت تک رہ جائیگا۔

اعیان دولت سے ایک شخص بنام لی نزہی غیر ملکی تھا یعنی وطن اُسکا ریاست فغفور سے باہر دوسرے ایک سلطان کی خدمیں واقع تھا جب فرمان اِس مضمون کا نکلا کہ جتنے غیر ملکی اِس سرکار کی ریاست میں آئے ہیں سب اپنے اپنے وطن کو چلے جاویں تب اِس لی نزہی نے ایسی ایک عرضی حضور میں گزرانی اور ریاست میں اغیار کے رہنے سے جو فائدے متصور تھے

www.poetrymania.com©

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ
فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۝ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ

سب کو اس خوبی اور فصاحت کے ساتھ اُسنے بیان کیے کہ فغفور نے اپنے حکم کو دوسرے ہی روز منسوخ کیا اور لی نزہی کو وزیر اعظم بنایا اور اسی کی صلاح سے بادشاہ نے تمام سلاطین کو سر کیا اور شہنشاہ ختا اصل حقیقت میں ہوا۔ اسکی صورت اس طور سے ہوئی کہ پہلے کئی برس تک فغفور نے اپنے اخراجات کو حد اعتدال پر رکھا لڑائی بھڑائی سے وہ باز رہا اور خزانہ کو خوب ہی معمور کیا جب دولت بافراد حاصل ہوئی فغفور نے ریاستی شروع کی اور سلاطین میں زر کے وسیلہ سے بگاڑ ڈلوا دیا اور جب ایک دوسرے سے لڑکر قریب تباہی کے پہونچا اور اُسکا حریف بھی علی ہذا القیاس ضعیف ہوا تب فغفور نے کوئی بہانہ کرکے دونوں سے یا ایک سے بگاڑ کیا اور آناً فاناً میں اُسکا ملک چھین لیا اور اسی تدبیر سے تمام سلاطین کو اُسنے بے تخت و تاج کیا اور ساری مملکت ختا کا مالک ہوا اور شہنشاہ اُسی وقت سے کہلایا اور حالانکہ دولت و ملکیت خواہش سے زیادہ ہاتھ آئی تھی اور تبت بزرگ کی حد سے مشرقی سمندر تک اور ملک تاتار سے بحر جنوب تک کی حکمرانی ہوئی لیکن آرام و عیش طلبی مطلق مزاج میں نہ سمائی باوجودیکہ مکانات عالیشان اُسنے بہت بنائے اور بہ غایت تکلفات سے آراستہ کیا اور باغات میں بھی علی ہذا القیاس سامان بے پایان عیش و نشاط کا مہیا کر دیا اُس پر بھی یہ قاعدہ تھا کہ چند آدمی کو سلئے پوشیدہ جاتا تھا اور احوال وہاں کے حکام عدالت اور تحصیل اور محاصل زراعت کا خود دریافت کرتا تھا اور شوق اُسکے دل میں یہی تھا کہ مملکت ختا کا سر نو بندوبست کرے اور قدیم فغفوروں کی روئیے پر نہ چلے اور اس ارادے سے جب دستورات قدیم سے اندک فرق کرتا تھا علما کا شور اُٹھتا تھا کہ فلانی بات یاو اور شن اور یو کی خلاف حکم کے ہے اُسکو کرنا امتناع ہے اور یہ روک ٹوک جب فغفور کو ناگوار گزری لی نزہی سے اُسنے مشورت کی اور وزیر نے تمام کتب قدیم کو جمع کرکے آگ لگا دینے کی صلاح دی اور یہی بات وقوع میں آئی اس سبب سے تاریخ ختا کے اکثر مقامات میں اغلاق واقع ہوا ہے اور بہت سے

www.poetrymania.com©

یہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اپنے پروردگار کی نشانیوں سے اور اُسکے ملنے سے پس نابود ہوگئے اُنکے عمل پھر نہ ٹہیراوینگے ہم اُنکے لیے قیامت کے دن کچھ وزن (۱۰۵) یہ سزا اُنکی جہنم

احوال کو مورخوں نے فقط یاد سے لکھا ہے اور یہ حرکت خشکانی کہلا اور شعرا کو ایسی بُری معلوم ہوئی کہ چی وانگ ٹی اور شیطان میں اُنہوں نے فرق نہیں کیا اور دل الزنا ٹہیرا اسکے علاوہ ابلیس مجسم کا لقب اوسکو دیا ہے حقیقت میں اوسکی ہجو بے سبب نہیں تہی کیونکہ ایک تو کتب قدیم کے نقصان کرنے اور سب فاضلوں کے گہر سے کتاب جبراً منگوا کے جلا دینے کی حرکت اُسنے کی ہی تہی علاوہ اسکے چار سو ساٹھ علماء کو اسی قصور پر اُسنے جیتا گڑوا دیا کہ اپنے اپنے کتب خانے کو بادشاہ کے پیادوں کے حوالہ اُنہوں نے نہیں کیا تہا سوائے اسکے اُسے خوف فغفور کو یہ تہا کہ اگر زندہ رہینگے تو حافظے سے اُن کتابوں کو پھر لکہیں گے اور ہمکو عاجز کرینگے غرض طیش میں اگرچی وانگ ٹی نے یہ خون ناحق کیا اور بے رحم اور سنگدل اور خونخوار بیجا کہلایا لیکن ان عیبوں کے ساتھ اتنا تہا کہ خطا میں اگر پانچ چار فغفور متواتر اسی طرح کے ہوتے تو واللہ اعلم کیا کیا وہ نہ کرتے اور کس کس ملک کو عمل میں نہ لاتے القصہ جب گشت و خون اور لڑائی جھگڑائی سے فارغ ہوا اور انتظام ملک کا تردد کر چکا ہمیشہ جینے اور باقی رہنے کی ہوس اُسکے دل میں از بس پیدا ہوئی اور اس خیال باطل کو خوشامدیوں نے ترقی دی آخر الامر چند نوجوان مرد اور عورتوں کو اُس مشرقی سمندر کی طرف روانہ کیا اسلئے کہ سن چکا تہا کہ اودہر کے جزیروں میں ایک جزیرہ ایسا تہا کہ وہاں کے چشمے کا پانی جسنے پیا مرگ اُسکے نزدیک نہیں آئی غرض وہ لوگ گئے اور پہر آئے اور اُنکا بیان یہ تہا کہ مشرقی سمندر میں طوفان نے آگے بڑہنے نہ دیا لیکن ایک مردک کا جہاز چونکہ طوفان میں بحر سے الگ ہوگیا تہا اُسنے چندے بعد آنکر یہ فقرہ سنایا کہ منزل مقصود تک پہونچا تہا لیکن چشمہ اُس ایام میں جاری نہ تھا غرض اسکے ہاتھ ایک کتاب آئی تہی جس میں یہ بات اُسنے لکہی پائی کہ چین کا گہرانا اُس خاندان کے ہاتھ سے تباہ ہوویگا جسکا نام هو کے لفظ سے شروع ہو اس واہیات بات کے اعتبار پر فغفور نے

www.poetrymania.com©

بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ

فوراً جنگ کا سامان تیار کیا اور چونکہ ایک قوم تاتار کا نام ھوانگ نو تھا اور پہلے حروف ہوتے تھے دفعتًا اُسکے ملک پر چڑھ گیا اور چونکہ اچانک جا پہونچا اور سب کو بے فکر پایا اس سبب سے اونکو پائمال کیا والّا اگر پیشتر سے خبر اونکو ملتی تو شاید شکست نہ ہوتی بلکہ غالب ہے کہ وہ تاتار خونخوار سب فغفور کو نہایت تنگ کرتے کیونکہ وے بڑے جنگی او صحرا کے رہنے والے تھے اور لوٹ تاراج سے اُنکی اوقات اور شکار پر اُنکی گزران تھی اور ہر وقت گھوڑوں پر سوار ہاتھ میں تیر کمان تلوار لئے خونخوار بنے رہتے تھے اگرچہ وہ بھی قوم خطا سے تھے چنانچہ بعض مورخ کہتے ہیں کہ شہزادہ چنکولی خاندان ھیا کے تباہ ہونے سے صحرائے تاتار میں جا چھپا تھا اور بعض کا بیان ہے کہ اُسی ھیا یعنی یو کے گھرانے کا وہ شہزادہ باپ سے روٹھ کر صحرا میں چند آدمیوں کو لئے چلا گیا تھا وہی جد اُن لوگوں کا تھا لیکن صحرا کی آب و ہوا کی خاصیت اور قنات کے نیچے بود و باش کرنے اور کچے گوشت کھانے اور رات دن کمر بند رہنے کی عادتوں نے اُنکو ایسا مضبوط بنایا تھا کہ شہری خطائیوں سے اور اُنسے کچھ نسبت باقی نہ رہی اور اُنکی گروہ ایک دوسری قوم ہو گئی اور یہی لوگ تھے کہ کسریٰ اور سکندر بھی اُنکے بہادری اور مضبوطی اور سپہ گری کے قائل ہوئے اور اُنسے باج نہ لے سکے اور اسی قوم کے پہلوانوں سے رستم اور اسفندیار کا مقابلہ ہوا اور افراسیاب بھی تاتاری ہی تھا یہ لوگ تیر اندازی اور تلوار کے دھنی تھے اور اُنکے گھوڑے بجلی تھے اور اُنسے جب کسی سے بگڑتی تھی دشمنوں کو لاکھوں گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالتے تھے اور غنیم پر دفعتًا ایسے جا پڑتے تھے کہ اُن لوگوں کو حربہ کرنیکی فرصت نہیں ملتی تھی گویا اجل سامنے موجود ہو جاتی تھی اور اُنکی رکاوٹ نہ ویرانہ جنگل نہ کوہستان کسی سے ممکن تھی حاصل کلام تاتاری رسالوں میں ہر شخص ایک شہسوار خونخوار تھا اور ان لوگوں نے سیکڑوں تختوں کو اُلٹ دیا اور جو سامنے پڑا خواہ دشمنی کی راہ سے خواہ لوٹ تاراج سے وہ بچکے نہیں گیا الغرض چونکہ اُنکا حال اِسی جلد کی تیسرے دفتر

www.poetrymania.com©

(۱۰۶) بسبب اسکے کہ اُنھوں نے کفر کیا اور اِنھوں نے پکڑا ہماری نشانیوں کو اور رسولوں کو ٹھٹھا

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہے اُنکے لئے جنت

میں طوالت کے ساتھ ہے یہان پر اتنا ہی بیان کا موقع تہا کہ نتیجہ غفلت کا معلوم ہووے کہ غافل رہنے سے ایسے تاتار خونخوار بھی مارے پڑے القصہ چی وانگ سائی باوجود اس شکست دینے کے خوب جانتا تھا کہ یہ قوم موقع پاکر انتقام ضرور لیگی اور تا وقتیکہ بدلہ اور عوض معقول نہ ہووے اس شکست کی یاد ہمیشہ دل کو صدمہ پہونچائیگی اس سبب سے اُسنے دیوار خطا کی بنا کی جسکا تمام احوال عاصی نے جلد اول کے دوسرے دفتر کے چودہویں باب کے چار سے صفحے میں بیان کیا ہے۔

سینتیس برس اُسنے سلطنت کی اور اُسکے ایام انتقال کو مورخون نے سنہ ۲۱۲ قبل مسیحؑ قرار دیا ہے۔

ذکر بناے دیوار

یہ دیوار قریب آٹھ سو کوس کے لمبی ہے اور سرحد خطا اور تاتار پر واقع ہے اور وجہ اسکی تیاری کی یہ ہوئی کہ جب قوم تاتار نے اُس طرف سے بار بار یورش کر کے خطائیون کو سخت عاجز کیا اور کوئی تدبیر انکو ضبط کرنے کی نہیں سوجھی تب اُس دیوار کی بنا کی گئی اور فغفور چینگ والی ٹنے دو سو چالیس برس قبل حضرت عیسٰی کے اسے شروع کیا اور عرصہ قلیل یعنی صرف پانچ برس میں یہ تمام ہوئی اور حال اُس کا یہ ہے کہ نہ پہاڑ نہ دریا کوئی مانع اسکی ساخت کا ہوا اور آٹھ سو کوس تک جو موانع سامنے آئے سب کو دفع کرتی ہوئی یہ دیوار اپنی منزل مقصود تک پہونچی ہے اور کئی مقام پر آدہ آدہ کوس کے اونچے پہاڑوں کی چوٹی پر سے یہ دیوار کھنچی ہوئی ہے اور بعض جگہہ بڑے بڑے دریا پر پلونکے اوپر سے بہہ گئی ہے اور زیادہ تکلف یہ ہے کہ سمندر کے بیچ سے شروع اسطرح پر ہوئی ہے کہ صدہا جہاز پتھرون سے لدے ہوئے ڈبا دئے گئے

www.poetrymania.com©

الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾
قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ
اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾
قُلْ اِنَّمَآ

اور اوسپر اوسکی بنیاد قایم ہوئی ہے اور آٹھ سو کوس تک تیس گز اونچی اور اسقدر چوڑی ہے کہ چھہ سوار پہلو بہ پہلو فراغت سے اوسپر گھوڑا دوڑا سکتے ہیں اور سو سو قدم پر دو منزلہ اور سہ منزلہ برج بنے ہوئے ہیں اور جب تک کہ تاتاریوں نے اپنی دولت کی بنا خطا میں نہیں ڈالی تھی تب تک ہزاروں توپین اونپر چڑہی رہتی تہیں اور دس لاکھ فوجوں کی تقسیم تمام برجوں میں تھی غرض جب سے قضاے فلکی سے وہی لوگ جنکی یورش کے سبب سے یہ دیوار بنی تھی خطا کے مالک ہوئے تب سے وہاں کی فوج موقوف ہوئی اور برج اور دیوار سب بے مرمت رہنے لگی مگر کئی باتین عجیب وغریب اس دیوار کی ساخت مین ہوئین کہ خطائیون کی حکمت اور قدرت اور مستقل مزاجی کی دلیلین ہین چنانچہ اول یہ کہ معماری کے سرانجام اور بڑے بڑے تختے پتھرون کے ان لوگون نے آدہ آدہ کوس کے بلند پہاڑون پر پہونچائے جہاں چڑہنے کا کوئی سہارا نہیں معلوم ہوتا اور کراڑ کی بلندی ایسی ہے کہ آدمی کی چڑہائی ناممکن نظر آتی ہے اور دوسری بات تعجب انگیز ہے کہ سمندر میں جہان تھاہ گم اور جوش وخروش بحر زخار کا زیادہ ہے وہان کس طرح سے نیو ڈالی گئی کہ دو ہزار برس سے ہلی نہین باوجودیکہ خطا کے سمندر میں ایسا طوفان دس بیس دفعہ ہر سال مین آتا ہے کہ صدہا جہاز اور تخمیناً بارہ چودہ ہزار آدمی سالانہ ان ہی طوفانون میں ہلاک ہوتے ہیں اور زور وشور ہوا کا ایسا ہوتا ہے کہ ایک انگریز نہایت صاحب تجربہ کار اور عقلمند کا بیان اس طور پر ہے کہ اگر یہ ممکن ہوتا کہ ایک ہی جہاز کی کلی پر دس ہزار کرنا اور دس ہزار نقارے دفعتاً بجائے جاتے تو اوسی جہاز کی پتوار پر سے طوفان کے غل اور شور کے آن

www.poetrymania.com©

فردوس کی ٹھہرنے کو (۱۰۷) ہمیشہ رہیں گے اوس میں نہ چاہیں گے
اوس سے نکلنا (۱۰۸) کہدے (اے پیغمبر) اگر ہووے دریا سیاہی
میرے پروردگار کے کلموں کے لئے (یعنی لکھنے کیلئے) تو ہو چکیگا دریا پہلے
اس سے کہ ہو چکیں میرے پروردگار کے کلمے اور گو کہ ہم لادیں اوسی کی مانند
مدد کے لئے (۱۰۹) کہدے (اے پیغمبر) کہ

قرناؤں کی آواز کوئی شخص نہیں سن سکتا الغرض جب سمندر میں ہر سال دس بیس مرتبہ یہ قیامت برپا ہو اُس میں اُس دیوار کا قیام عجائبات سے ہے تیسری بات یہ ہے کہ باوصفیکہ آدمی خلقت سے زیادہ اُس کی طیاری میں مطابق فرمان کے ہر وقت حاضر رہتی تھی لیکن پانچ برس کے قلیل عرصہ میں اس دیوار کا تمام ہونا تعجبات سے ہے کیونکہ جب ایک انگریز سیاح نے حساب کیا تو دیکھا کہ اس دیوار کی فقط برجوں کی ساخت میں اسقدر اسباب معماری کا صرف ہوا ہے کہ تمام انگلستان کی ہر طرح کی عمارتوں میں جو خرچ ہوا ہے شاید اوسکے مقابلہ میں بہت کم نکلے گا او منصفی شرط ہے کہ تمام دیوار میں کسقدر اسباب صرف ہوا ہوگا اور چوتھی بات حیرت افزا یہ ہے کہ جس جا کے پرے کھینچی ہے وہاں سے منزلوں تک نہ بستی نہ انسان کی نشانی تھی اور آٹھ سو کوس تک فقط صحرا اور کوہستان اور جنگل تھا اور وہاں پر اس کارخانہ کے لئے لازم ہوا ہوگا کہ سیکڑوں کوس سے مزدوروں اور کاریگروں کے لئے رسد اور دیوار کے واسطے سرانجام آوی اور اس وجہ سے مشکلیں دہ گنی ہوئی ہونگی لیکن خطائیوں کی حکمت اور استقلال اور ثابت قدمی سب موانع پر غالب ہوئی اور ایک نشانی ایسی رہ گئی ہے کہ روے زمین پر کوئی یادگار انسان کی اُولوالعزمی کا اسکے مقابلہ میں نہیں ہے بجز اُس نہر بزرگ کے جو خطا میں تین سو بیس کوس تک بنائی گئی ہے اور جس کے لیے قبلا خان چنگیز کے پوتے کی عقل اور خطائیوں کے علم اور ثابت قدمی پر لاکھہ لاکھہ درود بھیجنا مقتضاے انصاف ہے۔ انتہی۔

www.poetrymania.com©

اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

یہ بات کچھ کم تعجب کی نہیں ہے کہ سکندر کی نسبت بھی کہا گیا ہے کہ جو اوسکا باپ مشہور تھا وہ اوسکا بیٹا نہ تھا اسی طرح چی وانگ ٹی کی نسبت بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنے مشہور باپ کا بیٹا نہ تھا۔

سکندر کی نسبت بھی کہا گیا۔ ہے کہ اوسنے آب حیات کی تلاش کی تھی اور چی وانگ ٹی کی نسبت بھی آب حیات کا ڈھونڈھنا ذکر ہوا ہے۔

اور اسی سے شبہہ ہوتا ہے کہ چی وانگ ٹی کے حالات کو سکندر کے حالات میں ملا دیا ہے چین ایسا ملک تھا کہ اگلے زمانہ میں بہت کم اُسکی تاریخ معلوم تھی اور ظاہرا یہی سبب ہوا ہے کہ مورخوں اور مفسروں کو سد کا مقام بتانے اور اوسکے بننے کے حالات بیان کرنے میں دھوکا پڑا ہے۔

www.poetrymania.com©

اِسکے سوا اور کچھ نہیں کہ میں ایک آدمی ہوں تمہاری مانند وحی بھیجی گئی ہے
میرے پاس کہ نہیں اسکے سوا اور کچھ کہ تمہارا خدا ہے واحد ہے پھر جو کوئی
اُمید رکھی اپنے پروردگار کے ملنے کی تو چاہیئے کہ کام کرے کام اچھے اور نہ شریک کرے
اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو (۱۱۰)

www.poetrymania.com©

www.poetrymania.com©

هو المستعان

سحر البیان

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علی خاں صوفی طبع نمود

www.poetrymania.com©

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كٓهٰيٰعٓصٓ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ① اِذْ
نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ② قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ
وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا ③ وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ④
وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ
مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ⑤ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ
رَضِيًّا ⑥ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ
سَمِيًّا ⑦ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ

⑦ ⑧ ساتویں آیت میں ہے "یازکریا انا نبشرک بغلم" اس آیت میں بشارت دینے والا کون
ہے۔ سورہ آل عمران میں صاف بیان ہوا ہے کہ بشارت دینے والا فرشتہ تھا چنانچہ اُس میں ہے
فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یبشرک بیحیٰی ۔ آل عمران ۳۹،۴۰،۴۱،۴۲۔
حضرت زکریا جب کہ دعا میں مصروف تھے تو ہاتف غیبی سے آواز دی یعنی حضرت زکریا
نے ایک آواز دینے والے کی آواز سُنی کہ وہ بیٹا ہونے کی بشارت دیتا ہے۔ ایسے امور
کا واقع ہونا فطرت انسانی سے خارج نہیں ہے مگر یہ بات قابل غور ہے کہ اسکے بعد
کی آیتوں میں جو لفظ "قال" ہے۔ اُس میں کہنے والا کون ہے۔ خدا یا فرشتہ۔ مگر اُسکا
کہنے والا خدا ہو یا فرشتہ یہ کچھ بحث کے لائق نہیں ہے۔

www.poetrymania.com©

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان

کہیٰعص یہ بیان ہے تیرے پروردگار کی رحمت کا اُسکے بندے زکریا پر ① جبوقت
کہ پکارا اُس نے اپنے پروردگار کو چھپکر دعا کرکے ② اُس نے کہا ای میرے پروردگار بیشک
میری ہڈیاں سُست ہوگئیں اور سر بڑہاپے سے بھڑک گیا ③ اور ای پروردگار مین تجھسے
مانگ کر محروم نہیں رہا ④ اور بیشک میں ڈرتا ہوں بہائی بندون سے اپنے بعد اور ہے میری
بی بی بانجہ پس عنایت کر تو مجھکو اپنے پاس سے ایک وارث ⑤ جو میرا وارث ہو اور
یعقوب کے خاندان کا وارث ہو اور ای پروردگار اُسکو ہر دلعزیز بنا ⑥ (خدا نے کہا) اے
زکریا بیشک ہم تجھکو خوشخبری دیتے ہیں ایک لڑکے کی کہ اُسکا نام یحییٰ ہوگا ⑦ اور ہم نے
تیرے لئے (یعنی تیرے خاندان مین) اس سے پہلے کسیکو اُسکا ہمنام نہیں کیا ⑧ زکریا نے
کہا اے پروردگار کیونکر میرے بیٹا ہوگا اور میری بی بی تو بانجہ ہے اور

آٹھوین آیت میں ،، لہٗ ،، کی ضمیر حضرت زکریا کی طرف راجع ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ زکریا کے خاندان میں اس سے پہلے کوئی اس نام کا نہیں ہوا۔ تفسیر ابن عباس میں ہے ،، لم نجعل له من قبل سمیا ای لم نجعل لزکریا من قبل یحییٰ سمیا ولدا اسمی یحییٰ ،، بعضی روایتون میں جو یہ لکہا ہے کہ اس سے پہلے کسی شخص کا نام یحییٰ نہ تہا یہ صحیح نہیں ہے۔

تفسیر کبیر میں یحییٰ نام رکہنے کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت یحییٰ کی ماں (الیشبع) حاملہ تہیں حضرت مریم جن کو حضرت عیسیٰ کا حمل تہا اُن سے ملنے کو آئیں۔ الیشبع نے حضرت مریم سے کہا کیا تم حاملہ ہو حضرت مریم نے کہا تم کو کسطرح معلوم ہوا کہ میں حاملہ ہوں۔ الیشبع

www.poetrymania.com©

قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٩﴾ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ
عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿١٠﴾
قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ
لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١١﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ

نے کہا کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ اُس بچہ کو جو تمہارے پیٹ میں ہے سجدہ کرتا ہے۔ اس روایت کے موافق حضرت یحییٰ پہلے شخص ہیں جو حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے اور اس ایمان سے اِنکا دل زندہ ہوا۔ اس لئے اُنکو یحییٰ کہنے لگے۔

اِسی کے قریب قریب سینٹ لوک کی انجیل میں قصہ بیان ہوا ہے اول تو سینٹ لوک نے اپنی انجیل کے شروع میں لکھدیا کہ جو باتیں کہ لوگ کہتے تھے اُنکو میں اپنی انجیل میں لکھتا ہوں پس نہیں معلوم ہوسکتا کہ وہ قصہ جو سینٹ لوک کی انجیل میں ہے کہاں تک صحیح ہے۔ بہرحال انجیل کے اُس قصہ پر ہمکو بحث ضرور نہیں۔ مگر عیسائیوں کی روایتیں ہیں جنکو تفسیر کبیر میں لکھدیا ہے اسلام کی روایتیں نہیں ہیں اور نہ توجہ کے قابل ہیں۔

ہمارے نزدیک یحییٰ کی وجہ تسمیہ تلاش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے جب حضرت زکریا کو بیٹا ہونیکا یقین ہوا تو بطور تفاؤل کے یحییٰ اُسکا نام رکھنا اُنکے دل میں آیا جیسا کہ اس زمانہ میں بہت لوگ نیک تفاؤل سمجھکر جینا' حیاتی' حیاتن' اپنی اولاد کا نام رکھہ دیتے ہیں۔

﴿١١﴾ ہم نے اپنی تفسیر میں مفصل طرح سے یہ بات ثابت کی ہے کہ آیت اور آیات کے لفظ سے حکم اور احکام جو خدا کی طرف سے ہوتے ہیں مراد ہوتے ہیں۔ پس اس آیت میں اور سورہ آل عمران کی آیت میں جو لفظ آیت کا آیا ہے اُس سے حکم مراد ہے۔ جب حضرت زکریا کو بیٹا ہونیکا یقین ہوگیا تو اُنہوں نے کہا کہ مجھکو کوئی حکم بھی دے جسکی میں تعمیل کروں۔ خدا نے کہا کہ تیرے لئے یہ حکم ہے کہ تین رات تک جس میں دن بھی شامل ہے کسی آدمی سے

www.poetrymania.com©

بیشک میں پہونچ گیا ہوں بڑھاپے سے نہایت ضعیفی کو ⑨ (خدا نے) کہا بات تو
یہی ہے تیرے پروردگار نے کہا کہ وہ مجھ پر آسان ہے اور بیشک میں نے تجکو پیدا کیا اس سے
پہلے اور تو نہیں تھا کوئی چیز ⑩ (زکریا نے) کہا اے میرے پروردگار میرے لئے کوئی یعنی
حکم مقرر کر (خدا نے) کہا کہ تیری نشانی یہ ہے یعنی حکم کہ تو بات نہ کرے آدمیوں
سے تین رات پوری بات ⑪ پھر (زکریا) اپنی قوم کے

پورے طور پر کلام مت کر یعنی منہہ سے کچھ مت بول اور اشاروں سے جو کچھ کہنا ہو کہہ دے۔ لفظ سویا سے ہم نے کلاماً سویا کے معنی لئے ہیں ان معنوں کے اختیار کرنے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ سورہ آل عمران میں خدا نے فرمایا ہے " الا تکلم الناس ثلاثۃ ایام الا رمزا" یعنی تین دن تک تو آدمیوں سے بات نہ کر مگر اشاروں سے۔ آل عمران کی آیت میں سویا کے بجائے رمزا آیا ہے اور دونوں کا مطلب واحد ہے اور ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت سے ہوتی ہے۔

اس مقام پر خدا نے یہ بات نہیں بیان کی کہ کلام نہ کرے تو پھر کیا کرے مگر سورہ آل عمران میں فرمایا ہے " واذکر ربک کثیرا وسبح بالعشی والابکار" یعنی اپنے پروردگار کو بہت سا یاد کر اور اپنے پروردگار کے تقدس کا صبح و شام یعنی دن رات ذکر کر۔

پس یہ آیت نہایت صاف ہے اور کوئی مشکل اس میں نہیں ہے مگر مفسرین نے آیت کے معنی معجزہ کے قرار دیکر یہ شبہ کیا ہے کہ بشارت صریح کے بعد کوئی اور معجزہ اس کی تصدیق کے لئے طلب کرنا صحیح نہیں ہے اور پھر یہ کہا ہے کہ چونکہ بشارت غیر متعین تھی کہ کب لڑکا ہوگا اس لئے معجزہ طلب کیا کہ ولادت کا زمانہ معلوم ہو جاوے اور اس آیت سے یہ مطلب لینا صحیح نہیں ہے کہ وہ تین دن تک گونگے ہو گئے تھے اور بول نہیں سکتے تھے اور گویا یہ نشانی حضرت یحیٰی کی پیدا ہونے کے زمانہ کی تھی کیونکہ اس روایت کی بنیاد سینٹ لوک کی انجیل پر ہے اور اسلامی روایت نہیں ہے۔ یا یہ سمجھنا کہ وہ صرف آدمیوں سے

www.poetrymania.com©

الْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿۱۲﴾ يَا يَحْيَىٰ
خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۳﴾ وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا
وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾
وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ ﴿۱۶﴾
وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا
فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ
لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ

کلام نہیں کر سکتے تھے ایک توجیہ لاطائل اور غیر ضروری ہے۔

﴿۱۳﴾ یہ خطاب جو خدا کی طرف سے حضرت یحییٰ کو ہوا یہ اُس زمانہ کا معلوم ہوتا ہے جبکہ وہ بڑے ہو گئے تھے اور وعظ کہنا شروع کیا تھا اور اُس زمانہ میں اُنکی عمر ۳۰ برس کی تھی۔ اس بات کی تو کوئی دلیل نہیں ہے کہ نبوت چالیس برس کی عمر سے پہلے نہیں ہوتی اور حضرت یحییٰ کے حال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۳۰ سال کی عمر میں مبعوث ہوئے تھے۔

اب باقی رہتا ہے ان لفظوں پر بحث کرنا کہ خدا نے جو فرمایا ہے "واتیناہ الحکم صبیا" اسکے کیا معنی ہیں جو کچھ بحث ہے وہ حکم کے لفظ پر ہے۔ مفسرین نے حکم کے معنی مختلف بیان کئے ہیں ایک معنی تو حکمت کے بتائے ہیں جس سے مراد ہے توریت کا سمجھنا اور مسائل فقہی کا اخذ کرنا۔ دوسرے معنی عقل کے بیان کئے ہیں تیسرے معنی نبوت کے بتائے ہیں مگر ہم دوسرے معنی کو تسلیم کرتے ہیں جو معمر ابن عباد سلمی معتزلی نے بیان کئے ہیں کیونکہ جو شخص نبی ہوتا ہے وہ ماں کے پیٹ ہی سے عقل وذکا لیکر پیدا ہوتا ہے اور اسی سبب سے حضرت یحییٰ کی نسبت کہا گیا "واتیناہ الحکم صبیا"

www.poetrymania.com©

کے پاس عبادت گاہ سے نکلا پھر اُنکو اشارہ کیا کہ خدا کی تسبیح صبح اور شام کیا کرو ⑫ (خدا نے)
کہا اے یحییٰ پکڑ اس کتاب کو زور سے اور ہم نے اُسکو حکم دیا لڑکپن میں ⑬ اور ہمنے اُسکو شفقت دی اپنے
پاس سے اور پاکیزگی اور وہ تھا پرہیزگار اور نیکی کرنیوالا اپنے ماں باپ سے اور نہیں تھا سرکش
اور نافرمان ⑭ اور سلام ہوا اُسپر جسدن پیدا ہوا اور جسدن مریگا اور جسدن زندہ
ہوکر اُٹھے ⑮ اور ذکر کر کتاب میں مریم کا جبکہ وہ علیحدہ ہوئی اپنے لوگوں سے ایک
مشرقی مکان میں ⑯ پھر کرلیا اُس نے اُنکی طرف سے پردہ پھر ہم نے بھیجی اسکے پاس اپنی
روح پھر بنگئی وہ روح اُس کے سامنے پورا آدمی ⑰ (مریم نے) کہا میں خدا کی
پناہ مانگتی ہوں تجھ سے اگرچہ تو

(۱۶-۱۷) ان آیتوں میں جو یہ لکھا ہے کہ مریم علیحدہ ہوئی اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان میں اور انکی طرف سے پردہ کرلیا اسکی وجہ کچھ بیان ہونی چاہیئے کہ کیوں ایسا کیا۔ مفسرین نے تو یہ لکھا ہے کہ اُنکو غسل کی ضرورت ہوئی تھی اور اُنھوں نے غسل کرنے کے لئے ایسا کیا تھا اور اسی قسم کی اور وجہیں لکھی ہیں مگر خود امام رازی نے اپنی تفسیر میں لکھدیا ہے کہ یہ تمام وجوہ قابل اعتبار نہیں ہیں اور آیت کی الفاظ سے کوئی ایسا اشارہ نہیں پایا جاتا جس سے ہم کسی وجہ کو بھی ترجیح دے سکیں۔ اس کے بعد ذکر آتا ہے فرشتے کے آنیکا جو آدمی کی صورت بنگیا تھا۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ فرشتہ کا آنا بطور نفث فی الروع اور الہام اور القاء فی القلب کی طور پر تھا تو وہ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مریم کا علیحدہ ہوکر ایک مکان میں جانا عبادت کی غرض سے تھا اور ہماری جو یہ رائے ہے کہ فرشتے کا آنا اور انسان بنکر دکھائی دینا خواب میں واقع ہوا تھا جیسا کہ ہم نے اپنی تفسیر کی دوسری جلد صفحہ ۳۲ میں

> ومن الناس من قال ان ذلک کان علی سبیل النفث فی الروع والالهام والالقاء فی القلب کما کان فی حق ام موسی علیه السلام فی قوله و اوحینا الی ام موسی (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۱۵۸)

www.poetrymania.com©

تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾
قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ
كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ
أَمْرًا مَقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَأَجَاءَهَا
الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنْتُ
نَسْيًا مَنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ
تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا
جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا ﴿۲۶﴾
فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ﴿۲۷﴾ فَأَتَتْ بِهِ

لکھا ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ وہ ایک علٰحدہ مکان میں حسب عادت عامہ سونے کی غرض سے گئی تھیں اور جب سو گئیں تو خواب ہی کی حالت میں فرشتہ کا انسان بنکر آنا دیکھا اور خواب ہی میں حضرت مریم اُس سے ہمکلام ہوئیں اور فرشتہ نے اُن سے باتیں کیں۔ اِسکے بعد کی جو آیتیں ہیں اُنکی نسبت مفصل بحث ہم اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں لکھ چکے ہیں۔

آیت (۲۲) (۲۳) ،، مکانا قصیا،، سے ظاہراً شہر بیت اللحم سمجھا جاتا ہے جہاں حضرت عیسٰی پیدا ہوئے تھے مگر لوک کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے ٹھیرنے کو کوئی مکان نہیں ملا اور اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی جنگل یا میدان میں ٹھیرے اور کسی درخت کے نیچے حضرت عیسٰی پیدا ہوئے جسکی نسبت خدا نے فرمایا ہے "فاجآءہا المخاض الی جذع النخلۃ" اور دردِ زہ کی شدت میں حضرت مریم نے کہا ای کاش

www.poetrymania.com©

پرہیزگار ہو ⑱ (اُس نے کہا) میں تو تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجکو دوں ایک
پاکیزہ بیٹا ⑲ (مریم نے) کہا کیونکر ہوگا میرے بیٹا حالانکہ مجکو نہیں چھوا ہے کسی آدمی نے
اور نہ میں بدکار تھی ⑳ (اُس نے) کہا بات تو یہی ہے تیرے پروردگار نے کہا ہے کہ وہ
مجھ پر آسان ہے اور ہم اوسکو کرینگے ایک نشانی لوگوں کے لئے اور رحمت اپنی طرف سے
اور تھی یہ بات مقرر کی ہوئی ㉑ پھر مریم کو اُس لڑکے کا حمل ہوا اور حاملہ ہو کر ایک دور
جگہہ میں چلی گئی ㉒ پھر اُسکو دردزہ ایک کھجور کی جڑ میں لے گیا (مریم نے) کہا ای کاش
میں مر چکی ہوتی اس سے پہلے اور میں ملیا میٹ ہوگئی ہوتی ㉓ پھر اُسکو پکارا اُسکے نیچے
سے کہ تو غمگین نہ ہو بیشک جاری کیا ہے تیرے پروردگا نے تیرے نیچے ایک چشمہ ㉔
اور ہلا تو اپنی طرف اس کھجور کے تنہ کو۔ گرائے گی وہ تجھ پر کھجوریں تر و تازہ ㉕ اب کھا اور پی
اور ٹھنڈی کر آنکھ اور اگر دیکھے تو آدمیوں میں سے کسیکو ㉖ تو کہیو کہ میں نے نذر کیا ہے
اللہ کیلئے روزہ پس نہیں بات کرونگی میں آجکے دن کسی انسان سے ㉗ پھر مریم اُس لڑکے کو اُٹھا کر

میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور میں ملیا میٹ ہوگئی ہوتی۔

(۲۴-۲۶) "فناداھا" قرآن مجید سے نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت مریم کو کس نے پکارا مفسرین لکھتی
ہیں کہ "من تحتھا" کی میم کو اگر زیر سے پڑھا جائے جیسے کہ عام قرات ہے تو پکارنیوالا فرشتہ تھا اور اگر میم
کا زبر پڑھا جائے جیسا کہ بعض قرأتوں میں ہے تو اُس سے خود حضرت عیسیٰ مراد ہیں جو اوسی وقت پیدا ہوئے
تھے۔ مگر دونوں باتوں میں سے کسی بات کی طرف قرآن مجید میں اشارہ نہیں ہے۔ ظاہر آیت سے
یہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عکرمہ کا قول ہے کہ حضرت مریم نے ایک اونچی جگہہ پر یعنی ٹیلہ پر وضع حمل
کیا تھا اور اُس ٹیلہ کے نیچے سے آواز آئی۔ ہمارے نزدیک آواز دینے والا نہ فرشتہ تھا نہ حضرت
عیسیٰ بلکہ کوئی انسان تھا جسنے حضرت مریم کی حالت اضطرار کو معلوم کر کے کہا کہ گھبراؤ مت تمہارے

www.poetrymania.com©

قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾ یٰۤاُخْتَ
هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ
اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّیْ
عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا
اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾
وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ؗ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ
وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾ ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ
مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ
مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۳۵﴾
وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳۶﴾
فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ
یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ ۙ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ
الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾ وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِیَ

نیچے یعنی اس ٹیلہ کے نیچے چشمہ جاری ہے اور کھجور پکی ہوئی ہے اسکو ہلاؤ اور کھجوریں کھا کر پانی پیو۔ اور اسی

www.poetrymania.com©

اپنی قوم کے پاس لائی - اُن لوگوں نے کہا - اے مریم بیشک تو عجیب چیز لائی ہی (۲۸)
ای ہارون کی بہن نہ تیرا باپ بُرا آدمی نہ تھا - اور تیری ماں بدکار نہ تھی (۲۹) پھر اشارہ کیا مریم
نے اُس لڑکے کی طرف اُن لوگوں نے کہا ہم کیونکر بات کریں اُس سے جو تھا ایک لڑکا
گھوارہ میں (۳۰) (عیسیٰ نے) کہا کہ میں ہوں خدا کا بندہ مجکو دی ہے خدا نے کتاب اور
کیا ہے مجکو نبی (۳۱) اور مجکو کیا ہے برکت والا جہاں میں ہوں اور حکم کیا ہی مجکو نماز کا اور
زکوٰۃ کا جب تک کہ میں رہوں زندہ (۳۲) اور نیکی کرنیوالا اپنی ماں کے ساتھ اور نہیں کیا
ہے مجکو (خدا نے) سرکش بدبخت (۳۳) اور سلام ہو مجھ پر جسدن کہ میں پیدا ہوا اور جسدن کہ
میں مروں اور جسدن کہ میں زندہ ہو کر اُٹھوں (۳۴) یہ قصہ ہی عیسیٰ ابن مریم کا سچی بات ہے
جس میں لوگ اختلاف کرتے ہیں (۳۵) خدا کے لئے نہیں ہی کہ وہ لیوے کوئی بیٹا وہ پاک ہے
(یعنی اس بات سی کہ اُسکا کوئی بیٹا ہو) جسوقت وہ کوئی کام کرتا ہے تو صرف اُسکے
لئے یہ کہتا ہے کہ ہو پھر وہ ہو جاتا ہے (۳۶) اور بیشک اللہ میرا پروردگار ہے اور تمہارا
پروردگار پھر اُس کی عبادت کرو یہ ہے سیدھی راہ (۳۷) پھر اختلاف کیا لوگوں نے آپس
میں پھر خرابی ہے اُن لوگوں کے لئے جو کافر ہوئے موجود ہونے سی یوم عظیم (یعنی
قیامت کے دن) کے (۳۸) کیا کچھ سننے والے ہونگے اور کیا کچھ دیکھنے والے
ہونگے جسدن کہ آوینگے ہمارے پاس لیکن ظالم آج کے دن علانیہ گمراہی میں
ہیں (۳۹) ڈرا اُنکو پچھتانے والے دن سے جب

شخص نے جس نے آواز دی تھی یہ بھی سمجھایا کہ اگر کوئی آدمی تم سے ملے تو اُس سے کلام نہ کرنا اور کہہ دینا

www.poetrymania.com©

الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۴۰﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ
وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿۴۱﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِبْرٰهِيمَ
إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿۴۲﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يٰٓأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ
مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ﴿۴۳﴾ يٰٓأَبَتِ إِنِّي قَدْ
جَآءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۴﴾
يٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۵﴾ يٰٓأَبَتِ إِنِّيٓ
أَخَافُ أَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطٰنِ
وَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِي يٰٓإِبْرٰهِيمُ لَئِنْ لَّمْ
تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿۴۷﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ
سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ﴿۴۸﴾ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا
تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَأَدْعُوا رَبِّي عَسٰٓى أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ
رَبِّي شَقِيًّا ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ
وَهَبْنَا لَهُٓ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۵۰﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ

خدا کے نام کا روزہ رکھا اور میں آج کسی آدمی سے کلام نہیں کرونگی ۔ اسکے بعد کی آیتوں میں

www.poetrymania.com©

کام ہو چکے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان لانیوالے نہیں (۴۰) بیشک ہم وارث
ہونگے زمین کے اور ہر ایک کے جو اُس پر ہے اور ہمارے پاس پھر لائے جاوینگے (۴۱)
اور ذکر کر کتاب میں ابراہیم کا بیشک وہ تھا سچا نبی (۴۲) جسوقت کہ اُسنے کہا اپنے
باپ سے اے میرے باپ کیوں تو عبادت کرتا ہے اُسکی جو نہیں سنتا اور نہیں دیکھتا
اور نہ دور کرتا ہے تجھ سے کوئی چیز (۴۳) اے میرے باپ بیشک میں کہ البتہ مجکو ایک سمجھ
آئی ہے جو تجکو نہیں آئی پھر میری پیروی کر کہ میں تجھ کو ہدایت کروں سیدھی رستہ کی (۴۴)
اے میرے باپ عبادت مت کر شیطان کی بیشک شیطان ہے خدا کا نافرمان (۴۵)
اے میرے باپ بیشک مجکو خوف ہے کہ تجکو پہونچے خدا کی طرف سے کوئی
عذاب پھر تو ہوگا شیطان کا ساتھی (۴۶) ابراہیم کے باپ نے کہا کہ کیا تو مونھہ
پھیرتا ہے ہمارے خداؤں سے اے ابراہیم اگر تو بس نہ کریگا تو البتہ ہم تجکو سنگسار کرینگے
اور مجھ سے دور ہو جا ایک مدت تک (۴۷) ابراہیم نے کہا کہ سلام تم پر میں بخشش مانگونگا
تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بیشک وہ مجھ پر مہربان ہے (۴۸) اور میں چھوڑ دونگا
تم کو اور اوسکو جسکی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا اور عبادت کرونگا اپنے پروردگار کی اور
امید ہے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کرنے سے بدبخت نہیں ہونگا (۴۹) پس جب ابراہیم
نے اُنکو چھوڑ دیا اور اوسکو جسکی وہ عبادت کرتے تھے اللہ کے سوا ہم نے دیا اُسکو یعنی ابراہیم کو اسحق اور
یعقوب یعنی اسحاق بیٹا اور یعقوب پوتا اور ہر ایک کو ہم نے نبی کیا (۵۰) اور ہمنے دیا انکو

جو قصہ حضرت عیسیٰ کا ہے اُسپر ہم مفصل بحث اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں کر چکے ہیں۔

www.poetrymania.com©

مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۱﴾ وَاذْكُرْ
فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۲﴾
وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۳﴾ وَ
وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ
اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۵﴾ وَ
كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۶﴾
وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۷﴾ وَّرَفَعْنٰهُ
مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

(۵۷-۵۸) حضرت ادریس کا نام توریت میں اخنوخ لکھا ہے جنکی پیدایش یہودیوں کی روایت سے ۳۳۷۸ سنہ قبل مسیح میں ہوئی اور انہی کی روایت کے موافق وہ ۳۰۱۳ سنہ قبل مسیح میں آسمان پر زندہ چلے گئے۔ یہ حضرت نوح کے پردادا ہیں اور آدم کی چھٹی پشت میں ہیں۔ یہودی خیال کرتے ہیں کہ دنیا میں سب سے اول سینا پرونا لکھنا پڑھنا انہوں نے ایجاد کیا تھا۔ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ یہی علم حساب اور علم ہیئت کے موجد ہیں۔ اور اسی لئے انکو اخنوخ کہتے تھے جسکے معنی معلم کے ہیں اور اسکا ترجمہ عربی میں کرکے انکو ادریس کہا جاتا ہے۔

انکی نسبت قرآن مجید میں آیا ہے "ورفعناہ مکانا علیا" اور توریت کی کتاب پیدایش باب ۵ آیت ۲۴ میں لکھا ہے کہ اخنوخ خدا کے مقرب تھے اور پھر غائب ہو گئے خدا نے انکو اٹھا لیا۔ اسکے سبب سے مفسرین قرآن مجید نے "ورفعناہ مکانا

www.poetrymania.com©

اپنی رحمت میں سے اور ہم نے کیا اُنکے لئے سچا بول بالا (۵۱) اور ذکر کر کتاب میں
موسیٰ کا بیشک وہ تھا چنا ہوا اور تھا پیغمبر نبی (۵۲) اور ہم نے اوسکو پکارا طور کے داہنی
طرف سے اور ہم نے اُسکو نزدیک کیا بھید کی بات کہنے کو (۵۳) اور ہم نے دیا اُسکو
اپنی رحمت سے اُسکا بھائی ہارون نبی (۵۴) اور ذکر کر کتاب میں اسمٰعیل کا بیشک وہ
تھا سچا وعدہ کا اور تھا پیغمبر نبی (۵۵) اور حکم دیتا تھا اپنے لوگوں کو نماز کا اور زکوٰۃ کا اور اپنے پروردگار
کے نزدیک پسندیدہ تھا (۵۶) اور ذکر کر کتاب میں ادریس کا بیشک
وہ تھا سچا نبی (۵۷) اور بلند کر دیا ہم نے اوسکا مرتبہ بہت بلند (۵۸) یہ وہ
لوگ ہیں جن پر اللہ نے

علیًا" کے یہ معنی قرار دئے کہ خدا نے اُنکو زندہ آسمان پر اوٹھا لیا مگر قرآن مجید سے یہ مطلب کسیطرح پایا نہیں جاتا مفسرین نے صرف عیسائی روایتوں کی پیروی کر کے یہ معنی قرار دئے ہیں۔ قرآن مجید میں اس سے پہلے صاف بیان کیا ہے کہ حضرت ادریس سچا خلوص خدا کے ساتھ رکھتے تھے اور اُسی کے ساتھ بیان کیا "ورفعناہ مکانا علیًا" یعنی خدا نے اُنکا مرتبہ بلند کیا کسیطرح اس آیت سے حضرت ادریس کو زندہ آسمان پر اُٹھا لینے کا مطلب نہیں نکلتا۔

سورہ انبیا میں خدا نے حضرت ادریس کی نسبت فرمایا ہے کہ ہم نے اُسکو اپنی رحمت میں داخل کیا کیونکہ وہ نیک بندوں میں سے تھا اس آیت سے بھی اُنکا درجہ بلند ہونا پایا جاتا ہے نہ زندہ آسمان پر چڑھ جانا۔

حضرت عیسیٰ کی نسبت بھی اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں بلکہ اُس میں ایک جگہ تصریح سے فرمایا ہے

www.poetrymania.com©

أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا
مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا
وَاجْتَبَيْنَا ۚ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا
وَّبُكِيًّا ۵۹ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ
وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۶۰ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ
اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ
شَيْـًٔا ۶۱ جَنّٰتِ عَدْنِ ِ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ
اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۶۲ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ۭ وَ
لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۶۳ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ
مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۶۴ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ
اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۶۵ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

کر، "اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ" یعنی میں اپنے پاس تجھکو اُٹھالونگا مگر ہم نے اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں اسپر مفصل
بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ رفع سے بلندی قدر و مرتبہ مراد ہے نہ زندہ آسمان پر چلا جانا۔

۶۵ مفسرین نے اس آیت کو پہلی آیتوں سی کچھ مربوط نہیں کیا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ قریش نے جو حقیقت روح
اور قصہ ذوالقرنین اور اصحاب کہف آنحضرت سے پوچھا تھا اور آنحضرت نے اُسکے بیان کرنیکا وعدہ فرمایا تھا
مگر اُسکے ساتھ انشاء اللہ کا لفظ نہیں کہا اس سبب سے چند روز تک جبریل وحی نہیں لائے تھے جب جبریل آئے

www.poetrymania.com©

انعام کیا نبیوں میں سے آدم کی ذریت میں سے اور ان میں سے جنکو ہم نے نوح کی
ساتھ چڑھایا اور ابراہیم اور اسرائیل یعنی یعقوب کی ذریت میں سے اور اولادکی ذریت میں سے)
جنکو ہم نے ہدایت کی اور جنکو ہم نے برگزیدہ کیا جسوقت اُنکے سامنے خدائے رحیم کی
آیتیں پڑہی جاتیں تو گر پڑتے سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (۵۹) پھر اُنکے جانشین
ہوئے اُنکے بعد بُرے جانشین کہ نماز چھوڑ دی اور نفسانی خواہشوں کی پیروی
کی پھر جلد پاوینگے بدلا گمراہی کا (۶۰) مگر وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے
تو وہی داخل ہونگے جنت میں اور ذرا بھی ظلم نہ کیے جاوینگے (۶۱) (یعنی جنت میں داخل
ہونگے) ہمیشہ کے رہنے کی جنت میں جسکا اللہ نے وعدہ کیا ہے اپنے بندوں
سے جسکو انہوں نے دیکھا نہیں بیشک خدا کا وعدہ پورا ہونیوالا ہی (۶۲) نہ سنینگے اُسمیں
یعنی جنت میں بیہودہ باتیں بجز سلام کے اور اُنکی لئے اُنکا رزق ہوگا جنت میں صبح کو اور شام
کو (۶۳) یہ جنت ہے جسکو ہم دینگے اپنے بندونکو جو ہوگا پرہیزگار (۶۴) اور ہم نہیں اُترتے
(یعنی نہیں داخل ہوتے جنت میں) اگر تیرے پروردگار کے حکم سے اُسیکے لئے ہے جو کچھ ہمارے
سامنے ہی اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہی اور جو کچھ اسکے بیچمیں ہے اور نہیں ہے تیرا پروردگار بھولنیوالا (۶۵) پروردگار آسمانوں کا

توحضرت نے اُن سے پوچھا کہ تم اتنے دنوں تک کیوں نہیں آئے اُسکے جواب میں جبرئیل نے کہا کہ ہم نہیں آتے بغیر
خدا کے حکم کے اور خدا کچھ بھول نہیں گیا تھا بلکہ ہمکو حکم نہیں دیا تھا۔ مگر یہ سب روایتیں اور اقوال مطلق قابل
اعتبار کے نہیں ہیں اور یہ آیت اوپر کی آیتوں سے بالکل مربوط ہے۔

پہلی آیتوں میں خدا تعالیٰ نے جنتیوں کا حال بیان کیا ہے اور اس آیت میں جنتیوں ہی کا قول
نقل کیا ہے کہ وہ یعنی جنتی جنت میں کہینگے کہ ہم جنت میں نہیں آئے بغیر خدا کے حکم کے

www.poetrymania.com©

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ ۚ هَلْ تَعْلَمُ
لَهُ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾
أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ
لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ
لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾
ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا
وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا
وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ

"بامر ربک" کے معنی وہی ہیں جو بامر اللہ کے ہیں لیکن چونکہ خدا نے جنتیوں کے قول کو پیغمبر سے نقل کیا ہے اسلئے بجائے بامر اللہ کے "بامر ربک" فرمایا ہے اور ان دونوں لفظوں کے معنی متحد ہیں۔

تفسیر کبیر میں ابو مسلم خراسانی کا ایک قول اسی کے مطابق نقل کیا ہے اُسکا قول یہ ہے کہ "وما تتنزل الا بامر ربک" ممکن ہے کہ اہل جنت کا قول ہو اور اس سے مراد یہ ہو کہ ہم جنت میں نہیں آئے مگر خدا کے حکم سے جو چیز جنت میں ہمارے سامنے ہے اُسی کی ہے اور جو چیز ہم دنیا میں پیچھے چھوڑ آئے ہیں وہ بھی اُسی کی ہے اور دنیا اور عقبیٰ کے درمیان جو کچھ ہے وہ بھی اُسی کا ہے۔

وقال ابو مسلم قوله وما نتنزل الا بامر ربك يجوز ان يكون قول اهل الجنة والمراد وما نتنزل الجنة الا بامر ربك له ما بين ايدينا اي في الجنة مستقبلا وما خلفنا مما كان في الدنيا وما بين ذلك اي ما بين الوقتين (تفسیر کبیر جلد رابع صفحہ ۲۳۱)

صاحب کشاف نے بھی یہی معنی بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ "وما کان ربک نسیاً" سے یہ مراد ہے کہ خدا نیک بندوں کو اور اُنکے اعمال کو بھول نہیں جائے گا بلکہ ضرور ہر ایک نیک عمل کی جزا دیگا۔

www.poetrymania.com©

اور زمین کا اور جو کچھ اُنکے بیچ میں ہے پہر اُسی کی عبادت کرا ور اُسی کی عبادت میں صابر رہ
کیا تو جانتا ہے کسیکو اُسکی مانند ﴿۶۶﴾ انسان کہتا ہی کہ کیا جب میں مرجاؤنگا تو نکالا جاؤنگا
زندہ ہوکر ﴿۶۷﴾ اور یاد نہین کرتا انسان کہ ہمنے اُسکو پیدا کیا اُس سے پہلے وہ کچھ نہ تھا ﴿۶۸﴾
پہر قسم ہے تیرے پروردگار کی البتہ ہم اونکو اوٹھاوینگے اور شیطانون کو پہر ہم انکو حاضر کرینگے دوزخ
کے گرد گھٹنون کے بل گرے ہوے ﴿۶۹﴾ پہر الگ کرلیں گے ہم ہر ایک گروہ سی جو اُنمیں ہے سب سے
زیادہ سخت خدا کی نافرمانی کرنمیں ﴿۷۰﴾ پھر ہم خوب جانتے ہیں اُن لوگونکو جو زیادہ لایق ہیں
دوزخ میں ڈالے جانیکے ﴿۷۱﴾ اور نہین ہی کوئی تم میں سی یعنی کافروںمیں سی مگر جا پہونچیگا دوزخ میں
یہ ہے وعدہ تیری پروردگار پر لازمی مقرر کیا ہوا ﴿۷۲﴾ پہر بچاوینگے ہم اُن لوگون کو جو پرہیزگار رہے اور چھوڑ دینگے
ہم ظالمونکو دوزخ میں گھٹنونکے بل گرا ہوا ﴿۷۳﴾ اور جب پڑہی جاتی ہیں اُنپر ہماری کُھلی آیتین تو

(۷۲ - ۷۳) - اِس آیت مین جو لفظ "وان منکم" ہے اور اُس مین جو کم کی ضمیر مخاطب ہے اس ضمیر
کی خطاب میں لوگون نے اختلاف کیا ہے - جو لوگ کہ یہ کہتے ہیں کہ کل انسان خواہ وہ مسلم ہون
یا کافر مخاطب ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ سب لوگ پہلے دوزخ میں جائیں گے پھر جو مسلمان ہیں اُس
سے نجات پائیں گے مگر چونکہ مسلمانوں کا دوزخ میں جانا اور آیتون سے نہین معلوم ہوتا تھا اس لئے
ایک گروہ علما نے یہ خیال کیا کہ دوزخ کی پشت پر جو پل صراط کھچا ہوا ہے اُسکے اوپر سے سب لوگ
گذرینگے - جو کافر ہیں وہ دوزخ میں گر پڑینگے اور جو مسلمان ہین وہ صحیح و سالم اُس سے گزر جائیں گے -
مگر یہ روایتین ایسی ہیں جنکا کچھ نشان قرآن کے الفاظ میں نہیں پایا جاتا صحیح رائے اُن لوگوں کی
ہے جنہون نے "منکم" کی ضمیر مخاطب کو صرف کفار کی طرف راجع کیا ہے اور یہ رائے قرآن مجید سے صحیح
معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ اس آیت سے قبل کی آیتون میں کفار کا اور اُن پر عذاب ہونے اور اونکو دوزخ
میں ڈالے جانیکا ذکر ہے اور یہہ صاف قرینہ ہے کہ اس آیت میں ضمیر کم کی مخاطب بھی صرف وہی لوگ ہیں

www.poetrymania.com©

قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا
وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۴﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ
أَثَاثًا وَرِئْيًا ﴿۷۵﴾ قُلْ مَن كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ
مَدًّا ﴿۷۶﴾ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ
فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا ﴿۷۷﴾ وَيَزِيدُ
اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ﴿۷۸﴾ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ
خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۹﴾ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي
كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ﴿۸۰﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ
أَمِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ ﴿۸۲﴾
وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۸۳﴾ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا
وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۴﴾ كَلَّا ۚ

جنکا ذکر اوپر کی آیتوں میں ہے یعنی کفار نہ کہ تمام انسان۔
اس تفسیر کو تفسیر کبیر میں یہی بیان کیا ہے "وکہ وان منکم الا واردھا" کے معنی یہ ہیں کہ

وان منکم الا واردھا یعنی جھنم واختلفوا فقال بعضھم المراد من تقدم ذکرہ من الکفار فکنی عنھم اولاً کنایۃ الغیبۃ ثم خاطب	تم میں کوئی ایسا نہیں جو دوزخ میں نہ پہونچے۔ پھر اس بات میں کہ اس آیت کے مخاطب کون لوگ ہیں علمائے اختلاف کیا ہے بعض علما کہتے ہیں کہ وہی کفار مخاطب ہیں

www.poetrymania.com©

تو کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے کون دونوں گروہوں
میں اچھے مرتبہ پر ہے اور اچھی صحبت میں (۷۳) اور کتنے ہم نے ہلاک کیے ہیں اُن سے
پہلے گروہ لوگوں کے جو کہ وہ بہتر تھے سامان میں اور نمود میں (۷۴) کہدے (اے پیغمبر)
جو کوئی ہو گمراہی میں بڑھاتا ہے اُسکو اللہ بہت بڑھانا (۷۵) یہانتک کہ جب وہ دیکھیں گے
اُس بات کو جسکا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے یا تو عذاب یا قیامت تو وہ جلد جان جاینگے
کہ کون ہے بُرے درجہ میں اور کمزور گروہ میں (۷۶) اور زیادہ کرتا ہے اللہ اُن لوگوں
کی ہدایت جنہوں نے ہدایت پائی (۷۷) اور ہمیشہ رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تیرے پروردگار
کے نزدیک ثواب میں اور بہتر ہیں اور اچھی جگہ ملنے میں (۷۸) کیا تو نے دیکھا ہے اُسکو
جسنے انکار کیا ہماری نشانیوں کا اور کہا کہ بیشک مجکو ملیگا مال اور اولاد (۷۹) کیا وہ مطلع
ہوا ہے غیب کی بات پر یا اُس نے لیا ہے اللہ سے عہد (۸۰) ہرگز نہیں (!) ہم البتہ لکھیں گے
جو وہ کہتا ہی اور بڑھا وینگے اُسکے لئے عذاب بہت بڑھانا (۸۱) اور مالک ہو جاینگے ہم اُس چیز کی جو وہ
کہتا ہی اور آئیگا وہ ہماری پاس اکیلا (۸۲) اختیار کیے ہیں اُنہوں نے اللہ کے سوا اور معبود تاکہ وہ اُنکی مددگار ہوں (۸۳)
ہرگز نہیں۔

خطاب المشافہۃ قالوا انہ لا یجوز للمؤمنین ان	جنکا ذکر پہلے ہو چکا ہے خدا نے اول اُن کا ذکر کنایۃً غائب
یردوا النار ویدل علیہ امور احدھا قولہ تعالی ان	کے صیغوں میں کیا ہے پھر بالمشافہ اُن سے خطاب کیا
الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولئک عنھا	ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا دوزخ میں پہونچنا
مبعدون والمبعد عنھا لا یوصف بانہ واردھا	ممکن نہیں ہے اور اِسکی تین دلیلیں ہیں اوّل یہ کہ خدا
والثانی قولہ لا یسمعون حسیسھا ولو وردوا	فرماتا ہے وہ لوگ ہیں جنکے لئے ہم نے پہلے سے

www.poetrymania.com©

سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٥﴾ اَلَمْ تَرَ
اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٦﴾ فَلَا تَعْجَلْ
عَلَيْهِمْ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٧﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ
وَفْدًا ﴿٨٨﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٩﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ
الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٩٠﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ

جہنم لیسمعوا حسیسہا و
ثالثہا وہم من فزع یومئذ امنون
(تفسیر کبیر جلد رابع صفحہ ۳۹۱)

نیک جزا متقی کی ہے وہ دوزخ سے دور رہیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ جو دوزخ سے دور رہینگے انکی نسبت نہیں کہہ سکتے کہ وہ دوزخ میں پہونچینگے دوسری دلیل یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ دوزخ کی آواز نہیں سنیں گے اور اگر وہ دوزخ میں پہونچینگے تو ضرور ہے کہ وہ اُسکی آواز بھی سنیں گے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ اُس دن کی گھبراہٹ سے امن میں رہینگے۔

پس کچھ شبہہ نہیں ہے کہ اس آیت میں صرف کافر ہی مخاطب ہیں نہ مسلمان۔

(۹۰) اس آیت میں شفاعت کا ذکر ہے مگر قبل اسکے کہ ہم اسپر بحث کریں ہمکو بتانا چاہیئے کہ قرآن مجید میں کس کس طرح پر شفاعت کا ذکر آیا ہے۔

اول مشرکین عرب کی نسبت وہ آیتیں ہیں جن میں شفاعت کا ذکر ہے۔ اس میں کسیکو کلام نہیں کہ کفار عرب بلکہ تمام مشرکین بت پرست اس بات کا یقین رکھتے تھے اور یقین رکھتے ہیں کہ جن معبودوں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ معبود خدا سے اونکی شفاعت کرینگے۔ پس ان آیتوں میں جو کافروں اور بت پرستوں کی نسبت ہیں خدا نے فرمایا ہے کہ کافر جنکی عبادت کرتے ہیں اور جنکو وہ اپنا شفیع سمجھتے ہیں وہ خدا کے پاس اونکی شفاعت نہیں کرسکتے۔

مذکورہ بالا آیتیں حسب تفصیل ذیل ہیں۔

www.poetrymania.com©

عنقریب وہ انکار کرینگے انکی عبادت سے اور وہ ہونگے اُنکے برخلاف ﴿۸۵﴾ کیا نہیں دیکھا تو نے کہ ہم نے بھیجے ہیں شیطان کافرون پر جو بدکاتے ہیں اُنکو بدکا کر ﴿۸۶﴾ پس نہ جلدی کر تو اُن پر ہم تو گن رہے ہیں اُنکے لئے گنتی ﴿۸۷﴾ جسدن ہم اکھٹا کرینگے پرہیزگارونکو خدا کے پاس مہمانون کی طرح ﴿۸۸﴾ اور ہم ہانک لیجاوینگے گنہگارون کو جہنم کی طرف پیاسے ﴿۸۹﴾ نہیں مالک ہونگے وہ شفاعت کے مگر وہ شخص جس نے لیا ہی خدا سے عہد ﴿۹۰﴾ اور اونھوں نے کہا

سورہ اعراف میں خدا نے فرمایا ہے کہ جن وعدون کا خدا نے ذکر کیا ہے جب وہ آجاوینگے

> یقول الذین نسوہ من قبل قد جاءت رسل ربنا بالحق فھل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا۔ (سورہ اعراف آیت ۵۱)

تو وہ لوگ جو اُس سے پہلے اُنکو بھول گئے ہیں کہینگے کہ بیشک ہمارے پروردگار کے سچے پیغمبر آئے تھے پھر کیا ہمارے لئے شفاعت کرنیوالے ہیں کہ ہمارے لئے شفاعت کریں۔ (یعنی کوئی شفاعت کرنیوالا نہیں)

سورہ الشعرا میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کافر کہیں گے کہ ہمارے لئے کوئی شفاعت کرنیوالا نہیں ہے۔

> فما لنا من شافعین ولا صدیق حمیم (سورہ الشعرا آیت ۱۰۰ و ۱۰۱)

سورہ المدثر میں فرمایا ہے کہ کافر کہیں گے کہ ہم جھٹلاتے تھے قیامت کے دن کو یہانتک کہ ہم کو موت آگئی پھر اُنکو نفع نہیں دینے کی شفاعت شفاعت کرنیوالون کی (یعنی جنکو کافر شفاعت کرنیوالا سمجھتے تھے اُنکی شفاعت سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا یعنی وہ اُنکی شفاعت کرنے والے ہونے ہی کے نہیں)

> فما تنفعھم شفاعۃ الشافعین (سورہ المدثر آیت ۴۸)

سورہ السجدہ میں کافرون سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کافرونکے لئے خدا کے سوا نہ کوئی ولی ہوگا نہ

www.poetrymania.com©

الرحمن ولدا

ما لکم من دونه من ولی ولا شفیع افلا تتذکرون (سورۂ السجدہ ایت ۴) | کوئی شفاعت کرنے والا—

سورہ المومن میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ظالموں کے لیئے نہ کوئی دوست

ما للظلمین من حمیم ولا شفیع یطاع (سورۂ المومن ایت ۱۹) | ہوگا نہ کوئی شفاعت کرنیوالا جس کی بات مانی جاوے۔

سورہ الروم میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کافروں کے لیئے اونکے معبودوں میں

ولم یکن لھم من شرکائھم شفعاء وکانوا بشرکائھم کافرین (سورہ روم ایت ۱۳) | سے جنکو وہ خدا کا شریک ٹھیراتے تھے کوئی شفاعت کرنیوالا نہ ہوگا۔

سورہ الزمر میں فرمایا ہے کہ کیا مکہ کے کافروں نے خدا کے سوا شفاعت کرنیوالے ٹھیرائے

ام اتخذوا من دون الله شفعاء قل اولو کانوا لا یملکون شیئا ولا یعقلون قل لله الشفاعة جمیعا له ملک السموات والارض ثم الیه ترجعون (سورۂ الزمر ایت ۴۴ و ۴۵) | ہیں کہدے (اے پیغمبر) کہ کیا وہ (یعنی جن کو شفاعت کرنے والا ٹھیرایا ہے) کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ سمجھتے ہیں۔ کہدے اے پیغمبر کہ شفاعت تمام تر اللہ ہی کے لیئے ہے اوسی کے لیئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی پھر اوسکے پاس جاؤگے۔

ویعبدون من دون الله ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھولاء شفعاؤنا عند الله قل اتنبئون الله بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض سبحانه وتعالی عما یشرکون (سورۂ یونس ایت ۱۹) | سورہ یونس میں فرمایا ہے کہ کافر اللہ کے سوا انکی عبادت کرتے ہیں جو نہ انکو نقصان پہونچاتے ہیں نہ انکو نفع۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ ہیں ہماری شفاعت کرنیوالے اللہ کے پاس کہدے اے پیغمبر کہ کیا تم متنبہ کرتے ہو اللہ کو

اوس چیز سے کہ وہ نہیں جانتا آسمانوں کی اور زمین کی پاک ہے اور اعلیٰ ہے اوس سے کہ شریک

www.poetrymania.com©

خدا رکھتا ہے اولاد

مقرر کرتے ہیں۔

سورہ انعام میں فرمایا ہے اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ تمہاری شفاعت کرنیوالوں کو

وماتری معکم شفعاءکم الذین زعمتم انہم فیکم شرکاء (سورہ انعام آیت-۹۴)

جنکو تم گمان کرتے تھے کہ وہ تم میں شریک ہیں۔

سورہ یس میں خدانے پیغمبر کی زبان سے فرمایا ہے کہ کیا میں ٹھیراؤں اللہ کے سوا کسیکو معبود اگر

أ أتخذ من دونہ الھۃ ان یردن الرحمٰن بضر لا تغن عنی شفاعتہم شیئا ولا ینقذون (سورہ یٰسٓ ۔ آیت ۲۲)

خدا کچھہ مجکو نقصان پہونچانا چاہے تو انکی شفاعت میرے کچھہ بھی کام نہیں آسکتی۔ اور نہ اُس سے مجکو چھڑا سکتی ہے۔

دوسری قسم کی وہ آیتیں ہیں جن میں قطعاً یہ بات فرمائی ہے کہ کوئی شخص خدا کے سامنے کسی کی شفاعت نہیں کرسکتا۔ اور نہ کوئی کسیکا شفیع ہوسکتا ہے اور وہ آیتیں یہ ہیں۔

سورہ بقر میں خدانے فرمایا ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو خیرات کرو اُس میں سے جو دیا

یا ایھا الذین امنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ والکافرون ھم الظلمون (سورہ بقر آیت ۲۵۵)

ہے ہمنے تمکو اس سے پہلے کہ ایک دن آوے جس میں نہ خرید فروخت ہے اور نہ دوستی اور نہ شفاعت اور کافر وہی ہیں ظلم کرنیوالے۔

سورہ انعام میں خدانے اپنے پیغمبر سے فرمایا ہے کہ تو قرآن سے اُن لوگوں کو ڈرا جو ڈرتے ہیں

لیس لھم من دونہ ولی ولا شفیع لعلھم یتقون (سورہ انعام آیت ۵۱)

کہ وہ جاوینگے اپنے پروردگار کے پاس اُنکے لئے سوائے خدا کے نہ کوئی دوست ہے نہ شفاعت کرنیوالا تاکہ وہ پرہیزگاری کریں۔

پھر دوسری آیت میں خدانے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ تو قرآن سے اُنکو نصیحت کر کہ جو کچھہ جسنے

لیس لھا من دون اللہ ولی ولا شفیع۔ (سورہ انعام آیت ۶۹)

کمایا ہے اُسکے سبب سے وہ ہلاکت میں پڑیگا اور خدا کے سوا نہ اُسکا کوئی دوست ہوگا اور نہ شفاعت کرنیوالا

www.poetrymania.com©

لقد جئتم شيئا ادا (۹۱)

سورۂ ... فرمایا ہے اور ڈرو اُس دن سے کہ نہیں پورا کریگا کوئی کسی سے کچھ اور اُس سے قبول کیا جاویگا بدلا اور نہ فائدہ دیگی اُنکو شفاعت اور نہ وہ مدد کئے جاوینگے۔

واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منها عدل ولا تنفعها شفاعة ولا هم ینصرون

(سورہ البقر ۱۱۷)

تیسری قسم کی آیتیں وہ ہیں جن میں یہ بیان ہوا ہے کہ خدا کے سامنے کوئی کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا بجز خدا کی اجازت کے اور وہ آیتیں یہ ہیں۔

سورہ البقر میں خدا نے فرمایا ہے کہ وہ کون ہے جو شفاعت کرے اُسکے پاس (یعنی اللہ کے پاس) مگر اُس کے حکم سے۔

من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنه

(سورہ البقر ایت ۲۵۶)

سورہ انبیا میں فرمایا ہے کہ خدا جانتا ہے جو کچھ اُنکے آگے ہے اور جو کچھ اُنکے پیچھے ہے اور وہ شفاعت نہیں کرتے مگر اُس شخص کی جس سے خدا خوش ہے اور وہ اُسکے ڈر سے دہلنے والے ہیں۔

یعلم ما بین ایدیهم وما خلفهم ولا یشفعون الا لمن ارتضی وهم من خشیته مشفقون

(سورہ الانبیا ایت ۲۸۔۲۹)

سورہ یونس میں فرمایا ہے۔ نہیں ہے کوئی شفاعت کرنے والا مگر اوس کے اذن کے بعد۔

ما من شفیع الا من بعد اذنه (سورہ یونس ایت ۳)

سورہ طہ میں فرمایا ہے اُس دن شفاعت فائدہ نہیں دینے کی مگر اُسکو جسکے لئے خدا نے اذن دیا ہے اور اُس کی بات کو پسند کیا ہے۔

یومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضی له قولا (سورہ طہ ایت ۱۰۸)

سورہ سبا میں فرمایا ہے اور فائدہ نہیں دیتی شفاعت اُسکے پاس مگر واسطے اُس شخص کے کہ اذن دیا گیا ہو اُسکے لئے۔

ولا تنفع الشفاعة عندہ الا لمن اذن له

(سورہ السبا - ایت ۲۲)

www.poetrymania.com©

(۹۱) بیشک تم لائے ہو بہت بڑی بات

سورہ النجم میں فرمایا ہے اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ انکی شفاعت تم کو کچھ فائدہ نہیں دیتی مگر بعد اسکے کہ اذن دیوے اللہ جسکے لیئے چاہے اور پسند کرے۔

وکم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتھم شیئا الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء و یرضی۔ (سورۃ النجم ۔ آیت ۲۶-۲۷)

سورہ الزخرف میں فرمایا ہے جو لوگ کہ عبادت کرتے ہیں اللہ کے سوا وہ مالک نہیں ہیں شفاعت کے مگر وہ شخص جس نے سچ کی گواہی دی اور وہ جانتے ہیں۔

ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شھد بالحق وھم یعلمون (سورۃ الزخرف آیت ۸۶)

سورہ مریم میں فرمایا ہے اور نہیں مالک ہیں شفاعت کے مگر وہ شخص جس نے اللہ سے عہد لیا ہے۔

لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمن عھدا (سورۃ مریم ۔ آیت ۹۰)

پہلی قسم کی جو آیتیں ہیں ان سے زیادہ بحث کرنیکی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ کافر یہ یقین کرتے تھے کہ انکے معبود خدا سے انکی سفارش کرکے انکے گناہ بخشوا دینگے۔ خدا نے کہا کہ قیامت میں انکے لیئے کوئی شفاعت کرنیوالا نہیں ہوگا یعنی انکا یہ خیال کہ انکے معبود شفاعت کروائنگے غلط ہے۔

دوسری قسم کی آیتیں بھی ہمارے نزدیک بالکل سیدھی اور صاف ہیں جن میں یہ بیان ہوا ہے کہ خدا کے سامنے کوئی کسی کی شفاعت کرنیوالا نہیں ہے۔ کیونکہ ہر ایک شخص اپنے اعمال کی موافق جزا اور سزا پاویگا۔ پس وہاں نہ کسی کی شفاعت چلتی ہے اور نہ کوئی کسی کی شفاعت کر سکتا ہے۔

مگر تیسری قسم کی آیتیں بحث کے قابل ہیں۔ جن میں الا حرف استثنا کا اور لفظ اذن کا آیا ہے اور اس سبب سے بعض اکابر شفاعت بالاذن کے قایل ہوئے ہیں۔ یعنی خدا جس شخص کی شفاعت کرنے کی اجازت دیگا اوسی کی شفاعت کی جاوے گی۔ اور جسکے لیئے خدا کا اذن

www.poetrymania.com©

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ

نہ ہوگا اُسکی شفاعت نہیں کیجاوے گی۔

مسلمانون میں ایک عام خیال ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام قیامت کے دن اپنی امت کی گنہگارون کی شفاعت کرکے اُنکو بخشوالین گے۔ پھر اِس خیال کو بہت وسعت ہوگئی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ پیر اپنے مریدون کی اور نیک بندے اپنے دوستوں اور معتقدون کی اور حافظ اپنے رشتہ دارون اور پڑوسیون کی شفاعت کرکے اُنکو بخشوالیں گے۔ اور ایک ایک کی شفاعت سے معلوم نہیں کتنے گنہگار بخشے جاوینگے۔ اِن خیالات کی بنیاد کچھ ہی ہو اِس مقام پر اُس سے بحث کرنی ضرور نہیں ہے۔ یہان صرف اِس بات پر بحث کرنی ہے کہ اُن آیتون کی جو تیسری قسم میں مندرج ہیں نسبت شفاعت کے کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔

شفاعت کا مطلب اگر یہی خیال کیا جاوے جو عام لوگون کا ہے تو یہہ مشکل پیش آتی ہے کہ سورہ انعام میں خدا نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن خدا کے سوا نہ کوئی دوست ہوگا نہ شفاعت کرنیوالا اور اس کا فائدہ یہہ بتایا ہے کہ "لعلہم یتقون" یعنی تاکہ لوگ پرہیزگاری کرین یعنی کوئی کسیکا شفیع نہیں ہے اسلئے اُنکو چاہیئے کہ نیک اعمال کرین پس اگر لوگون کو یہہ یقین ہو کہ انبیا اور اولیا قیامت کے دن شفاعت کرکے اُنکے گناہ بخشوا لینگے تو جو فائدہ خدا نے کسی کی شفیع نہ ہونیکا بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ قیامت کے دن خدا کے سوا نہ کوئی دوست ہے نہ شفاعت کرنیوالا وہ باطل ہوجاتا ہے۔ اور اسلئے ضرور ہے کہ اُن آیتون پر جو تیسری قسم میں داخل کی گئی ہیں کافی غور کی جاوے۔

شفاعت کے معنی اگر یہہ قرار دئے جاوین کہ کوئی شخص کسی اعلیٰ حاکم سے کسیکی نسبت یہ چاہے کہ اُسکی تقصیرونکو معاف کیا جاوے اور اُسپر رحم اور مہربانی ہو تو شفاعت کے لئے تین وجودون کا ہونا لازم آتا ہے۔ ایک اُس شخص کا جو گنہگار ہے۔ دوسرے اُس شخص کا جو شفاعت کرے تیسرے اُسکا جس سے شفاعت کیجاوے۔ مگر متعدد جگہہ خدا نے شفاعت کو اپنے ساتھہ مخصوص کیا ہے۔ اور اُس سے صرف دو وجودونکا ہونا لازم آتا ہے

www.poetrymania.com©

قریب ہے کہ آسمان اُس سے پھٹ جائیں

ایک خدا کا اور ایک اُس شخص کا جو گنہگار ہے۔ خدا نے سورۃ الزمر میں صاف بیان کیا ہے کہ قل للہ الشفاعۃ جمیعا۔ یعنی اے پیغمبر کہدے کہ شفاعت تمام تر اللہ ہی کے لئے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود خدا ہی اپنے گنہگار بندوں کا شفیع ہے۔

علاوہ اسکے خدا نے سورہ السجدہ میں کافروں کی نسبت فرمایا ہے مالکم من دونہ من ولی ولا شفیع۔

اور سورہ یٰس میں فرمایا ہے کہ ا اتخذ من دونہ آلہۃ۔ اور سورہ انعام میں فرمایا ہے کہ لیس لھم من دونہ ولی ولا شفیع۔ اور ایک جگہ فرمایا ہے لیس لھا من دون اللہ ولی ولا شفیع۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ کافروں کو چاہیے تھا کہ خدا کو ولی اور شفیع گردانتے نہ خدا کے سوا اور کسی کو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی اور شفیع خدا ہے نہ اور کوئی۔

لفظ "دون" کے بعد جب کوئی امر مثبت اور محقق بیان کیا جاتا ہے تو اُس سے یہی مراد ہوتی ہے کہ جو فعل اُس شخص کے ساتھ کیا گیا ہے جو لفظ "دون" سے مراد ہے وہ فعل اُسکے ساتھ نہ کرنا چاہیئے تھا۔ بلکہ اُسکے ساتھ کرنا چاہیئے تھا جو لفظ "دون" کے بعد ہے جیسا کہ خدا نے کہا ہے کہ یعبدون من دون اللہ پس جو فعل کہ اللہ کے سوا اور کسی کے ساتھ کیا گیا تھا وہ کرنا نہیں چاہئے تھا۔ بلکہ اللہ کے ساتھ کرنا چاہیئے تھا۔ اور جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین۔ پس ظاہر ہے کہ جو دوستی کہ کافروں کے ساتھ کی گئی تھی وہ قبیح اور ناجائز تھی۔ بلکہ وہ دوستی مسلمانوں کے ساتھ کرنی چاہیئے تھی۔ پس مذکورہ بالا آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شفاعت کا خیال غیر خدا کے ساتھ ناواجب تھا اور خدا کے ساتھ لازم تھا اور اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ ولیؐ اللہ شفیعؐ اللہ الہٗ پس شفاعت خدا کے ساتھ مخصوص ہے اور وہی شفیع ہے نہ کوئی غیر۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ جہاں کہیں خدا نے شفاعت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے جیسے کہ قل للہ الشفاعۃ جمیعا" یہ اس سبب سے کیا ہے کہ بغیر اسکے اذن کے کوئی شفاعت

www.poetrymania.com©

وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (۹۲)

نہیں کر سکنے کا پس گویا حقیقت میں شفیع خدا ہی ہے جس کے اذن کے بغیر شفاعت نہیں ہو سکتی۔

مگر اس توجیہ کا تسلیم کرنا ان آیتوں کی مراد پر منحصر ہے جن میں اذن کا لفظ واقع ہوا ہے اگر ان آیتوں میں شفاعت کے اذن دینے سے مراد نہ ہو تو یہ توجیہ صحیح نہیں ہو سکتی اور اسلئے ہم اُن آیتوں سے بحث کرتے ہیں جنمیں اذن کا لفظ آیا ہے۔

پانچ آیتیں ہیں جن میں الا باذنہ کا لفظ آیا ہے ایک سورہ بقر کی جہاں خدا نے فرمایا ہے "من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ" دوسری سورہ یونس میں جہاں خدا نے فرمایا ہے "ما من شفیع الا بعد اذنہ" تیسری سورہ طہٰ میں جہاں خدا نے فرمایا ہے "یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا" چوتھی سورہ سبا میں جہاں خدا نے فرمایا ہے "ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ" پانچویں سورہ نجم میں جہاں خدا نے فرمایا ہے "لا تغنی شفاعتھم شیئا الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء ویرضیٰ"

سورہ بقر اور سورہ انعام کی جو آیتیں ہم نے قسم دوم میں لکھی ہیں اُن میں بلا کسی شرط اور بلا کسی استثنا کے خدا نے فرمادیا ہے کہ قیامت کے دن کوئی کسی کا شفیع نہیں ہونے کا اور نہ کوئی کسی کا ولی اور مددگار۔ پس اب ہمکو یہہ دیکھنا ہے کہ ان آیتوں میں جن میں لفظ "الا باذنہ" واقع ہے درحقیقت اُس سے شفاعت کے اذن کا دیا جانا مراد ہے یا نہیں۔

ہمارے نزدیک شفاعت کے اذن کا دیا جانا مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید میں جس جگہہ کسی امر کا ہونا یا نہ ہونا قطعی طور پر بیان کیا گیا ہے اور پھر اُس سے اپنی مشیت یا ارادہ یا قدرت کو خدا نے مستثنےٰ کیا ہے تو اس استثنا سے صرف اپنی قدرت کاملہ اور مشیت اور ارادہ کا اظہار مقصود ہوتا ہے نہ اُس امر کے واقع ہونے کا جو بعد حرف استثنا کے واقع ہوا ہے۔ پس ان آیتوں میں الا باذنہ یا باذن اللہ کا لفظ جو آیا ہے اُس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ خدا قیامت میں کسیکو یا کسیکے لئے شفاعت کرنیکی اجازت بھی دیگا اور خدا نے قرآن مجید میں شفاعت

www.poetrymania.com©

اور زمین ٹکڑے ہو جاے اور گر پڑیں پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر (۹۲)

کی جو عام طور پر نفی کی ہے اس استثنا سے اِس میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور ہمارے نزدیک ایسی آیتوں میں کلمۂ الا باذنہ یا الا باذن اللہ بطور کلمۂ تائید کے ہوتا ہے جس سے اُس امر کا ہونا یا نہ ہونا قطعی ہو جاتا ہے جس سے خدا نے اپنے اذن کو مستثنا کیا ہے۔

اِسکی مثال لفظ الا ان یشاء اللہ سے بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ سورۂ اعراف میں حضرت شعیبؑ کے قصہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ اُس گاؤں کے سرداروں نے جہاں شعیبؑ رہتے تھے حضرت شعیب سے اور جو لوگ کہ ایمان لائے تھے اُنسے کہا کہ ہم تمکو گانوں سے نکال دینگے یا ہمارے مذہب میں آجاؤ۔ تو حضرت شعیب نے کہا کہ اگر تمہارے مذہب میں پھر آویں بعد

قد افترینا علی اللہ کذبا ان عدنا فی ملتکم بعد اذ نجینا اللہ منہا وما یکون لنا ان نعود فیہا الا ان یشاء اللہ (سورہ اعراف - ۸۷)

اِسکے کہ خدا نے ہمکو اُس سے نجات دی ہے تو ہم نے بیشک خدا کے اوپر جھوٹ باندھا ہوگا۔ اور ہمارے لئے نہیں ہے کہ ہم اُس میں پھر جاویں مگر یہ کہ خدا چاہے۔

اِس آیت کا یہ مقصد نہیں ہے کہ حضرت شعیب کا دوبارہ کفر میں داخل ہونا خدا چاہے گا بلکہ خدا حضرت شعیب پیغمبر کا پھر کفر میں داخل ہونا ہرگز نہیں چاہے گا۔ پس کلمہ استثنا کے بعد جو بیان ہے وہ بطور تائید کلام اول کے ہے اور اُس کا وقوع کسیطرح مقصود نہیں ہے۔ اور یہی حال اُن آیتوں کا ہے جن میں لفظ الا باذنہ کا آیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کسیکو شفاعت کرنیکی یا کسی کے لئے شفاعت کرنے کی اجازت نہیں دینے کا علاوہ اسکے یہ کلمے بطور تبعید یا تعلیق المحال بالمحال کر بولے جاتے ہیں اور اِسکی مثال یہ ہے کہ خدا نے قرآن مجید میں جابجا مشرک کی نجات نہ ہونیکو صاف صاف بیان فرمادیا ہے اور ایک آیت میں جہاں فرمایا ہے حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیاط اُنکی نجات کو اس شرط کے ساتھ معلق کیا ہے کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہوسکے اور ایسا ہونا محال ہے۔ پس مشرک کی نجات کی جو عام طور پر قرآن میں نفی کی گئی ہے اس تعلیق سے

www.poetrymania.com©

أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۚ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَّتَّخِذَ
وَلَدًا ﴿۹۲﴾ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّآ اٰتِي
الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ أَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَ
كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾
فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ
قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾

اُسمیں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ بلکہ مشرک کی نجات کا ناممکن ہونا اور بھی واضح ہو گیا ہے۔ اسکی اور بہت سی مثالیں ہیں مثلاً کوئی کہے کہ میں یہ کام نہیں کرنیکا جب تک کہ تارکول سفید اور کالا کوا بوڑھا نہ ہو جاوے۔ یعنی جب تک کالے کوے کے سفید بال نہ نکل آئیں۔

پس اِن آیتوں میں بھی شفاعت کو باذنہٖ سے مشروط کرنا تعلیق المحال بالمحال ہے کیونکہ اور آیتوں میں شفاعت کی مطلقاً نفی کی گئی ہے جس سے کسیکو شفاعت کا اذن دیا جانا محال معلوم ہوتا ہے۔ یہاں شفاعت کو اُسی اذن کے ساتھ معلق اور مشروط کیا ہے جس کا حاصل ہونا محال ہے۔ پس اس تعلیق سے شفاعت کی مطلق نفی میں کوئی فرق نہیں آتا جو پہلے بیان ہو چکی ہے بلکہ شفاعت کا ناممکن اور محال ہونا زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ بہرحال ان آیتوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت میں خدا کسیکو شفاعت کرنیکا یا کسی کے لئے شفاعت کرنیکا اذن

www.poetrymania.com©

اس بات پر کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں خدا کے لئے اولاد کا اور نہیں شان ہی

خدا کی کہ وہ رکھے اولاد ﴿۹۲﴾ نہیں ہے کوئی آسمان اور زمین میں مگر آنیوالا

ہے خدا کے پاس بندہ ہو کر بیشک خدا نے اُنکو گھیر لیا ہے اُنکو اور گن لیا

ہے اُنکو گنتی کر کے ﴿۹۳﴾ اور ہر ایک اُن میں سے آنیوالا ہے قیامت کے دن

تنہا ﴿۹۵﴾ بیشک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں اور پیدا

کردیگا خدا اُنکے لئے دوست ﴿۹۶﴾ (اے پیغمبر) بیشک ہمنے آسان

کردیا ہے قرآن کو تیری زبان میں تاکہ اُس سے خوشخبری دے پرہیزگاروں کو

اور تو ڈراوے اُس سے جھگڑالو لوگوں کو ﴿۹۷﴾

دے گا۔ بلکہ سیاق قرآن سے یہی پایا جاتا ہے کہ اجازت نہیں دیگا۔

دو آیتیں اور ہیں جن میں اذن کا لفظ نہیں ہے مگر حرف استثنا آیا ہے۔ پہلی آیت سورہ الزخرف کی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شھد بالحق وھم یعلمون اور دوسری آیت سورہ مریم کی ہے جسکی ہم تفسیر لکھتے ہیں اُس آیت میں خدا نے فرمایا ہے۔ لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمن عھدا۔ یہ دونوں آیتیں ایک سی ہیں۔ پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ خدا کے سوا اوروں سے شفاعت چاہتے ہیں اُن میں سے کوئی شفاعت کا مالک نہیں ہے بجز اُسکے جسنے سچ بات یعنی اسلام پر اقرار کیا۔ اور دوسری آیت میں ہے کہ سوائے اُنکے جنہوں نے خدا سے عہد کیا ہے یعنی اُسکی وحدانیت کا اقرار کیا ہے کوئی مالک شفاعت کا نہیں ہوگا۔

شفاعت کے مالک ہونے سے شفاعت کا حق یا استحقاق حاصل ہونا مراد ہے

www.poetrymania.com©

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

جو سوائے مسلمان کے اور کسیکو حاصل نہیں ہے شفاعت کا حاصل ہے کسی کے گناہوں سے درگذر کرنا اور جب شفاعت خدا کی طرف منسوب کی جاتی ہے تو اُسکے معنی مغفرت کر دیجاتے ہیں اور مجازاً اُسکا استعمال بمعنی مغفرت ولایت (ولی ہونا) اور نصرت کے ہوتا ہے۔ جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے۔ لہم من دون ولی ولا شفیع۔ اور دوسری جگہہ فرمایا ہے لا تنفعها شفاعة ولا هم ینصرون ان آیتوں میں لفظ ولی اور ینصرون گویا تفصیل ہے شفاعت کی پس خدا کی شفاعت اُسکی مغفرت ہے اور خدا کا شفیع ہونا اُس کا غفور اور

www.poetrymania.com©

اور کتنے ہلاک کئے ہیں ہم نے اُن سے پہلے گروہ لوگوں کے کیا تو پاتا ہے

اُن میں سے کسی کا پتا یا سنتا ہے اُنکی بھنک ﴿۹۸﴾

غفار ہوتا ہے۔ اس مطلب کو نہایت صاف طور پر خدا نے بیان کیا ہے جہاں فرمایا ہے

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء۔

ولاشک ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفیعنا و شفیع جمیع المسلمین لانہ علیہ السلام ھدانا الی صراط مستقیم موصل الی الشفاعۃ والرحمۃ والغفران من عند اللہ فھو شفیع لنا بالتحقیق فی یوم الدین یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ۔

www.poetrymania.com©

www.poetrymania.com

هو المستعان

سورهٔ طه

۱۰۹
در مطبع مفید عام آگره محمد قادر علیخان صاحب و فی
طبع نمود

www.poetrymania.com©

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

طٰهٰ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ﴿۱﴾ اِلَّا تَذۡكِرَةً
لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ﴿۲﴾ تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ
الۡعُلٰى ﴿۳﴾ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى[۱] ﴿۴﴾ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰى ﴿۵﴾ وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ
فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰى ﴿۶﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ
الۡحُسۡنٰى ﴿۷﴾ وَهَلۡ اَتٰٮكَ حَدِيۡثُ مُوۡسٰى[۲] ﴿۸﴾ اِذۡ رَاٰ نَارًا
فَقَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا اِنِّىۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّىۡۤ ﴿۹﴾ اٰتِيۡكُمۡ مِّنۡهَا
بِقَبَسٍ اَوۡ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰٮهَا نُوۡدِىَ يٰمُوۡسٰى ﴿۱۱﴾
اِنِّىۡۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَيۡكَ اِنَّكَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾
وَاَنَا اخۡتَرۡتُكَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا يُوۡحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِىۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ
اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِىۡ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِىۡ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ
اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخۡفِيۡهَا ﴿۱۵﴾ لِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا تَسۡعٰى ﴿۱۶﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ

ف ۱ استوی علی العرش پر ہم پوری بحث اپنی تفسیر جلد سوم میں لکھ چکے ہیں دیکھو صفحہ ۱۶۳ تا ۱۷۷

ف ۲ حضرت موسیٰ کے واقعات اور حالات کے متعلق جسقدر آیتیں قرآن مجید میں آئی ہیں

www.poetrymania.com©

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طہٰ۔ ہم نے تجھپر قرآن اسلیئے نہیں اوتارا کہ تو رنج کھینچے ① بجز نصیحت کے اُسکے لئے
جو ڈرتا ہے ② اوتارا ہوا ہے اُسکا جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو ③
رحمٰن یعنی خدا عرش پر قایم ہوا ④ اُسیکے لیئے ہے جو کچھہ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھہ
کہ زمین میں ہی اور جو کچھہ کہ اُن دونوں میں ہے اور جو کچھہ کہ گیلی زمین کے نیچے ہی ⑤
اور اگر تو کُھلم کُھلا کوئی بات کرے تو بیشک وہ جانتا ہی چھپے بہید کو اور زیادہ چھپے ہوئے
کو ⑥ خدا ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہی اُسیکے لیئے ہیں نام اچھے ⑦ اور کیا پہونچی
ہے تجھہ تک خبر موسیٰ کی ⑧ جسوقت اُسنے دیکھا آگ کو تو اُسنے اپنے لوگوں سے کہا
ٹہیرو بیشک میں نے دیکھی ہی آگ ⑨ شاید میں لاؤں تمہارے پاس اُس سے انگارا یا میں
پاؤں آگ کے پاس راہ ⑩ پہر جب اُسکے پاس پہونچا تو آواز دیگئی اے موسیٰ ⑪ بیشک
میں ہوں تیرا پروردگار اُتار دے اپنی جوتیاں بیشک تو میدان پاک میں ہے جسکا نام طُویٰ
ہے ⑫ اور میں نے تجھہ کو پسند کیا پہر سن جو کچھہ وحی کیجاتی ہے ⑬ بیشک میں خدا
ہوں نہیں کوئی معبود سوائے میرے پہر میری عبادت کر اور قایم کر نماز مجھے یاد کرنیکے
لئے ⑭ بیشک قیامت آنیوالی ہے میں چاہتا ہوں کہ اُسکے وقت کو پوشیدہ
رکہوں ⑮ تاکہ بدلا دیا جاوے ہر شخص کو اُسکا جو وہ کرتا ہے ⑯ پس نہ روکے تجھکو

اُنکی مفصل تفسیر ہم اپنی تفسیر جلد سوم میں صفحہ ۲۱۰ سے صفحہ ۲۵۷ تک اور تفسیر جلد اول میں صفحہ ۰
سے صفحہ ۱۲۶ تک کر چکے ہیں۔

www.poetrymania.com©

عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۷﴾ وَمَا تِلْكَ
بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ
بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۹﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۲۰﴾
فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۱﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ
سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۲﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ
تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۳﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا
الْكُبْرٰى ﴿۲۴﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ
صَدْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۷﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۸﴾
يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۹﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۳۰﴾ هٰرُوْنَ
اَخِي ﴿۳۱﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۲﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۳﴾ كَيْ
نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾
قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ
مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ
فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ

www.poetrymania.com©

اُس سے جو اُسپر ایمان نہین لایا اور پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی پھر تو ہلاک
ہو جاوے (۱۷) اور یہ کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ (۱۸) موسیٰ نے کہا
کہ یہ میری لاٹھی ہے میں اُسپر سہارا لیتا ہون اور اُس سے پتے اپنے ریوڑ پر جھاڑ لیتا
ہون اور میرے لئے اُس میں اور بھی فائدے ہیں (۱۹) خدا نے کہا کہ اُسکو ڈالدے
اے موسیٰ (۲۰) پھر اُسنے اُسکو ڈالدیا پھر یکایک وہ تھی دوڑتا ہوا سانپ (۲۱) خدا نے کہا
کہ اُسکو اُٹھا لے اور مت ڈر ہم پھیر دینگے اُسکو ویسی ہی جیسی کہ تھی پہلے (۲۲)
اور ملا دے اپنا ہاتھ اپنی بغل سے نکلے گا سفید چمکتا ہوا بغیر کسی عیب کے نشانی
ہے دوسری (۲۳) تاکہ ہم تجھکو دکھا دین اپنی بڑی نشانیون میں سے (۲۴) جا فرعون
پاس بیشک اُسنے سرکشی کی ہے (۲۵) موسیٰ نے کہا کہ اے میرے پروردگار میری لئے
میرے دل کو کھولدے (۲۶) اور آسان کر میرے لئے میرا کام (۲۷) اور کھولدے
گرہ میری زبان کی (۲۸) تاکہ سمجھیں میری بات کو (۲۹) اور کر میری لئے ایک وزیر میرے
لوگون میں سے (۳۰) ہارون میرے بھائی کو (۳۱) اور مضبوط کر اُس سے میری قوت
کو (۳۲) اور شریک کر اُسکو میرے کام میں (۳۳) تاکہ ہم تیری تسبیح کرین بہت اور ہم تجھکو
یاد کرین بہت (۳۴) بیشک تو ہے ہمکو دیکھنے والا (۳۵) خدا نے کہا کہ بیشک دی گئی
تجھکو تیری درخواست اے موسیٰ (۳۶) اور بیشک ہم نے تجھپر احسان کیا دوسری دفعہ (۳۷)
جسوقت کہ ہمنے وحی بھیجی تیری ماں کے پاس جو کچھ کہ وحی بھیجی گئی (۳۸) کہ رکھ اُسکو
صندوق میں اور ڈالدے اُسکو دریا میں پھر اُسکو ڈالدیگا

www.poetrymania.com©

بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً
مِّنِّيْ ۳۹ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ۴۰ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ
اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۭ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ
وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۴۱ فَلَبِثْتَ
سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۥ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۴۲ وَ
اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۴۳ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا
فِيْ ذِكْرِيْ ۴۴ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۴۵ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا
لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۴۶ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ
عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۴۷ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۴۸
فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ
الْهُدٰى ۴۹ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۵۰
قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۵۱ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۵۲
قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۵۳ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ۵۴

www.poetrymania.com©

دریا کنارے پر لے لیویگا اس کو میرا دشمن اور اس کا دشمن اور میں نے ڈال دی ہے تجھ پر (اے موسیٰ) محبت اپنی طرف سے (۳۹) تاکہ تو پرورش پاوے میری آنکھوں کے سامنے (۴۰) جس وقت کہ جا رہی تھی تیری بہن تو وہ کہتی تھی (یعنی ان سے جنہوں نے موسیٰ کو دریا میں سے نکالا تھا کہ کیا میں تم کو بتاؤں اس کو جو پرورش اس کو (یعنی موسیٰ کو) کرے پھر ہم پھیر لائے تجھ کو تیری ماں کی طرف تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور کڑھے نہیں اور تو نے مار ڈالا ایک آدمی کو پھر ہم نے تم کو نجات دی اس غم سے اور آزمایا ہم نے تجھ کو اچھی طرح آزما کر (۴۱) پھر تو چند برس مدین والوں میں رہا پھر تو آیا اندزہ پر اے موسیٰ (۴۲) اور ہم نے تجھ کو پسند کر لیا اپنے لئے (۴۳) اور تیرا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ اور سستی نہ کرو میری یاد کرنے میں (۴۴) دونوں جاؤ فرعون کے پاس بیشک اس نے سرکشی کی ہے (۴۵) پھر اس سے کہو نرم بات شاید وہ نصیحت پکڑے یا ڈرے (۴۶) دونوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار بے شک ہم دونوں ڈرتے ہیں کہ زیادتی کرے گا ہم پر یا کہ سرکشی کرے گا (۴۷) خدا نے ان دونوں سے کہا کہ تم مت ڈرو بے شک میں دونوں کا خدا ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں (۴۸) پھر وہ دونوں فرعون کے پاس آئے پھر ان دونوں نے کہا کہ بے شک ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے پروردگار کے پھر بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اور ان کو عذاب نہ دے بیشک یہی ہے مرضی پروردگار کی اور سلامتی ہے اس شخص پر جس نے پیروی کی ہدایت کی (۴۹) بیشک اس نے کہا ہے ہمارے پاس کہ عذاب اس پر ہے جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی (۵۰) (فرعون) نے کہا تمہارا پروردگار کون ہے اے موسیٰ (۵۱) (موسیٰ نے) کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے دی ہے ہر چیز کو اس کی بناوٹ پھر ہدایت کی (۵۲) فرعون نے کہا کہ پھر کیا حال ہے اگلے زمانے کے لوگوں کا (۵۳) موسیٰ نے کہا کہ ان کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے ایک کتاب میں نہیں چوک جاتا ہے میرا پروردگار اور نہ بھول جاتا ہے (۵۴)

www.poetrymania.com©

الَّذِیْ جَعَلَ
لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ
شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ
لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۵۴﴾ ع مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَ
مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَ لَقَدْ اَرَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا
كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ اَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ
اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ یٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِیَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ
فَاجْعَلْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ
وَ لَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ یَوْمُ
الزِّیْنَةِ وَ اَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾ فَتَوَلّٰى
فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَیْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى
وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَیُسْحِتَكُمْ
بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْۤا
اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْۤا اِنْ
هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ
اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا

وہ ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور نکالے تمہارے لئے اُس میں رستے اور بھیجا آسمان
سے پانی پھر نکالیں ہم نے اُس سے مختلف قسمیں نباتات کی ۵۵ کھاؤ اور چراؤ اپنے مویشی کو
بیشک اس میں ہیں نشانیاں سمجھدار لوگوں کیلئے ۵۶ اُسی سے (یعنی زمین سے) پیدا کیا ہم نے
تمکو اور اُس میں تمکو پھر لیجاوینگے اور اُس سے تمکو نکالیں گے دوسری دفعہ ۵۷ اور بیشک
ہمنے دکھائیں اُسکو (یعنی فرعون کو) اپنی تمام نشانیاں پھر اُس نے جھٹلایا اور نہ مانا ۵۸
کہا فرعون نے کیا تو آیا ہے اسلئے کہ نکالے ہمکو ہماری زمین سے بسبب اپنی جادو
کے اے موسیٰ ۵۹ پھر بیشک ہم لاوینگے تیرے پاس اسی کی مانند جادو پھر مقرر
کر ہم میں اور اپنے میں کوئی وقت نہ ہم اُسکے خلاف کریں اور نہ تو برابر کی جگہ میں ۶۰
موسیٰ نے کہا تمہارا وقت تہوار کا دن ہے اور یہ کہ جمع ہوں آدمی دن چڑھے ۶۱
پھر لوٹ گیا فرعون اور جمع کئے اپنے سارے داؤں پھر آیا ۶۲ کہا اُنکو (یعنی
فرعون کے ساحروں کو) موسیٰ نے افسوس تم پر نہ بہتان باندھو اللہ پر جھوٹ ۶۳
پھر ہلاک کردے تم کو عذاب سے اور بیشک نامراد ہوا جسنے بہتان باندھا ۶۴
پھر جھگڑنے لگے اپنے کام میں آپس میں اور چھپایا مشورہ کو ۶۵ (جادوگروں
نے) کہا یہ دونوں بیشک جادوگر ہیں دونوں چاہتے ہیں کہ نکالیں تم کو یہ
دونوں تمہاری زمین سے اپنے جادو سے

---

۱ حیوانات مختلف عنصروں سے ملکر بنے ہیں مگر وہ تین قسم کے خیال کئے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو زمین پر رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو پانی میں رہتے ہیں تیسرے وہ جو ہوا میں اوڑتے ہیں۔ زمین پر رہنے والوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ زمین سے پیدا ہوئے اور پانی میں رہنے والوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ پانی سے پیدا ہوئے۔ اور ہوا میں اوڑنیوالوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ہوا سے پیدا ہوئے۔ اس سے یہ مقصد نہیں ہے کہ صرف مٹی یا پانی یا ہوا سے پیدا کئے گئے ہیں۔

‡ مکانا سوی نصفا بیننا وبینک ان قرأت بضم السین ۱۲ تفسیر ابن عباس

www.poetrymania.com©

وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثْلَىٰ ﴿٦٦﴾ فَأَجْمِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ
ائْتُوا صَفًّا وَقَدْ أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلَىٰ ﴿٦٧﴾ قَالُوا
يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَىٰ ﴿٦٨﴾
قَالَ بَلْ أَلْقُوا فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ
سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ﴿٦٩﴾ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَىٰ ﴿٧٠﴾
قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ﴿٧١﴾ وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ
تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ﴿٧٢﴾
فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ ﴿٧٣﴾
قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ
السِّحْرَ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَ
لَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ
عَذَابًا وَأَبْقَىٰ ﴿٧٤﴾ قَالُوا لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ
وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَٰذِهِ
الْحَيَاةَ الدُّنْيَا إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ

www.poetrymania.com©

اور دور کر دین تمہاری اچھے طریقہ کو (یعنی دین کو) (۶۶) پھر جمع کرو اپنے داؤن پھر آؤ قطار
باندھکر اور بیشک کامیاب ہوا آج کے دن وہ شخص جو غالب آیا (۶۷) (جادوگرون نے
کہا ای موسٰی یا تو تو ڈال یا ہم ہون اول ڈالنے والے (۶۸) موسٰی نی کہا بلکہ تم ڈالو پھر
یکایک اُنکی رسیون کا اور اُنکی لاٹھیون کا موسٰی کو خیال بندہ گیا اُنکے جادو سے کہ وہ دوڑتے
ہیں (۶۹) پھر پایا اپنے دل میں ڈر موسٰی نی (۷۰) ہم نے موسٰی کو کہا مت ڈر بیشک تو ہی ہے
غالب (۷۱) اور ڈال دی جو تیری داہنے ہاتھ میں ہے (یعنی اپنا عصا) نگل جاویگا جو کچھ اُنہون نے کیا
ہی بیشک جو کچھ اُنہوں نی کیا ہی وہ جادوگر کا دھوکہ ہی اور نہیں کامیاب ہوتا جادوگر جہان
جائے (۷۲) پس ڈال دیے گئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے اور اُنہون نی کہا کہ ہم ایمان لائے ہارون
اور موسٰی کی پروردگار پر (۷۳) فرعون نی کہا کہ کیا تم ایمان لائے اُسپر (یعنی موسٰی پر) اس سے پہلے کہ میں
اجازت دون تمکو بیشک وہ (یعنی موسٰی) تمہارا گرو ہی جس نی تمکو سکھایا جادو پس بیشک میں
کاٹونگا تمہاری ہاتھ اور تمہارے پاؤن برخلاف (یعنی ایک داہنا اور ایک بایان) اور
بیشک تمکو سولی پر چڑہاؤنگا کھجور کے ٹھنون پر اور بیشک تم جانو گے کہ ہم میں سے
کس کا عذاب زیادہ سخت ہے اور باقی رہنے والا ہے (۷۴) جادوگرون نے
کہا کہ ہم تجھکو ترجیح نہیں دینے کے اُس چیز پر کہ جو آئی ہے ہمارے پاس
کھلی دلیل سے اور اُس پر جس نے پیدا کیا ہم کو پھر حکم کر جو کچھ تو حکم کرنے
والا ہے اسکے سوا کیا ہے کہ تو حکم کریگا اس زندگانی دنیا میں بیشک ہم
ایمان لائے ہیں اپنے پروردگار پر تاکہ بخشے ہمارے لئے ہماری گناہ اور جو تونے مجبور کرکے
کروایا ہم سے

www.poetrymania.com©

السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۵﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا
فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۶﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ
مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ
الْعُلٰى ﴿۷۷﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۸﴾ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى
اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ﴿۷۹﴾ لَّا تَخٰفُ
دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۸۰﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ
مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۭ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۸۱﴾
يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ
جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۲﴾
كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ
يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۳﴾ وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ
وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۴﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ
عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۵﴾

www.poetrymania.com©

جادو او راللہ بہتر ہے اور ہمیشہ رہنے والا (۷۵) بیشک جو کوئی آوے اپنے پروردگار
کے پاس گنہگار ہو کر تو بیشک اُسکے لئے ہی جہنم نہ مرے گا اُس مین نہ زندہ رہے گا (۷۶)
اور جو شخص کہ آیا اُسکے پاس ایمان لا کر اور اُس نے عمل کئے ہون نیک پھر وہی ہیں
کہ اُنکے لئے ہیں درجے بلند (۷۷) بہشتین ہیں ہمیشہ رہنے کی جاری ہیں اُنکے نیچے نہرین
ہمیشہ رہیں گے اُس میں اور یہہ ہے جزا اُس شخص کی جو پاک ہوا (۷۸) اور بیشک ہم نے
وحی بھیجی موسیٰ پاس کہ راتون رات لیچل ہمارے بندون کو پھر اختیار کر اُنکے لئے رستہ
دریا میں سوکھا (۷۹) اور نہ خوف کر آ پکڑنے سے (یعنی فرعون کے پیچھا کرنے سے) اور نہ ڈر (ڈوبنے اور
غرق ہونے سے) (۸۰) پھر اُنکا پیچھا کیا فرعون نے ساتھ اپنے لشکرونکے پھر اُنکو ڈھانک لیا
دریا میں سے اُس چیز نے جس نے اُنکو ڈھانک لیا اور گمراہ کیا فرعون نے اپنی قوم کو اور
راہ نہیں دکھلائی (۸۱) اے بنی اسرائیل بیشک ہم نے تمکو نجات دی تمہارے دشمنون
سے اور وعدہ دیا ہم نے تمکو طور کی داہنی طرف سے اور اوتارا ہم نے تم پر من اور سلویٰ (۸۲) کھاؤ
پاک چیزون سے جو ہم نے تمکو روزی دی اور اُس میں سرکشی مت کرو تاکہ اوترے تم پر غضب
اور وہ شخص جسپر میرا غصہ اوترا ہلاک ہوا (۸۳) اور بیشک میں بخشنے والا ہون اُس شخص کیلئے
جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے پھر اچھی راہ پر پڑا (۸۴) اور کیون جلدی
کی تو نے اپنی قوم سے (یعنی اپنی قوم کو چھوڑ کر جلد کیون چلا آیا) اے موسیٰ (۸۵)

* فاضرب ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب بزن۔ ترجمہ مولوی رفیع الدین صاحب مار۔ ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب ڈال دے۔ تفسیر ابن عباس فاضرب لھم بینّ لھم عبور موسیٰ اور غرق فرعون کی نسبت ہم پوری بحث اپنی تفسیر کی جلد اول صفحہ ۱۷ لغایت ۱۰۳ میں کر چکے ہیں۔

www.poetrymania.com©

قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۶﴾
قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿۸۷﴾
فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ﴿۸۸﴾ قَالَ يٰقَوْمِ
اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ
اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ
مَّوْعِدِىْ ﴿۸۹﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ
لٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ
اَلْقَى السَّامِرِىُّ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ
فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِىَ ﴿۹۰﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ
اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۹۱﴾
وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ
بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِىْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِىْ ﴿۹۲﴾
قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۳﴾
قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ

www.poetrymania.com©

(موسیٰ نے) کہا کہ وہ لوگ ہیں جو میری پیروی پر ہیں اور میں جلدی سے آگیا تیری پاس ای میری پروردگار تاکہ تو راضی ہو (۸۶) خدا نے کہا کہ پھر ہم نے بیشک بلا میں ڈال دیا تیری قوم کو تیرے بعد اور گمراہ کیا اُنکو سامری نے (۸۷) پھر پھر آیا موسیٰ اپنی قوم کی پاس غصے میں بھرا ہوا اور افسوس کرتا ہوا (۸۸) کہا موسیٰ نے ای میری قوم کیا نہیں وعدہ دیا تھا تم کو تمہارے پروردگار نے وعدہ اچھا؟ کیا لمبی ہوگئی تم پر مدت؟ کیا ارادہ کیا تم نے کہ اُترے تم پر غضب تمہاری پروردگار سی؟ پھر تم نے خلاف کیا میرے وعدہ کو (۸۹) انہوں نے کہا کہ ہم نے نہیں خلاف کیا تیرے وعدہ کو اپنے اختیار سے لیکن ہم سی اُٹھوائے گئے بوجھ قوم کے گہنون کے پھر پھینک دیا ہم نے اُسکو پھر اسیطرح پھینک دیا سامری نے پھر اُس نے نکالا اُنکے لئے ایک بچھڑا دھڑ والا اُسکے لئے بچھڑے کی آواز تھی پھر (سامری کی لوگوں نے) کہا کہ یہی تمہارا خدا اور موسیٰ کا خدا موسیٰ بھول گیا (۹۰) کیا وہ نہیں سمجھتے کہ وہ جواب نہیں دیتا اُنکو کسی بات کا اور نہیں کرسکتا اُنکے لئے کوئی بُرائی اور نہ کوئی نفع (۹۱) اور بیشک کہا اُنسے ہارون نے پہلے سی کہ ای میری قوم یقیناً تم اُسکے سبب سے بلا میں پڑے ہو اور بیشک تمہارا پروردگار خدا ہی پس میری پیروی کرو اور تابعداری کرو میری حکم کی (۹۲) انہوں نے کہا کہ ہم ہمیشہ اُسی پر متوجہ رہیں گے جب تک کہ پھر کر آوے ہمارے پاس موسیٰ (۹۳) موسیٰ نے کہا ای ہارون کس چیز نے تجھکو روکا

* سامری اور اُسکے بچھڑے کا قصہ ہم اپنی تفسیر جلد سوم میں صفحہ ۲۴۴ سے صفحہ ۲۵۲ تک بیان کرچکے ہیں اسلئے یہاں اِسکے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

www.poetrymania.com©

إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوٓا أَلَّا تَتَّبِعَنِ أَفَعَصَيْتَ أَمْرِى ﴿۹۳﴾
قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِى وَلَا بِرَأْسِىٓ إِنِّى خَشِيتُ
أَن تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِىٓ إِسْرَآءِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِى ﴿۹۴﴾
قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَسَامِرِىُّ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ
يَبْصُرُوا بِهِۦ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا
وَكَذَٰلِكَ سَوَّلَتْ لِى نَفْسِى ﴿۹۶﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ
فِى الْحَيَوٰةِ أَن تَقُولَ لَا مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّن
تُخْلَفَهُۥ وَانظُرْ إِلَىٰٓ إِلَٰهِكَ الَّذِى ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا
لَّنُحَرِّقَنَّهُۥ ثُمَّ لَنَنسِفَنَّهُۥ فِى الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ إِنَّمَآ إِلَٰهُكُمُ
اللَّهُ الَّذِى لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذَٰلِكَ
نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ ءَاتَيْنَٰكَ
مِن لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَّنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُۥ يَحْمِلُ
يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خَٰلِدِينَ فِيهِ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ
الْقِيَٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَوْمَ يُنفَخُ فِى الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ

www.poetrymania.com©

جبکہ تو نے ان کو دیکھا کہ گمراہ ہوئے اس بات سے کہ تو پیروی کرے میری کیا تو نے برخلاف کیا میرے حکم کے (۹۴) ہارون نے کہا اے میرے ماجائے بھائی نہ پکڑ میری ڈاڑھی اور نہ میرے سر کے بال بیشک میں ڈرا کہ تو کہے کہ جدائی ڈال دی تو نے بنی اسرائیل میں اور تو نے خیال نہ رکھا میری بات کا (۹۵) موسیٰ نے کہا پھر کیا ہے تیرا حال اے سامری۔ سامری نے کہا کہ میں نے دیکھا اس چیز کو کہ نہیں دیکھا اس کو لوگوں نے پھر بھرلی میں نے ایک مٹھی خاک کی نقش قدم رسول سے پھر ڈال دیا میں نے اس کو اور اس طرح اچھا دکھایا مجھ کو میرے نفس نے (۹۶) کہا موسیٰ نے کہ دور ہو پھر بیشک تیرے لئے زندگی میں یہ ہے (یعنی یہی سزا ہے) کہ تو کہے کہ کوئی ملنے والا نہیں اور بیشک تیرے لئے اور وعدہ ہے جو ہرگز خلاف نہ کیا جاوے گا اور دیکھ اپنے معبود کو جس پر تو ہوا تھا متوجہ البتہ جلائیں گے ہم اس کو پھر ہم اوڑا دینگے اس کو دریا میں اوڑا دینا (۹۷) اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارا معبود اللہ ہے کہ نہیں معبود کوئی بجز اس کے۔ سما گئی ہے ہر چیز اس کے علم میں (۹۸) اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر ان خبروں میں سے جو پہلے گذری ہیں اور بے شک ہم نے دی ہے تجھ کو اپنے پاس سے نصیحت (۹۹) جو شخص کہ منہ پھیرے اس سے پھر بیشک وہ اٹھاوے گا قیامت کے دن بوجھ (۱۰۰) ہمیشہ رہیں گے اس میں اور برا ہے ان کے لیے قیامت کے دن بوجھ اٹھانا (۱۰۱) جس دن کہ پھونکی جاوے گی صور اور کھڑا کریں گے ہم گنہگاروں

www.poetrymania.com©

يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ
اِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ
اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ
عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا
قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾
يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ
الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَئِذٍ
لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ
رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ
الْقَيُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ
مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا
هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا
فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ
ذِكْرًا ﴿١١٣﴾

www.poetrymania.com©

کو اس دن الٹی ہوئی آنکھوں کے (۱۰۲) چپکے سے آپس میں کہتے ہوں گے کہ تم نہیں رہے (یعنی دنیا میں) مگر دس دن (۱۰۳) ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں جب کہے گا ان کے طریقہ میں کا سب سے اچھا کہ نہیں رہے تم مگر ایک دن (۱۰۴) اور تجھ سے پوچھتے ہیں پہاڑوں کا حال (یعنی قیامت کے دن ان کا کیا حال ہوگا) پھر اے پیغمبر تو کہہ دے کہ اوڑادیگا ان کو میرا پروردگار اوڑا کر (۱۰۵) پھر چھوڑ دے گا اس کو (یعنی زمین کو) میدان صاف نہیں دیکھنے کا تو اس میں کچھ ٹیڑھا پن اور نہ اونچان (۱۰۶) اس دن پیچھے دوڑیں گے پکارنے والے کی آواز کے نہیں ہونے کا ٹیڑھا پن اس آواز کے چلنے) میں اور بیٹھ جاوے گی آوازیں خدا کے لیے (یعنی خدا کی ہیبت سے) پھر تو نہ سنے گا مگر بھنبھناہٹ (۱۰۷) آج کے دن نہ فائدہ دیگی شفاعت سوائے اس کے جس کے لیے اجازت دی ہو خدا نے اور پسند کیا ہو اس کے لیے اس کا قول (۱۰۸) اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ کہ ان کے پیچھے ہے اور وہ نہیں احاطہ کرتے خدا کے علم کو (۱۰۹) اور رگڑتے ہیں منہ زندہ قائم رہنے والے کے لیے (یعنی خدا کے لیے) اور بیشک نامراد ہوا جس نے اٹھالیا ظلم کو (یعنی اختیار کیا کفر کو) (۱۱۰) اور جس نے عمل کیا اچھا اور وہ ایمان والا ہے پھر وہ نہ ڈرے ظلم سے اور نہ نقصان سے (۱۱۱) اور اسی طرح اتارا ہم نے قرآن عربی زبان میں اور ہمنے طرح طرح سے اس میں بیان کیا ہے ڈر ان سے تاکہ وہ پرہیزگار ہوں یا پیدا کرے ان کے لیے نصیحت (۱۱۲)

www.poetrymania.com©

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ

بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ

رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ

فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ ع وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا

يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا

مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا

تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ ۙ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ

اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ

الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا

سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ

الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ۖ ثُمَّ اجْتَبٰهُ

رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا

جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ

هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

www.poetrymania.com©

پس بہت بلند مرتبہ کا ہے اللہ بادشاہ ہے برحق اور جلدی مت کر قرآن کے ساتھ (یعنی قرآن کے طلب کرنے میں) پہلے اس سے کہ اخیر تک پہنچائی جاوے تیرے پاس اس کی وحی اور کہہ اے میرے پروردگار زیادہ دے مجھ کو علم (۱۱۴) اور بیشک ہم نے عہد کیا تھا آدم سے اس سے پہلے پھر وہ بھول گیا اور نہیں پایا ہم نے اس کے لئے قصد کرنا (۱۱۵) اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو پھر انہوں نے سجدہ کیا لیکن شیطان نے نہ مانا پھر کہا ہم نے اے آدم یہ دشمن تیرا اور تیری بیوی کا پس نہ نکال دے تم دونوں کو جنت سے پھر تو تکلیف میں پڑے (۱۱۵) اب تو تیرے لئے ہے کہ نہ تو بھوکا ہوتا ہے اس میں (یعنی جنت میں) اور نہ ننگا (۱۱۶) اور بے شک تو نہ پیاسا ہوتا ہے اس میں اور نہ دھوپ سے تکلیف پاتا ہے (۱۱۷) پھر وسوسہ ڈالا اس کے (دل) میں شیطان نے کہا اے آدم کیا میں پہنچا دوں تجھ کو ہمیشہ رہنے کے درخت کے پاس اور بادشاہت کے جس کو زوال نہ ہو (۱۱۸) پھر کھا لیا دونوں نے اس میں سے پھر کھل گئیں اون پر برائیاں ان کی اور لگے لپیٹنے اپنے پر پتے درخت کے اور نافرمانی کی آدم نے اپنے پروردگار کی پھر بھٹک گیا۔ (۱۱۹) پھر مہربانی کی اس پر اس کے پروردگار نے پھر متوجہ ہوا اس پر اور ہدایت کی (۱۲۰) پھر اتر جاؤ تم سب اس سے (یعنی جنت سے) ایک تم میں کا دوسرے کا دشمن ہے پھر اگر پہنچے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت (۱۲۱) تو جو شخص تابعداری کرے گا میری ہدایت کی نہ تو گمراہ ہوگا نہ تکلیف میں پڑے گا (۱۲۲)

www.poetrymania.com©

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا
وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ
حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ
اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَ
كَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ
وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ
اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِىْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ
اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ ع وَلَوْلَا كَلِمَةٌ
سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ ؕ
فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ
الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ وَ
لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ
زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ
رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ
وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ

www.poetrymania.com©

اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو بیشک اس کے لیے ہے زندگی تنگ (۱۲۳) اور ہم اس کو اٹھاوینگے قیامت کے دن اندھا (۱۲۴) کہے گا اے میرے پروردگار کیوں تو نے مجھ کو اٹھایا اندھا اور بیشک میں تھا دیکھنے والا (۱۲۵) خدا کہے گا ہے تو یہی آئی تھیں تیرے پاس ہماری نشانیاں پھر تو ان کو بھول گیا اسی طرح آج کے دن بھلا دیا جاویگا (۱۲۶) اور اسی طرح ہم سزا دیتے ہیں اس کو جو حد سے گزر گیا اور نہیں ایمان لایا اپنے پروردگار کی آیتوں پر اور بیشک عذاب آخرت کا بہت سخت ہے اور ہمیشہ رہنے والا (۱۲۷) کیا نہیں سوجھا ان کو کتنے ہلاک کیے ہم نے ان سے پہلے گروہ آدمیوں کے کہ وہ چلتے پھرتے ہیں انکے گھروں میں بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے (۱۲۸) اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو ہو چکی تیرے پروردگار سے تو عذاب لگ جاتا اور (اگر نہ ہوتا) وقت معین (۱۲۹) پس صبر کر اس پر جو وہ کہتے ہیں اور تسبیح کیا کر اپنے پروردگار کی تعریف کی آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی کچھ گھڑیوں میں تسبیح کیا کر اور دن کے کناروں پر شاید کہ تو راضی ہو (۱۳۰) اور مت کھول تو اپنی دونوں آنکھیں اس چیز کی طرف جس سے فائدہ پہنچایا ہے ہم نے لوگوں کو ان میں سے (یعنی کافروں میں سے) آرائش دنیا کی زندگی کی تاکہ ہم مبتلا کریں ان کو اس میں اور بخشش تیرے پروردگار کی اچھی ہے اور ہمیشہ رہنے والی (۱۳۱) اور حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا اور قائم رہ تو اس پر۔

www.poetrymania.com©

لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ
وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ
مِّنْ رَّبِّهٖ ۗ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ
الْاُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ
لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ
اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾ قُلْ كُلٌّ
مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ
الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾ ع